حضرت عثمان شہیدؓ

تالیف

محمد بن یحییٰ بن ابی بکر مالکیؒ

۶۷۴ - ۷۴۱ھ

تحقیق و ترتیب

ڈاکٹر محمود یوسف زاید

پروفیسر تاریخِ عرب امریکن یونیورسٹی، بیروت (لبنان)



ترجمہ

کوکب شادانی

*****

ناشر

نفیس اکیڈمی

اسٹریچن روڈ - کراچی ۱

یہ کتاب خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذی النورین رض

کی پوری حیات کے حوادث و واقعات پر حاوی ہے اور تاریخِ اسلامی کا

مطالعہ کرنے والوں کے لئے ایک بہت ہی قیمتی دستاویز ہے، اس میں

مصنف نے اس کی کامیاب کوشش کی ہے کہ حضرت عثمان ذی النورین رض

کی زندگی اور شہادت کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی بیان ہونے

سے رہ نہ جائے،



حضرت عثمان ذی النورینؓ

از: چوہدری محمدؐ اقبال سلیم گاہندری

یہ کتاب جواس وقت ناظرین کرام کی خدمت میں پیش ہے وہ آٹھویں صدی ہجری کے مشہور ومعروف اندلسی عالم اور گرامی قدر ماہر قانون قاضی غرناطہ ابوبکر محمد بن یحییٰ المالقی الاشعری کی محققانہ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان کا اردو ترجمہ ہے۔

یہ بزرگ مشہور صحابی رسولؐ حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں تھے اور مشرق کے نامی گرامی امام العلوم حجۃ اللہ فی الارض حضرت امام ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ کے معاصر تھے۔ یہ امام ابن تیمیہ سے چار سال بعد ۷۴۶ھ میں پیدا ہوئے تھے اور امام ابن تیمیہ کی وفات کے تیرہ سال بعد ۷۴۱ھ میں وفات پائی۔ اپنے زمانہ میں علم وفضل، ذہانت وفطانت اور زہد وتقویٰ کے علاوہ اپنی معدلت پروری اور حق گوئی وبیباکی کے لئے ضرب المثل تھے۔ ایک مدت شہر غرناطہ میں امام وخطیب اور قاضی رہے۔

اس کتاب کو دارالکتب المصریۃ القاہرہ کے نسخۂ وحیدہ سے بعد تنقیح وتصحیح تام مرتب کرکے ڈاکٹر محمود یوسف زاید پروفیسر امریکن یونیورسٹی لبنان نے بیروت سے شائع کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ پروفیسر موصوف نے اس کی تصحیح وتنقیح میں جو کاوشیں کیں اور جس قدر تلاش وتفحص کے بعد مختلف کتب تاریخ سے اس کے متن کو درست کیا ہے وہ ہر آئینہ قابل داد وستائش ہے۔

یہ کتاب خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی پوری حیات کے حوادث و

واقعات پر حاوی ہے اور تاریخ اسلامی کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے ایک بہت ہی قیمتی دستاویز ہے۔ اس میں مصنف نے اس کی کامیاب کوشش کی ہے کہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی زندگی اور شہادت کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی بیان سے رہ نہ جائے۔

اس کتاب کی اہمیت کئی اسباب کی بنا پر ہے۔ اوّل تو اپنے موضوع کی اہمیت کے اعتبار سے، تاریخ اسلامی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت اور بالآخران کی شہادت وہ اوّلین واقعہ ہے جس سے مسلمانوں میں افتراق و اختلاف کی بنیاد پڑی اور نبوت محمدی کے خلاف یہودیوں کی سازش کامیاب ہوئی۔ اس کی تفصیلات کا زیادہ سے زیادہ عمیق مطالعہ ہر محقق کے لئے ضروری ہے۔ اور دوسری وجہ سے اس کتاب کی اہمیت یوں ہے کہ یہ کتاب ایک اندلسی عالم کی تصنیف ہے جس کا ذہن و دماغ خلافت مشرقی بغداد کے زہرناک اثرات سے بڑی حد تک غیر متاثر تھا اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جب یہ کتاب لکھی گئی ہے تو ۶۵۶ھ میں بغداد ویران ہو چکا تھا۔ مصر کی مزعومہ خلافت فاطمی کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ درباری خوشامد اور حکمرانوں کی چاپلوسی سے آزاد ہو کر تحقیق و تمحیص کی جا سکتی تھی۔ غرناطہ یا مغرب میں جو حکومتیں قائم تھیں وہ اہلِ قلم پر اثر انداز نہیں تھیں۔

اس کتاب کی تاریخی اہمیت کی وجہ سے ہم نے یہ ضروری خیال کیا کہ یہ کتاب اُردو میں منتقل ہو جائے تو اچھا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ جناب کوکب شادانی ایم اے، ایم او ایل نے کیا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ نفیس اکیڈیمی سے شائع شدہ اور بہت سی کتابوں کی طرح ہماری اس سعی کو اہلِ علم کی نظر میں حسن قبول حاصل ہوگا۔ اور نفیس اکیڈیمی چمن اردو کی آرائش کے لئے جو نادر اور حسین گل بوٹے مہیّا کر رہی ہے اس کی داد دی جائے گی۔

ع — اللہ اگر توفیق نہ دے، انسان کے بس کا کام نہیں

فالحمد للہ حمداً کثیراً



فہرست مندرجات

پیش لفظ

کوکب شادانی

کتاب "حضرت عثمان شہیدؓ" جس کا اردو ترجمہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے محمد بن یحییٰ بن ابی بکر اشعری مالکی اندلسی (۶۷۴ - ۷۴۱) کی تالیف ہے جسے تاریخ عرب کے مشہور پروفیسر ڈاکٹر محمود یوسف زاید نے مرتب کیا ہے اور درحقیقت تاریخی تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے جن اہم تصنیفات کے ذریعہ مذکورہ بالا کتاب کو مرتب کیا ہے ان کی فہرست درج ذیل ہے :۔

(۱) الشریعہ از ابوبکر محمد بن الحسین الآجری (تحقیق محمد حامد الفقی) قاہرہ (۱۹۵۵م)، (۲) الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۳ (قاہرہ، ۱۳۰۳ھ)، (۳) اللباب فی تہذیب الانساب حصہ اوّل و دوم و سوم (مکتبۂ قدسی، ۱۳۵۷ھ)، (۴) اغانی از ابوالفرج اصفہانی، حصص ۲۲ (دار الثقافت، بیروت، ۱۹۵۵م)، (۵) صحیح بخاری ۸ جز (قاہرہ، ۱۲۹۶ھ) (۶) تاریخ بغداد از خطیب بغدادی، ۱۴ جز، (قاہرہ، ۱۹۳۱م)، (۷) انساب الاشراف از احمد بن یحییٰ بلاذری ج ۵ (القدس ۱۹۳۶م)، (۸) صحیح ترمذی، ۲ جز (قاہرہ، ۱۲۹۲ھ)، (۹) الدیوان از حسّان ابن ثابت، مرتبہ ہیر شفیلڈ (لیڈن، ۱۹۱۰م) (۱۰) صحیح مسلم از انتشارات محمد فواد عبدالباقی، ۳ جز (قاہرہ، ۱۹۵۵م)، (۱۱) جمہرۃ انساب المعرب از ابن حزم اندلسی، تحقیق عبدالسلام ہارون (قاہرہ، ۱۹۶۲م)، (۱۲) مسند امام احمد حنبلؒ، شرح احمد محمد شاکر، ۱۵ جز، (ط ۲، دار المعارف) (۱۳) کتاب تذکرۃ الحفاظ، ۴ جز (حیدر آباد، ۱۹۵۵ - ۱۹۵۸م)، (۱۴) کتاب نسب قریش (تحقیق بروفنسال) از مصعب زبیری (قاہرہ، ۱۹۵۱م)، (۱۵) طبقات الکبیر از ابن سعد، ۸ جز (لیڈن، ۱۳۲۱ - ۱۳۳۸ھ) (۱۶) تاریخ الرسل والملوک از طبری، ۱۴ جز (لیڈن، ۱۸۷۹ - ۱۹۰۱)، (۱۷) تاریخ الرسل والملوک از طبری (تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم ۴ جلدیں) قاہرہ، ۱۹۶۳، (۱۸) المعجم المفہرس از محمد فواد عبدالباقی (قاہرہ، ۱۳۷۸ھ)، (۱۹) مجمع الزوائد و منبع الفوائد ۱۰ جز (قاہرہ، ۱۳۵۲ - ۱۳۵۴ھ)

(حضرت عثمان شہیدؓ ص ۲۷۵ - ۲۷۶)

مندرجہ بالا فہرست سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ ڈاکٹر محمود یوسف زاید نے اپنی تحقیق کے نتائج پیش کرنے سے قبل کتنی کتابوں کی چھان بین کی ہے نیز یہ کہ محمد بن یحییٰ بن ابی بکر مالکی کی اس بیش بہا تالیف پر موصوف سے پہلے کتنی اہم

تاریخی شخصیتوں نے کس قدر تحقیقی کاوش کی ہے۔ چنانچہ بلا خوف تردید عرض کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان شہیدؓ کی تاریخی تحقیق
کے سلسلے میں اتنا مستند مواد کسی دوسری کتاب میں یک جا ملنا ناممکن ہے۔ اس میں عرب مؤرخین کے علاوہ مستشرقین اور
جملہ مغربی محققین شامل ہیں۔

مؤلف کی شخصیّت اور علمی فضیلت پر اس مختصر پیش لفظ میں مزید روشنی ڈالنے کی بجائے ہم ترجمہ تالیف کے آغاز میں
ڈاکٹر محمود یوسف زاید کے مختصر مگر انتہائی بیش قیمت اور قابل قدر مقدمہ کا اُردو ترجمہ بھی پیش کر رہے ہیں جس سے بہ
مؤلف کی عظیم شخصیّت کا تعارف اور تاریخ عرب پر ان کے تبحّر کے سلسلے میں مزید کچھ عرض کرنا قریبًا ناممکن ہے۔ اس
لیے اس مؤقّر و منفرد تالیف کے اُردو ترجمہ کی افادیت پر ہماری طرف سے گفتگو تحصیل حاصل کے مترادف ہوگی۔
ترجمہ بجائے خود کوئی تحقیقی کاوش نہ سہی مگر اس کی فنّی مشکلات اور جملہ نکات پر جن اہل علم حضرات کی نظر ہے وہ
واثق ہے کہ راقم الحروف کی اس کوشش کو بہ نگاہِ تحسین ملاحظہ فرمائیں گے۔

مقدّمہ

(ڈاکٹر محمد یوسف زاہد کے قلم سے)

مؤلف زیرِ نظر تالیف کے مؤلف محمد بن یحییٰ بن محمد بن یحییٰ بن احمد بن محمد بن ابی بکر بن سعد اشعری مالکی ۶۷۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۴۱ھ میں فوت ہوئے۔

ترجمانی جن مستند مؤرخین نے ہمارے مؤلف کی ترجمانی کی اور آپ کی زیرِ نظر تالیف سے حوالے اور اقتباسات پیش کیے ان میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

ابن خطیب نے "احاطہ" میں[1]۔ شیخ ابوالحسن نباہی مالقی اندلسی تاریخ "قضاۃ الاندلس" میں[2]۔ ابوالعباس تنبکتی نے ھامش (بحوالہ دیباج المذہب) میں[3]۔ ابن حجر نے "دُرَرِ کامنہ" میں[4]۔ اور سیوطی نے "بغیۃ الوعاۃ" میں[5]۔

اقتباسات نباہی، تنبکتی، ابن حجر اور سیوطی نے ابن خطیب کی "الاحاطہ" کے حوالے سے مؤلف کی زیرِ نظر تالیف کے اقتباسات پیش کیے ہیں۔

ہم نے ابن خطیب کی تاریخ "الاحاطہ فی اخبار غرناطہ" کے علاوہ دوسرے مصنفین پر (باوجود مطالعہ وتحقیق)

۱۔ محمد لسان الدین ابن خطیب: "احاطہ فی اخبار غرناطہ" ج ۲، ط ۱، شرکت طبع کتب عربیہ (قاہرہ، ۱۳۱۹ھ) ص ۱۲۵-۱۲۹۔

۲۔ شیخ ابوالحسن بن عبداللہ بن حسن نباہی مالقی اندلسی: تاریخ قضاۃ الاندلس" (اندلس کے فیصلے) ناشر بروفنسال (دار الکتب مصری، قاہرہ، ۱۹۴۸ء)

۳۔ ابوالعباس سیدی احمد تنبکتی، ھامش بحوالۂ دیباج المذہب از قاضی القضاۃ برہان الدین یعمری مدنی مالکی۔ (ط ۱، ناشر: الفحّامین، مصر، ۱۳۵۱ھ)

۴۔ ابن حجر عسقلانی: "دُرَرِ کامنہ" (آٹھویں صدی کے مشاہدات) ج ۴ (حیدر آباد، ۱۳۵۰ھ)

۵۔ جلال الدین سیوطی: "بغیۃ الوعاۃ" (قاہرہ، ۱۳۲۶ھ) ص ۱۱۴۔

نباہی کے سوا جس نے اپنی تاریخ "قضاۃ الاندلس" (اندلس کے فیصلے) میں ابن خطیب ہی کی مذکورہ بالا تاریخ کو بنیاد بنایا ہے اور اسی سے (اکثر و بیشتر) اقتباسات دیے ہیں یا ان پر کچھ اضافے کیے ہیں، کسی اور مصنف پر چنداں انحصار نہیں کیا۔

کنیت اور نسب

مؤلف کی کنیت ابا عبداللہ ہے اور ابن بکر کے نام سے مشہور ہیں جو بلج بن یحیٰی بن خالد بن عبدالرحمٰن بن زید بن ابی بردہ کی اولاد سے ہیں۔ وہی ابن بردہ جن کا نام عامر بن ابی عامر بن ابی موسیٰ (اشعری) ہے۔ آخر الذکر کا پورا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ آپ رسول اللہ صلعم کے (مقتدر و مختص) صحابہ میں سے ہیں۔ ابن حزم نے مؤلف کا ذکر ان لوگوں میں کیا ہے جو عرب سے اندلس پہنچے۔

صفاتِ مؤلف

جہاں تک علم و فضل کا تعلق ہے آپ اپنے وقت کے فاضل ترین اور علمائے عصر کے صدر الصدور تھے۔ آپ (صفات ظاہری میں) اصیل النظر، فصیح الدرس، واضح المذہب، انصاف میں مؤثر، احکام الٰہی کے مطابق صدورِ حکم میں معروف، علم حدیث میں تاریخی، سندی، تعدیلی، و تجریدی لحاظ سے ممتاز، اسماء والنساب اور کنیتوں کے حافظ، عربی (سادگی) اور نسبت عرب پر قائم، اصول و فروع، لغت و عروض، فرائض و حساب کے ماہر، کشادہ پیشانی، خندہ رو، حسنِ اخلاق میں کامل، طلبا پر مہربان، علم دوست اور علماء سے محبت رکھنے والے، اہل و عیال پر شفیق، تصنّع سے متنفر، لباس کی سادگی میں بے نظیر، عزیز النفس، نافذ الحکم تھے۔ صولت و دبدبہ آپ کی اعانت سے معروف ہوا۔ آپ نے اپنے شہر مالقہ میں امور حل و عقد نیز جملہ مصالح (دینی و دنیوی) میں شیوخ کی پیروی کی اور جب عہدۂ قضا کی سربراہی پر مامور ہوئے تو علاقہ میں سب سے باعزت ٹھہرے۔ تزک و احتشام کو ترک کیا۔ قرآن و سنت کی روشنی میں برحق احکام نافذ کیے۔ آپ اوقات کے حد درجہ پابند اور (ہر معاملہ میں) اجتماعی افادیت کی طرف مائل تھے۔

اس کے بعد جب آپ غرناطہ میں خطیب مقرر ہوئے اور عہدۂ افتا و قضا آپ کے سپرد ہوا (عشرۂ اول، ماہ محرم ۷۳۶ھ) تو وظائف پر استقامت کی، برحق فیصلے کیے، شہادتوں پر جرح کی، ثقہ گواہوں پر اعتماد کیا، تا آخر اپنے برحق فیصلوں پر قائم رہے، ان کی تکمیل میں (غیر شرعی) اتباع سے احتراز کیا، بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد انتہائی محنت و شفقت سے مقدمات کے نکات پر غور کیا۔ اگر ایسی دیانت کی نسبت آپ کے کسی ہمعصر کی طرف کی جائے تو اسے امر خلاف واقعہ سمجھا جائے گا حتیٰ کہ رات کے وقت نماز کے لیے جاتے ہوئے بھی آپ غور و فکر میں منہمک اور منشائے الٰہی کے خواہش مند رہتے تھے۔ خوف الٰہی سے لرزہ براندام ہونے کی حکایات (آپ کے متعلق) اکثر و بیشتر مشہور ہیں۔ امیر وقت نے بعض اوقات آپ کی عدالت میں مقدمات (امتحاناً) ارسال کیے مگر آپ کے فیصلوں میں کبھی کوئی کمزوری نہ پا سکا کیونکہ وہ سب علم استشہاد کی رو سے مکمل تھے۔ آپ لین دین کے معاملات، درس عربی، فقہ و اصول اور تلاوت قرآن

باصحت میں کامل تھے۔ آپ نے فقہ و ریاضی کا درس دیا، آپ نے شرح حدیث کے لیے (اکثر) مجالس کا انعقاد کیا اور اس میں انشراح صدر، حسن تحمل اور نکتہ رسی کے کمالات دکھائے (بحوالۂ عائد الصلہ)

(مشہور) مورخ قاضی ابوالحسن کا ارشاد ہے :۔

"ہمارے شیخ ابو عبداللہ بن ابی بکرؒ بڑے صاحب عزم و استقامت تھے۔ جملہ حکمرانوں میں آپ کو صولت و دبدبہ حاصل تھا اور بڑے سے بڑا شخص آپ کی عظمت کا قائل تھا۔ آپ نے حاسدوں کے دل جلا دیے، ہمارے علاقہ میں عزت کے لحاظ سے بزرگ ترین شخص تھے۔ اپنے علاقہ سے آپ نے مصائب اور مکروہات کو دور کیا، مشکلات میں ثابت قدم رہے (خدا کے سامنے) الحاح وزاری کی، بجائے خود تفقہ اور نکتہ رسی میں آپ کا جواب نہ تھا۔

(بحوالۂ عائد الصلہ)

توقیع ہمارے ایک ہم صحبت نے ہم سے کہا: "ایک دفعہ میں ان کے اجلاس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے آپ کی طرف ایک رقعہ بڑھایا جس کا مضمون یہ تھا کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے مگر وہ اس سے محبت کرتی ہے۔ آپ میرے شوہر سے سفارش کر کے اسے رجوع پر راضی کر دیجیے۔" آپ نے جونہی (کھول کر) رقعہ پڑھا۔ معاً عورت کے جسم میں کپکپاہٹ پیدا ہوئی اور وہ (گڑگڑا کر) بولی: جو شخص اس رقعہ کے مضمون سے واقف ہو گیا ہے وہ بحمداللہ (امید ہے) مستغیث کی فریاد رسی کرے گا اور اس کے شوہر سے سفارش کر کے اسے رجوع پر رضامند کرے گا نیز مجھ دکھیا پر رحم کے صلہ میں اسے رسول اللہ کی شفاعت کی طرف توجہ دلائے گا۔ اے اللہ! ہماری عقل اور ہمارے دین کو سلامت رکھ اور ہمارا مسلک ہدایت یافتہ لوگوں کے مسلک کی طرح کر دے۔"

جس شخص نے یہ واقعہ بیان کیا اس سے ہم میں سے کسی نے پوچھا: "کیا پھر انہوں نے اس عورت کے شوہر سے اس کی سفارش کی؟" اس نے جواب دیا: "کیسے کرتے؟ ایسے عالم دین بھی اس امر کے کب مجاز ہوتے ہیں کہ وہ احکام الٰہی کے خلاف کسی حالت میں کوئی حکم صادر کر سکیں۔" (بحوالۂ عائد الصلہ)

اعتراف عظمت یقیناً ابن ابی بکر نے سن بلوغ سے قبل فقیہ الوزیر ابا القاسم ابن محمد ابن حسن سے شرف ملاقات حاصل کیا تھا اور انہیں کے مکان پر تفسیر اور علم ادب کی تحصیل کی تھی[1]

آپ نے استاد ماہر فنون خطیب ابی محمد بن ابی سداد باہلی سے تفسیر قرآن جماعت کے ساتھ اور انفرادی طور پر پڑھی نیز انہیں سے ادبیات عربی اور حدیث کا درس لیا اور دوسرے علوم میں بھی انہیں کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان کے علاوہ شیخ صالح ابی عبداللہ محمد بن عیاش[2] خزرجی قرطبی سے بھی اکثر حدیث کا دورہ ختم کیا جن میں صحیح مسلم شریف

---

[1] اضافہ بر ترجمۂ نباہی، ص ۱۸۱ [2] نباہی کے نزدیک عباس۔

شامل ہے۔

جن بزرگ علماء اور شیوخ نے انہیں شیخ مانا اور ان کی عظمت کا اعتراف کیا ان میں مندرجہ ذیل علماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں :-

قاضی ابوالقاسم قاسم بن احمد بن حسن السکوت، فقیہ صدر الکبیر ابو عبداللہ بن ربیع، فقیہ قدوۃ الولی ابو عبداللہ محمد بن احمد طنجالی، شیخ قاضی ابوالحسن ابن استاد علامہ ابی الحجاج ابن مصامد، استاد خاتم المقرئین ابو جعفر بن زبیر، خطیب و محدث ابو عبداللہ بن رشید، خطیب ولی الصالح ابوالحسن بن فضیلہ، استاد ابوالحسن بن لباد مشرقی، شیخ استاد ابو عبداللہ بن کمال راوی حدیث، ابوالمعالی احمد بن اسحٰق قوصی[1]۔ ان علمائے کرام کے علاوہ اہل سبتہ میں سے شیخ الشرفا ابو علی بن ابی تقی طاہر بن ربیع، عدل الروایہ ابو عبداللہ بن الحصار[2]، استاد المغربی ابوالقاسم بن عبدالرحیم قیسی، استاد ابو بکر بن عبید اور سن رسیدہ شیخ ابو عبداللہ بن ابی القاسم بن عبداللہ انصاری (وغیرہم) نے بھی آپ کو درایت و روایت کا مجاز تسلیم کیا ہے۔

اہل افریقہ سے ادیب معمر ابو عبداللہ بن ہارون، ابوالعباس احمد بن محمد مالقی، محمد بن محمد بن سید الناس یعمری، اہل مصر سے عثمان بن عبدالقوی بلوی اور شرف الدین بن عبدالمومن[3] دمیاطی وغیرہم نیز بہت سے دیگر مصری، شامی اور حجازی علما و شیوخ مندرجہ بالا فہرست میں شامل ہیں۔

نصائح برائے طلبا اور فیصلے[4]

طلباء کے لیے مؤلف کے نصائح یہ ہیں: "اللہ (سبحانہ تعالیٰ) کے تقویٰ کے بعد میں تمہیں تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ اول یہ کہ باریک خط میں ہرگز نہ لکھا کرو کیونکہ تمہاری بینائی کے لیے نقصان دہ ہونے کے علاوہ ایسی تحریر تمہارے بعد لوگوں کے لیے تقلیل انتفاع کا سبب بن جائے گی۔ اگر کسی کو خط لکھو تو اسے ایسی صفات سے متصف نہ کرو جو معنوی طور پر اس کی ذات سے وابستہ نہ ہوں۔ شیوخ کی کتابوں میں جو کچھ پڑھو اس میں ترمیم و تنسیخ تمہارا منصب نہیں ہے۔ جو کچھ پڑھو اس سے سر مو تجاوز نہ کرو۔ میں تم سے صداقت سے وابستگی اور تجاوز محض سے انحراف کی توقع رکھتا ہوں۔ تمہارا موقف یہ ہونا چاہیے کہ درایت کے ساتھ دیانت کا لحاظ رکھو کر ان (شیوخ) کے قول کی قبولیت عام ہو وہ اپنے اقوال میں مخاطب ہی کو کچھ کہتے ہیں

---

[1] اضافہ قوصی بر ترجمۂ نباہی۔

[2] نباہی کے نزدیک الخفار۔

[3] نباہی کے نزدیک شرف الدین عبدالمومن۔

[4] یہ عبارت ہم نے نباہی کی تالیف "ابن ابی بکر" سے اضافہ کی ہے ۱۲ (مؤلف)

اور ان کی تکذیب بھی اسی تک محدود ہوتی ہے جسے وہ مخاطب کرتے ہیں یا ان کی مراد اسے موعظت اور تادیب ہوتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب کے مؤلف اپنے فیصلوں کی بنیاد ظاہری شواہد پر نہیں رکھتے نہ فوری طور پر کوئی فیصلہ صادر کرتے ہیں اگر بے لوثی اور اخلاص پایا جاتا ہے تو وہ شوہر کو بیوی کی متابعت کی اجازت دیتے ہیں خصوصاً جب وہ اسے نماز کی تاکید کرتی ہے۔ یہ شواہد ان اقوال کے برخلاف ہیں جو ابن ابی زید نے "نوادرہ" میں ان سے منسوب کیے ہیں جن سے ان شواہد کی تردید ہوتی ہے جو ان کے بارے میں کتب صحیحہ میں ملتے ہیں مثلاً آپ نے حکام وقت کو یوں متنبہ کیا :-
"یاد رکھو تم سب راعی ہو۔ تم سے رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔" وہ بیان ریکارڈ کرنے کے بعد مدعی (یا مدعا علیہ) کو پہلے بیان سے انحراف کی اجازت نہیں دیتے جیسا کہ ہم مالقہ میں ایک خاتون کی طرف سے درخواست کے بارے میں بیان کر چکے ہیں۔ حالانکہ آپ کا عہدۂ قضا ان میاں بیوی کے نزاعی مسئلے کی بنا پر ختم کر دیا گیا دقس علی ھذا (اسی سے دوسری باتوں کا قیاس کر لیجیے)

کرۂ ارضی کے بارے میں ان کا عقیدہ آیۂ قرآنی مماثیت کی حد تک لیث بن سعد کے عقیدے سے ملتا جلتا ہے۔ وہ اس سلسلے میں محمد بن عمر رازی المعروف ابن خطیب کے مقالات مشمولہ "الرتی فی المباحث" کی طرف رجوع کرنے سے احتراز کرتے نیز ان آرا کی مخالفت کرتے ہیں جو مذکورہ کتاب کے آخر میں مجملاً پیش کی گئی ہیں۔ انہیں "اربعین" میں محمد بن عمر رازی کے بیان سے بھی اختلاف ہے جس پر اکثر ائمہ (تفسیر) کا اتفاق ہے کہ آیا کافر ہمیشہ جہنم میں رکھا جائے گا۔ یہ قول جیسا بھی ہے ابن خطیب کا ہے۔ کافر کے ہمیشہ کے لیے آگ میں رہنے سے ان کا اختلاف (تحقیق میں شاذ و نادر کے تحت آتا ہے۔ اس لیے اس پر (خصوصی) توجہ کی ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال ان کا کلام اس سلسلے میں قولِ واحد سے تجاوز نہیں کرتا۔ ایک جگہ وہ خود فرماتے ہیں :"جو شخص عقود شرائط کو نہیں مانتا اور اس سلسلے میں کتب توثیق میں تفحص و تفقّد نہیں کرتا اس کا قول محض مکتفی نہیں ہے خواہ وہ قاضی ہو، صاحب اقتدار ہو اور جملہ علوم میں دسترس بلکہ ان پر عبور رکھتا ہو۔"

آپ اپنے خطبات اور نماز میں خشوع و خضوع کے عادی تھے۔ آپ کی آواز میں نرمی و ملائمت تھی۔ صبح کی نماز میں قرآن کی تلاوت بہت صاف فرماتے تھے۔ آپ کے پسِ پشت نمازی کے لیے آپ کی تلاوت کردہ ایک آیت ہی کافی ہوتی تھی کیونکہ آواز میں خوش الحانی کی انتہا تھی۔ اس پر صدق نیت کو مستزاد سمجھ لیجیے۔ جب آپ امور آخرت کے سلسلہ میں کوئی بات فرماتے تھے تو آپ کے چہرے پر زردی چھا جاتی تھی اور گریہ و بکا کا غلبہ ہوتا تھا۔ دیر تک چہرے سے آثار انفعال ظاہر ہوتے رہتے تھے۔

اپنے اصحاب کے بارے میں آپ کا طرزِ عمل فَرَج بن کنانہ جیسا تھا۔ سچ بولنے والیوں کو صنف ضعیف یا کمزور نہیں سمجھتے تھے، کسی کی حاجت برآری میں آپ طریقۂ اہل اللہ سے سرمو انحراف نہیں کرتے تھے۔ مریض کی عیادت،

جنازے میں شرکت اور زبوں حال و پامال اشخاص کی زیارت اور کسی محتاج کی تلاش میں عمر بھر ایک دن ناغہ نہیں ہوا۔

آپ کے اشعار

دو شعروں کے سوا جو کمان کی تعریف میں ہیں آپ کا کوئی (اور) شعر سننے میں نہیں آیا (حالانکہ) جہاں تک شاعری کا تعلق ہے آپ (خالص) عربی النسل ہیں۔ مگر آپ کا ان دو اشعار کے علاوہ کوئی شعر نہیں ملتا۔ وہ دو اشعار یہ ہیں :-

لام العوازل بنت النبع والنشم
تذری بعطف قضیب البان والعلم
قوام قامتہا تمام معطفہا
من تلق مقتلہ تصمیہ او تقم

(ترجمہ) غیر مسلح (جنگجو) قابل ملامت ہے (اس کمان کو دیکھو) کہ یہ نبع[1] و نشم[2] کی بیٹی (بنت نیسان) خاک اڑانے والی (خاک میں ملانے والی) جو بہائے بان[3] و علم[4] کی طرح سیدھی (اور مضبوط) کشیدہ قامت اور کشش میں کامل ہے۔ جو (قسمت کا مارا) مقتل میں اس کی زد پر آیا اس نے اسے ہلاک کر دیا یا (موت کا) شدید طالب بنا دیا۔

وفات

مثل مشہور ہے کہ (کامل الایمان) مسلمان شدید درد و کرب میں بھی موت کے دن شہدا کی طرح مسکراتے ہوئے جان دیتے ہیں (نشانِ مردِ مومن با تو گویم - چو مرگ آید تبسم بر لب اوست (اقبال) مگر آپ کے کچھ غمگساروں نے یہ سمجھ کر کہ آپ پر عالم سکرات کی بے چینی کا غلبہ ہے آپ سے اشارۃً رکوب (بزبان حال) کی درخواست کی۔ چونکہ آپ میں اتنی قوت نہ تھی اس لیے صرف اتنا کہا: "چھوڑئیے، آج خوشی کا دن ہے۔" آپ کا اشارہ شہدا کے بارے میں اللہ جل شانہٗ کے اس ارشاد کی طرف تھا (فرحین بما آتاھم اللہ من فضلہ) آل عمران : ۱۷۰ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل و کرم سے جو (رتبۂ عالی) بخشا ہے اس پر خوش ہیں۔ دوپہر سے کچھ قبل ۹ جمادی الاول ۱۴۱ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

زیر نظر تالیف کی اشاعت — وہ مخطوطہ اور اصول جن کے پیش نظر مؤلف کے بیانات میرے نزدیک قابل اعتماد ٹھہرے

میں ہمارے اعتماد کی بنیاد مصری دار الکتب کا وہ قلمی نسخہ ہے جو ۲۳ تاریخ م کا تحریر کردہ ہے۔ اس کی کل ۱۲۴ لوحیں ہیں

---

[1]، [2] درختوں کے نام جن کی لچک دار شاخوں کی لکڑی سے کمان بنائی جاتی ہے ۱۲ (کوکب)
[3]، [4] درختوں کے نام ۱۲ (کوکب)

اور ہر لوح دو کالمی ہے۔ ہم نے اس نسخہ کے حوالوں میں اختصار سے اس لیے کام لیا ہے کہ ممکن ہے کوئی نسخہ آخیر بھی ہو جس کا ہمیں علم نہ ہو۔

مذکورہ بالا نسخہ میں ۱۲ ابواب کے علاوہ رافضیوں کی مذمت میں مؤلف نے ایک باب کا اضافہ کیا ہے مگر ہم نے اس سے صرف نظر کر کے صرف ان بیانات پر اکتفا کیا ہے جو احوالِ (حضرت) عثمانؓ سے متعلق ہیں۔

مؤلف نے اپنے مقدمہ میں جن تصانیف کا حوالہ دیا ہے اور انہیں قابل اعتماد ٹھہرایا ہے وہ درج ذیل ہیں:
طبقات ابن سعد، کتاب الفتوح، سیف ابن عمر تمیمی، کتاب الشریعت، ابی بکر محمد بن حسین آجری، کتاب المقتل، عمر بن شبّہ نمیری، کتاب الکامل فی التاریخ، ابن اثیر۔

وہ چند آخری کتابیں جن کی طرف مؤلف نے اشارہ کیا ہے درج ذیل ہیں:-
کتاب الامت، ابی نعیم[1]، کتاب الاطراف، ابی مسعود دمشقی[2]، الجمع بین الصحیحین، حمیدی[3]، الارشاد فی اصول الدین ابن عقیل[4]، تاریخ جورقانی[5]، جامع المسانید، حافظ ابن جوزی۔

مؤلف نے اپنی زیر نظر تالیف میں ایک بڑا گروہ جمع کر دیا ہے جن کے حوالے سے (حضرت) عثمانؓ کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح موصوف نے قاری کے لیے کتب کثیرہ کی طرف رجوع کرنے کے لیے خاصا خام مادہ (لوازمہ) جمع کر دیا ہے۔ موصوف نے اس مواد کی طرف بھی رجوع کیا ہے جو اب مفقود ہے مگر اس کا تذکرہ سیف بن عمر

---

[1] احمد بن عبداللہ ابو نعیم اصفہانی مصنفہ حلیتہ الاولیاء، متوفی ۴۳۰ھ، حوالے کے لیے ابن خلکان، ایڈیشن ۳۲۔

[2] حافظ ابراہیم بن محمد بن عبید دمشقی، متوفی ۴۰۱ھ (بعض کے نزدیک ۴۰۰ھ) نیز دیکھیے تذکرۃ الحفاظ، اشاعت ۹۷۷ ص ۱۰۶۸ نیز ملاحظہ ہو تاریخ بغداد از خطیب، اشاعت ۳۲۲۷ ج ۶: صفحہ ۱۷۲-۱۷۳۔

[3] ابو عبداللہ محمد بن فتوح الحمیدی، متوفی ۴۸۸ھ نیز دیکھیے تذکرۃ الحفاظ، اشاعت ۱۰۴۱ ص ۱۲۱۸۔

[4] قاضی القضاۃ علی بن محمد بن عقیل صاحب الارشاد فی اصول الدین، متوفی ۵۱۳ھ۔ حوالے کے لیے دیکھیے طبقات حنابلہ از ابن رجب، ج ۱ ص ۱۴۲۔

[5] الجورقانی منسوب بہ گورگانی از حوالی ہمدان۔ اسی جگہ سے صوفی ابو مسلم عبدالرحمٰن بن احمد بن عمر بھی منسوب ہیں آپ نے اپنے والد اور دوسرے اشخاص سے روایات بیان کی ہیں اور انہیں سے سمعانی نے ہمدان میں سُنی ہیں جو لوگ گورگانی (جورقانی یا جوزقانی) کہلاتے ہیں کہ دوں کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابو عبداللہ حسین بن ابراہیم بن حسین بن جعفر گورگانی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

کی کتاب الفتوح میں موجود ہے۔ کچھ ایسے حضرات بھی ہیں جنہوں نے طبری کی تاریخ الرسل والملوک (طبع لیڈن و قاہرہ) میں مندرج سیف (ابن عمر) کی کچھ روایات کی تصحیح کے ساتھ ساتھ سیف کی بہت سی روایات کو مستند قرار دیا ہے اور مقامات کو بھی درست مانا ہے۔

راقم الحروف نے زیرِ نظر تالیف کے مذکورہ بالا نسخہ میں کتابت کی غلطیوں کے پیشِ نظر سیف بن عمر کی روایات کی تحقیق کے سلسلے میں طبری کی مذکورہ کتاب سے خاصی مدد لی ہے اور اسے بہت مفید پایا ہے۔

مؤلف نے آجری کی کتاب الشریعت سے بھی روایات لی ہیں جو محمد حامد الفقی کے محققہ و مرتبہ نسخے موسومہ الشریعۃ مطبوعہ السنۃ المحمدیہ، ۱۳۶۹ھ) میں موجود نہیں ہیں۔

کلمۂ تشکّر

میں اپنے زیرِ نظر مقدمہ کو مکمّل نہ سمجھوں گا جب تک اپنے محب صادق سید فواد محافظ مخطوطات دارالکتب مصر کا شکریہ ادا نہ کرلوں۔ موصوف نے میرے اس تحقیقی کام میں بہت سے (نادر) مخطوطات کی نشان دہی کی جن میں زیرِ نظر تالیف کا قلمی نسخہ اور اس کی مائکروفلمیں بھی شامل ہیں۔

اسی طرح میرے لیے ضروری ہے کہ میں جامعہ امریکیہ بیروت کے شعبۂ درسیات عربی کا بھی شکریہ ادا کروں نیز شعبۂ مذکور کے صدر جناب ڈاکٹر امین فارس کا شکریہ بھی مجھ پر فرض ہے کہ موصوف کے ذریعہ امریکی یونیورسٹی بیروت کے شعبۂ درسیات عربی نے مجھے زیرِ نظر تالیف کی اشاعت میں درمی امداد فراہم کی۔

مقدّمہ

(ابن ابی بکر مالکی کے قلم سے)

اے اللہ میں آسانی کے لیے تیری امداد کا طالب ہوں اور تیرا شکر گزار ہوں۔ اللہ کا صلوٰۃ سلام (حضرت) محمّد خاتم النّبیین، آپ کی آل پاک، آپ کے منتخب اصحاب اور آپ کی ازواج مطہرات امہات المومنین پر زیادہ سے زیادہ سلام۔

یہ کتاب جس میں مَیں نے امام ذی النورین حضرت عثمان شہیدؓ ابن عفان کے احوال سیرت و شہادت بیان کیے ہیں کسی جانبداری یا تعصب کے بغیر (سراسر) عدل و انصاف پر مبنی ہے بلکہ میں نے (اس کتاب میں) صرف وہی اقوال نقل کیے ہیں جو بزرگ ترین (مستند) علما نے اپنی کتب اور تواریخ میں درج کیے ہیں۔ مثلاً طبقات ابی عبداللہ محمد بن سعد، فتوح السیف از ابن عمر تمیمی، کتاب الشریعت از ابی بکر محمد ابن حسین آجری، کتاب التاریخ از شیخ (عزالدین علی بن محمد بن) عبدالکریم المعروف ابن اثیر الجزری وغیرہ نیز وہ مشہور و معروف کتب جن کی صحت کی توثیق ہو چکی ہے (بہرحال) میں نے جو قصد کیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی امداد و اعانت کا طالب ہوں اور وہی میرا معاون و مددگار ہے۔

میں نے اپنی اس تالیف کو ۱۲ ابواب میں تقسیم کیا ہے جو درج ذیل ہیں:۔

باب اوّل:۔ (حضرت عثمانؓ کے) نسب، اولاد اور ازواج کے بیان میں

باب دوم:۔ قبول اسلام اور ہجرت

باب سوم:۔ ذکرِ بیعت و مجلس شوریٰ

باب چہارم:۔ امر عثمانؓ میں تحقیق اور ان واقعات کا بیان جو آپ کے دورِ خلافت میں آپ کی طرف منسوب کیے گئے۔

باب پنجم:۔ آپ سے کون ملنے آیا اور ایوان خلافت کا محاصرہ کس طرح ہوا۔

باب ششم:۔ آپ سے خلافت سے دستبرداری کے سلسلے کیا کہا گیا اور آپ نے کیا جواب دیا۔



باب اوّل

آپ کا نسب اور اولاد و ازواج

آپ کا نسب درج ذیل ہے :-

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ابن قُصیّ - آپ کا نسب عبد مناف تک پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں مل جاتا ہے -

آپ کی والدہ (ماجدہ) کا سلسلہ نسب یہ ہے :-

اَرْوی بنت کُریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیّ -

زمانہ جاہلیت میں آپ کی کنیت ابا عمرو تھی - جب (حضرت) رقیہ بنت رسول اللہ کے بطن سے آپ کے فرزند[1] عبد اللہ پیدا ہوئے تو مسلمانوں نے آپ کو ابا عبد اللہ کہنا شروع کیا - جب آپ کے فرزند عبد اللہ چھ سال کے ہوئے تو ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ مار دی اور ڈھیلا باہر نکل آیا - اس کی تکلیف سے عبد اللہ سخت بیمار ہو گئے اور جمادی الاوّل ۴ھ میں وفات پائی - ان کی نماز جنازہ رسول اللہ نے پڑھائی -

(حضرت) رقیہ کے علاوہ آپ کی ایک دوسری بیوی فاختہ بنت غزوان کے بطن سے عبد اللہ ثانی پیدا ہوئے جو بچپن ہی میں فوت[2] ہو گئے اور اس کے بعد فاختہ کے بطن سے کوئی اور بچہ پیدا نہیں ہوا - آپ کی بیوی اُم عمرو بنت جندب بن عمرو کے بطن سے چار لڑکے عمرو، خالد، آبان و عمر اور ایک لڑکی کریم، فاطمہ بن ولید بن عبد شمس کے بطن سے ولید بن

---

[1] یہ لفظ متن تالیف میں نہیں ہے - طبقات ابن سعد مطبوعہ لیڈن ج ۳ حصہ اول ص ۳۷ سے اضافہ کیا گیا ہے - ۱۲

[2] درَج یعنی فوت ہو گئے اور پھر فاختہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی - ۱۲

عثمانؓ اور سعید وام سعیدؓ[1]، ام البنین بنت عیینہ بن حصن سے عبد الملک جو بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ رملہ بنت شیبہ سے عائشہ بنت عثمانؓ، ام آبان اور اُم عمرو، نائلہ بنت فرافصہ بن اَحوَص کے بطن سے مریم بنت عثمانؓ اور ام ولد کے بطن سے ام البنین بنت عثمانؓ پیدا ہوئیں جو عبد اللہ بن یزید بن ابی سفیان کے وقت تک زندہ تھیں۔

(حضرت) رقیہ بنت رسول اللہ (حضرت) عثمانؓ کے نکاح میں آنے سے پہلے یعنی قبل اسلام عتبہ بن ابی لہب کی زوجیت میں تھیں۔ جب سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو عتبہ کے باپ ابی لہب نے اپنے بیٹے سے کہا:" اگر تو نے اس (محمدؐ) کی بیٹی کو طلاق نہ دی تو (سمجھ لے) کہ میری نسل میں اس کے بطن سے جو تیری اولاد ہو گی وہ حرام کی ہوگی۔ چنانچہ عتبہ نے آپ سے مفارقت اختیار کر لی۔

جب آپ کی والدہ (حضرت) خدیجہؓ ایمان لائیں تو (حضرت) رقیہؓ نے بھی اپنی بہنوں سمیت اسلام قبول کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی جس کے بعد حضرت عثمانؓ سے آپ کا عقد ہوا اور انہیں کے ہمراہ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

(حضرت) رقیہ کی وفات کے بعد (حضرت) عثمانؓ نے ان کی ہمشیرہ (حضرت) ام کلثوم سے عقد کیا۔ (حضرت) ام کلثوم ظہور اسلام سے قبل عتبہ بن ابی لہب کے عقد میں تھیں مگر عمل زوجیت کی نوبت نہیں آئی تھی چنانچہ آپ کنواری ہی تھیں۔ جب عتبہ نے آپ سے مفارقت اختیار کی تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہیں اور (حضرت) عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ آپ نے بھی اپنی والدہ ماجدہ (حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا اور حضورؐ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ (حضرت) عثمانؓ سے آپ کا عقد جمادی الثانی ۳ھ میں ہوا مگر آپ (حضرت) عثمانؓ کے ساتھ کہیں آئیں گئیں نہ آپ کے کوئی اولاد ہوئی۔ آپ کی وفات ماہ شعبان ۹ھ میں ہوئی۔ آپ کا مہر پانچ سو درہم بندھا تھا اور یہی مہر نبی کریمؐ کی ہر بیٹی کا تھا۔ یہ قول حضرت عثمانؓ ہی کے بارے میں ہے کہ " (حضرت) آدم سے لے کر قیامت تک کسی نبی کی دو بیٹیاں (حضرت عثمان کے علاوہ) کسی فرد واحد کے نکاح میں آئیں نہ آئیں گی"۔

"کتاب الشریعۃ" میں ابو بکر آجری نے ابی عبد الرحمٰن کوفی کی سند کے ساتھ حسب ذیل روایت بیان کی ہے:۔

ابی عبد الرحمٰن کوفی فرماتے ہیں:" مجھ سے حسن بن علی جعفی نے پوچھا" اے ابا عبد الرحمٰن کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عثمانؓ کو " ذی النورین" کیوں کہا جاتا ہے؟" میں نے جواب دیا" مجھے تو بخدا معلوم نہیں"۔ جناب جعفی نے کہا" اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے سوا کسی نبی کی دو بیٹیاں (یکے بعد دیگرے) آج تک کسی فرد واحد

---

[1] یہاں اصل متن میں آمہم (ان کی ماں) مٹ گیا ہے۔ ۱۲

کے عقد میں نہیں آئیں اور یہ وہ فضیلت خاص ہے جس سے خداوند تعالےٰ نے دیگر متعدد فضائل ستودہ اور خصائل حمیدہ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کو سرفراز فرمایا۔ انہیں کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی بشارت دی تھی اور صبر کی تلقین فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ نے صبر کیا یہاں تک کہ قتل کر دیے گئے۔ بے شک اہل ایمان حق کی خاطر اپنا خون دینے سے دریغ نہیں کرتے۔"

باب دوم

قبولِ اسلام اور ہجرت

ابن سعد نے مندرجہ ذیل روایت لکھی ہے :-

"مجھ سے محمد بن عمر نے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا[1]: "مجھ سے محمد بن صالح نے یزید بن رومان کے حوالے سے بیان کیا کہ عثمانؓ بن عفان اور طلحہ بن عبید اللہ (حضرت) زبیر بن عوام کے اثر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان دونوں کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن کی (کچھ آیات) تلاوت فرمائیں نیز اسلام کی حقّانیت بیان فرمائی اور اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ (وہ دونوں) خدا پر ایمان لے آئے اور آپ کی نبوّت کی تصدیق کی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے آپ سے عرض کیا: "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے سفرِ شام کے دوران جب کہ ہم معان وزرقہ کے درمیان تھے اور آہستہ آہستہ سفر کر رہے تھے[2] تو منادی نے زور سے پکار کر کہا: "اے آہستہ رو مسافرو! قدم بڑھاؤ۔ مکہ میں احمد (محمد مصطفیٰ) نے ظہور فرمایا (نبوّت کا دعویٰ کیا ہے)" چنانچہ ہم لوگ (جلد جلد) آگے بڑھے اور یہاں پہنچ کر آپ کے متعلق سُنا۔"

"حضرت عثمانؓ ایمان لانے والوں میں قدیم تر تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار الارقم میں قیام سے قبل ایمان لے آئے تھے۔"

محمد بن صالح نے یزید بن رومان کے حوالے سے حسب ذیل روایت بھی بیان کی ہے :-

"محمد بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ جب حضرت عثمانؓ مسلمان ہو گئے تو آپ کو آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے

---

[1] اضافہ از ابن سعد، طبقات ۳/۱ ، ۳۷ -

[2] متن تالیف کے اس صفحے پر "فتحرک النیام" کی جگہ "فتحن کا النیام" ابن سعد (طبقات) کی تصحیح ہے۔

رسّی سے کس کر باندھا اور کہا: "کیا تو اپنے آبا و اجداد کے دین سے منحرف ہو کر ایک کمزور (نعوذ باللہ) دین کی طرف راغب ہوا ہے؟ میں تجھے ہرگز نہیں چھوڑوں گا جب تک تو اپنے (نئے) مذہب کو نہ چھوڑ دے۔" حضرت عثمانؓ نے تن کر جواب دیا: "میں نہ اپنے (نئے) مذہب کو ترک کر سکتا ہوں نہ اُن (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے مفارقت اختیار کر سکتا ہوں" آپ کے چچا نے اُن کا یہ استقلال و استقامت دیکھ کر انہیں چھوڑ دیا۔" (معتبر) لوگوں کا بیان ہے کہ مکہ سے حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمانؓ قدیم ترین تھے اور دونوں دفعہ آپ کی بیویؓ (حضرت) رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لوط علیہ السلام کے بعد خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والوں میں یہ دونوں قدیم ترین ہیں۔"

مکہ سے مدینہ تشریف لانے کے بعد (حضرت) عثمانؓ حسان بن ثابت کے بھائی اوس بن ثابت کے پاس جو قبیلۂ بنو نجار سے تھے مقیم ہوئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مہاجرین کی آباد کاری کے لیے زمین کے قطعات تقسیم کیے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لیے (بطور خاص) ایک قطعۂ زمین مختص فرمایا اور جب آپ نے مہاجرین و انصار میں نیز بین المہاجرین "بھائی چارہ" کی رسم ادا فرمائی تو حضرت عثمانؓ بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کو بھائی بھائی بنایا۔ اس کے علاوہ حضرت عثمانؓ اور اوس بن ثابت رضی اللہ عنہما کے درمیان بھی رسم اخوت ادا فرمائی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؐ نے حضرت عثمانؓ اور ابی عبادہ سعدؓ بن عثمان زرقی میں بھی "بھائی چارہ" کرایا۔ واللہ اعلم (بالصواب)

لہ یہ لفظ ابن سعد (طبقات) کا اضافہ ہے (طبقات ابن سعد ۳/۱ : ۳۸)

لہ متنِ تالیف کے اس صفحے پر "سعید" تحریر ہے۔ ہم نے "طبقات ابن سعد" اور "استیعاب" دیکھ کر یہ تصحیح کی ہے (ب)

باب سوم

ذکرِ بیعت و مشورت

ابن سعد سے روایت ہے[1]: ہم سے محمد بن عمر نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"مجھ سے شرجیل بن ابی عون نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے مِسْوَر بن مَخْرَمہ کے حوالے سے کہا:۔

"ایک روز میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ آیا آپ نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد فرمایا ہے، اگر ایسا ہے تو ارشاد فرمائیے۔" مِسْوَر بن مخرمہ کہتے ہیں (اس وقت تو آپ نے سکوت فرمایا مگر) ایک روز جب آپ ممبر پر تھے تو ارشاد فرمایا:۔

"میری وفات کے بعد آپ لوگ ان چھ اشخاص میں سے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یوم وفات تک عزیز رکھتے تھے (انہی کے باہمی مشورے کے بعد) کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لینا۔ وہ اشخاص یہ ہیں:۔

علیؓ بن ابی طالب، زبیرؓ بن عوام، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، عثمانؓ بن عفان، طلحہؓ بن عبیداللہ، اور سعدؓ بن مالک۔ میں آپ لوگوں کو احکام الٰہی، عدل و انصاف اور تقسیم کے سلسلے میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔"

مقتل عمرؓ اور مجلس شوریٰ[2]

عمرو بن میمون سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: میں مسجد میں کھڑا ہوا تھا اور میرے اور حضرت عمرؓ کے درمیان عبداللہ بن عباس کے سوا کوئی نہ تھا۔ صبح کی نماز شروع ہونے والی تھی۔ آپ (حضرت عمرؓ) صفوں کے درمیان سے گزرے اور صفیں سیدھی کرنے کا حکم دے کر آگے (محراب

---

[1] جہاں ہم نے اصل روایت کا ابن سعد کے حوالے سے اضافہ کیا ہے (مرتّب)

[2] اس صفحے پر خرم کی روایت کو ہم نے صحیح بخاری، باب فضائل عمرؓ سے بہ روایت عمرو بن میمون مکمل کیا ہے نیز بیعت عثمانؓ اور مجلس شوریٰ کی روایت بھی بحوالۂ خرم ابن سعد سے مکمل کی ہے (مرتب)

کی طرف) بڑھے اور پہلی تکبیر کہی ۔ آپ پہلی رکعت میں سورۂ یوسف ، سورۂ نحل یا کوئی اور اسی طرح کی سورت تلاوت فرماتے تھے کہ اور لوگ بھی آکر جماعت میں شامل ہو گئے ۔ (رکوع کے لیے) آپ نے تکبیر کہی ہی تھی کہ میں نے آپ کو کہتے سُنا : (کسی نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے یا مجھے کسی کتے نے کاٹ لیا ہے ۔ اسے پکڑو ۔" چنانچہ صف کے دونوں طرف سے لوگ جھپٹے اور داہنی و بائیں جانب سے قاتل کو گھیرے میں لے لیا ۔ اسے پکڑنے والوں میں تیرہ آدمی تھے جن میں سے سات کا اب انتقال ہو چکا ہے ۔ جب اسے اپنی گرفتاری کا یقین ہو گیا تو اس نے (اسی خنجر سے جس سے آپ پر حملہ کیا تھا) خودکشی کر لی ۔

حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں امامت کے لیے آگے بڑھا دیا ۔ کچھ لوگ آپ کو مسجد سے لے جانے لگے ۔ مسجد کے پاس سے گزرتے ہوئے جن لوگوں نے آپ کی آواز سنی وہ بولے : " سبحان اللہ ۔ سبحان اللہ " یعنی خدا کا شکر ہے کہ آپ زندہ ہیں ۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے آہستہ آواز میں فجر کی نماز پڑھائی ۔ آپ (حضرت عمرؓ) نے ابن عباسؓ سے دریافت فرمایا " تم نے میرے قاتل کو دیکھا ؟ " انہوں نے کچھ رُک کر جواب دیا " جی ہاں ، وہ مغیرہ کا غلام[1] ہے " آپ نے پوچھا : " وہی ٹھنگنا سا ؟ " انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا " اللہ اسے غارت کرے (موت دے) بہرحال خدا کی یہی مرضی تھی ۔" پھر فرمایا " خدا کا شکر ہے کہ میرا قاتل کوئی مسلمان نہیں ہے ۔" پھر آپ نے ابن عباسؓ سے کہا ۔ تمہیں اور تمہارے والد ہی کو تو مدینے میں غیر مسلم لوگوں کی اکثریت پسند تھی ! " ابن عباسؓ اور دوسرے لوگ رو رہے تھے ۔ انہوں نے آپ سے کہا " اگر آپ حکم دیں تو ہم ان سب کو قتل کر دیں ۔ آپ نے فرمایا " جو کچھ تم کہتے ہو ممکن ہے بعد میں غلط ثابت ہو ۔ اس لیے تم ارکان اسلام (خصوصاً) نماز اور حج کی پابندی کیا کرو ۔"

آپ کو اٹھا کر آپ کے گھر لے جایا گیا ۔ نماز کے بعد سب لوگ وہیں آ گئے تھے ۔ وہ کہہ رہے تھے " آج سے زیادہ مصیبت ہم پر کبھی نہیں آئی ۔" کسی نے کہا : " ایسی بات زبان سے نہ نکالو ۔" کوئی دوسرا بولا ۔ مجھے ڈر ہے کہیں آپ وفات نہ پا جائیں ۔

جب آپ کو گھر لے جایا گیا تو آپ نے نبیذ طلب فرمائی مگر وہ آپ کے منہ سے باہر نکل آئی ۔ پھر آپ نے دودھ طلب فرمایا اور پیا تو وہ آپ کے زخم کی طرف سے باہر آ گیا ۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ اب آپ جانبر نہ ہو سکیں گے اور رونے لگے ۔ ہم ان کے نزدیک گئے اور حاضرین نے آپ کے حق میں کلمات تعریف و توصیف کہے ۔ ایک نوجوان نے کہا " امیر المومنین ! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ۔ حضورؐ نے آپ کو بشارت دی تھی آپ ہمیں بشارت

---

[1] ابو لولوٴ فیروز ، مغیرہ بن شعبہ کا غلام جو مذہباً عیسائی تھا (مرتب)

دیجیے۔ آپ نے اسلام کو ہر چیز پر مقدم سمجھا۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے عدل و انصاف سے کام لیا اور اب آپ کو شہادت جیسی نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی۔" آپ نے فرمایا: یہ سب باتیں میرے لیے مکتفی نہیں ہیں۔ اسے دیکھ جس کے پاجامے کے پائنچے زمین کو چھوتے ہوں (یعنی میں ایسے لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ مطلب یہ کہ میں نے کبھی (ان باتوں پر) غرور نہیں کیا) مجھ پر اپنے غلام کو ترجیح دے۔ ذرا اپنے لباس کے دامن کو اٹھا کر دیکھ۔ اس (غلام) نے تیرے اس لباس کے لیے اپنی زندگی کی بازی لگا دی۔"

پھر آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "اے ابو عبداللہ دیکھو مجھ پر کسی کا قرض تو باقی نہیں ہے۔" دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ پر کم و بیش چھیاسی ہزار درہم واجب الادا ہیں۔ آپ نے فرمایا "اگر آلِ عمرؓ کے اثاثہ سے یہ قرض ادا ہو جائے تو فبہا ورنہ (میرے قبیلے) بن عدی بن کعب سے مانگ لو۔ اگر ان کے پاس بھی یہ (مجموعی) رقم نہ ہو تو جملہ اہل قریش سے جمع کر لو مگر ان کے سوا کسی اور سے نہ مانگنا۔ بس انہیں سے لے کر میرا یہ قرض ادا کر دینا۔"

اس کے بعد (اپنے بیٹے) عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا: اب ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے میری طرف سے سلام کے بعد میرے لیے میرے عالی مرتبت دوستوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ) کے قریب تدفین کی اجازت طلب کرو۔ مگر مجھے امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ میں آج مسلمانوں کا امیر نہیں ہوں۔ یہ سن کر جناب عبداللہ نے آپ کو سلام کیا اور (تعمیل حکم کی) اجازت چاہی۔ جب وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ کھڑی ہوئی رو رہی تھیں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے عرض کیا "میرے والد عمر بن خطاب نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور یہ گزارش کی ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو ان کی تدفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر صدیقؓ کے مقابر کے پہلو میں عمل میں لائی جائے۔" حضرت عائشہؓ نے فرمایا "یہ جگہ میں نے اپنے لیے مخصوص کی تھی مگر آج اس سے دستبردار ہوتی ہوں۔"

جب عبداللہ بن عمرؓ واپس آئے تو حاضرین نے آپ سے عرض کیا "عبداللہ بن عمرؓ واپس آ گئے ہیں۔" آپ نے فرمایا "مجھے اٹھا۔" جب آپ کو اٹھا کر عبداللہ بن عمرؓ کے قریب کیا گیا تو آپ نے پوچھا "کیا رہا؟" عبداللہ بن عمرؓ نے عرض کیا "وہی جو آپ چاہتے تھے۔ اجازت مل گئی ہے۔" آپ نے فرمایا "الحمد للہ۔ اس سے بہتر میرے لیے کچھ نہیں ہے۔" اس کے بعد فرمایا۔ "میری وفات کے بعد مجھے اٹھا کر پھر ان کے دروازہ پر لے جانا اور میری طرف سے سلام کے بعد ایک بار پھر اجازت طلب کر لینا اگر وہ (دوسری بار بھی) اجازت دے دیں تو بہتر ہے ورنہ مجھے (عام) مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔"

تھوڑی دیر بعد (ام المومنین) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا (بنت عمرؓ) تشریف لائیں تو ہم لوگ ہٹ گئے۔ ان

کے ساتھ دوسری عورتیں بھی تھیں۔ آپ حضرت عمر رضؓ کے قریب آکر تھوڑی دیر روتی رہیں پھر پوچھا "آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟" آپ نے وہی نام دہرا کر فرمایا۔" ان سب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تا وفات خوش تھے۔" پھر کہا،۔ "ان میں سے ہر ایک خلافت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی (پوری پوری) استطاعت رکھتا ہے۔" اس کے بعد فرمایا۔" تم سب گواہ رہنا عبداللہ بن عمر ان میں شامل نہیں ہے۔ اسے میری تعزیت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ ہاں کمزوری اور خیانت سے دُوری اس کا حصہ ہے۔" پھر فرمایا:" میں اپنے بعد (منتخب ہونے والے) خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ مہاجرین کے حقوق پہچانے، ان کے عزت و احترام کی حفاظت کرے، جملہ انصار کے ساتھ بھلائی کرے خصوصاً وہ جنہوں نے اپنے مکانوں کا ایثار کیا اور ایمان میں سبقت کی۔ اُسے چاہیے کہ ان کے احسانات کا اعتراف کرے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرے۔ میں اُسے اہل مصر کے ساتھ بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے اسلام کو جان و مال سے سہارا دیا ہے اور دشمنوں کا غصہ برداشت کیا ہے۔ اب وہ اپنی مرضی سے جو دیں وہ قبول کرنا چاہیے۔ میں اسے عربوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ (در حقیقت) اسلام کی جڑ ہیں۔ ان سے زائد مال لے کر ان کے غریبوں میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ میں اسے ذمیوں کی ذمہ داری کی بھی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ ان سے جو معاہدہ ہو اسے پورا کرنا لازم ہے۔ ان کے علاوہ جو ہوں ان سے جنگ و جدل میں مضائقہ نہیں مگر انہیں بھی ان کی برداشت کی حد سے زیادہ نہیں دبانا چاہیے۔"

آپ کی وفات ہم ان کا جنازہ لے کر چلے اور آپ کی وصیت کے مطابق پہلے حضرت عائشہ کے دروازے پر پہنچے اور اسی کے مطابق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو ان کا سلام پہنچایا اور پہلوئے رسول و ابوبکر صدیق میں تدفین کی اجازت طلب کی۔ حضرت عائشہ رضؓ نے پھر اجازت دے دی جس کے بعد آپ کی پسندیدہ جگہ ہی پر آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ جب لوگ اس سے فارغ ہوئے تو لوگوں کے اجتماع میں عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف نے کہا:" حضرت عمر رضؓ کی وصیت کے مطابق ہم چھ آدمی باہمی مشورے کے بعد انہیں چھ میں سے خلیفہ کا انتخاب کریں گے۔ ہم اس کے لیے پہلے تین آدمی چھانٹ لیں جو خلیفہ کا انتخاب کریں۔ چنانچہ حضرت زبیر رضؓ نے اپنی رائے حضرت علی رضؓ کے حق میں دی، حضرت طلحہ رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کے حق میں اور حضرت سعد بن مالک نے خود حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کے حق میں رائے دی۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بولے۔ آپ اپنی رائے دے چکے۔ اب میرے علاوہ صرف دو آدمی رہ جاتے ہیں۔ یعنی عثمان و علی (رضی اللہ عنہما) میں سعد بن مالک کی اپنے حق میں تجویز سے دست بردار ہوتا ہوں۔ آپ مجھے اجازت دیجیے کہ میں ان دونوں میں سے کسی ایک کو خلافت کے لیے منتخب کر دوں۔" حضرت علی رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ خاموش رہے حضرت عبدالرحمٰن کہہ چکے تھے کہ آپ خود اپنے طور پر فیصلہ کر لیں کہ خلافت کے لیے بہتر کون ہے۔ پھر وہ حضرت علی رضؓ کی طرف اشارہ کر کے بولے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کے علاوہ اوّل المسلمین بھی ہیں۔ دوسرے

دونوں یعنی حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ نے بھی ان سے اتفاق کیا۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰنؓ حضرت علیؓ کا ہاتھ تھام کر بولے "یا علیؓ! اگر میں آپ کے حق میں رائے دوں تو کیا آپ عدل و انصاف کے ساتھ خلافت کی ذمہ داری سنبھالیں گے۔ حضرت علیؓ نے جواب میں کسی قدر توقف فرمایا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے وہی سوال حضرت عثمانؓ کی طرف متوجہ ہو کر کیا اور ان کا فوری جواب اثبات میں سن کر بولے: اے عثمانؓ اپنا ہاتھ اٹھائیے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی بیعت کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی جس کے بعد جملہ حاضرین نے (جن میں اصحاب شوریٰ بھی شامل تھے) بیعت کی۔[1]

ابن سعد بیان کرتے ہیں: "مجھ سے محمد بن عمر نے بیان کیا۔" آپ نے فرمایا: "مجھے ضحاک بن عثمان بن عبدالملک بن عبید بن عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع نے بتایا کہ جب حضرت عمرؓ نے خلافت کے سلسلے میں وصیت کی تو فرمایا: تم پر تین آدمیوں میں سے کسی ایک کا انتخاب واجب ہے اور اس میں مجموعی طور پر چھ کا باہمی مشورہ ضروری ہے۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد اگر کوئی (تم میں سے) اس انتخاب سے انکار، اس کی خلاف ورزی یا تمہارے باہمی فیصلے سے سرتابی کرے تو اس کی فوراً گردن اڑا دینا۔

ابن سعد (طبقات میں) کہتے ہیں: "یہ خبر ہم تک محمد بن عمر سے پہنچی ہے۔" آپ فرماتے ہیں: یہ روایت مجھ سے موسیٰ نے اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے انسؓ بن مالک سے سن کر بیان کی۔ انہوں نے کہا: (حضرت) عمرؓ بن خطاب نے اپنی وفات سے ایک ساعت قبل ابی طلحہ کو بلایا۔ جب وہ آگئے تو آپ نے فرمایا: "اے ابی طلحہ! تم اپنی قوم (مہاجرین قریش) اور انصار میں سے پچاس پچاس افراد لے لینا اور انہیں ہفتہ کے تیسرے دن کی شام تک جانے نہ دینا جب تک تم (اصحاب شوریٰ) کسی ایک کا (خلافت کے لیے) انتخاب نہ کر لو (یعنی اس کے بعد ان سب سے بیعت لے لینا)" پھر اس کے بعد خدا سے اصحاب شوریٰ کے لیے دعا کی کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ خلیفہ کا انتخاب عمل میں لائیں۔

یہ روایت بھی ابن سعد (صاحب طبقات) کی ہے۔ فرماتے ہیں: یہ اطلاع بھی ہمیں محمد بن عمر سے پہنچی ہے آپ نے فرمایا: "مجھ سے مالک بن ابی رجال نے اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ کی زبانی بیان کیا۔ اسحٰق نے کہا ابی طلحہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ دیر قبر عمر پر ٹھہرے۔ پھر آپ مسئلہ خلافت طے کرنے کے لیے چلے گئے۔ پھر انہی نے عبدالرحمٰن بن عوف کا نام (خلافت کے لیے) تجویز کیا۔ پھر اس کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے نام یکے بعد دیگرے پیش کیے گئے حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔

مندرجہ ذیل روایت بھی ابن سعد سے منقول ہے:

---

[1] یہاں بخاری کے نزدیک عمرو بن میمون کی روایت مکمل ہوتی ہے (مرتب)

"ہمیں محمد بن عمر سے معلوم ہوا - آپ نے بیان کیا:" مجھ سے سعید المکتب نے کہا کہ انہوں نے سلمہ بن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے سُنا جنہیں ان کے والد عبدالرحمٰن نے بتایا تھا - ان روایات کے حوالے سے سعید المکتب کا بیان ہے کہ سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کی بیعت حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کی - اس کے بعد حضرت علیؓ بن ابی طالب نے آپ کی بیعت کی - اُس کے بعد سب (حاضرین) نے آپ کی بیعت کر لی -"

ابن سعد کی ایک دوسری روایت یہ ہے:" ہمیں محمد بن عمر سے معلوم ہوا - انہوں نے کہا: مجھے عمر بن عمیرہ بن ھُنَی جو حضرت عمرؓ کے پروردہ غلام تھے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے والد سے سُن کر بتایا کہ بن ھُنَی کے دادا نے کہا: - "میں نے سب سے پہلے جس شخص کو سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کی بیعت کرتے دیکھا وہ حضرت علیؓ تھے - اس کے بعد دوسروں نے آپ کی بیعت کی -

یہ روایت بھی طبقات ابن سعد میں منقول ہے "ہم سے محمد بن عمر نے بیان کیا اور انہوں نے اسماعیل بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی سے آخر الذکر کے والد کے والد کے حوالے سے سُنا کہ جب حضرت عثمانؓ کی بیعت ہو چکی تو آپ نے بڑھ کر لوگوں سے اس طرح خطاب فرمایا - حمد و ثنا کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:" لوگو ہر کام کا آغاز دشوار ہوتا ہے - اس کے بعد روز بروز (اچھے) دن آتے رہتے ہیں - اگر میں کسی بات کو مختصر بیان کروں تو تم خود سمجھ لینا کیونکہ ہم لوگ مقرر نہیں ہیں[1] - ہم اللہ سے علم کے طالب ہیں -"

لوگوں کا بیان ہے کہ آغاز ہفتہ کے دوسرے دن جب کہ ماہ ذی الحجہ ۲۳ھ کی آخری رات کچھ باقی تھی، آپ کی بیعت ہوئی اور ۲۴ھ سے مسند خلافت پر متمکن ہوئے - اسی سال آپ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو حجاج کا سربراہ بنا کر حج کے لیے روانہ کیا - اس کے بعد آپ نے دورانِ خلافت دس بار لوگوں کے ساتھ حج ادا کیا - سوائے اس سال کے جب آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا تھا - اس سال بھی آپ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حجاج کا سربراہ بنا کر حج کے لیے روانہ کیا جنہوں نے لوگوں کے ساتھ مکہ جا کر حج ادا کیا[2] -

ابن وائل کی روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کوفے گئے ہوئے تھے - جب حضرت عثمانؓ کی خلافت وقوع پذیر ہوئی آپ (عبداللہ بن مسعودؓ) ممبر پر تشریف لے گئے اور (مسجد میں نمازیوں سے خطاب کرتے ہوئے حمد و ثنا کے بعد) فرمایا "امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب نے وفات پائی - آج سے زیادہ ہمارے لیے گریہ و بکا کا کون سا دن ہوگا - بہر حال

---

[1] ابن سعد کی روایات یہاں ختم ہوتی ہیں (مرتب)

[2] سن تالیف کے اس صفحے پر یہ لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کے ساتھ جا کر حج ادا کیا - اصل نسخے میں بدیہی طور پر سہو کتابت ہے - دیکھیے طبقات ابن سعد ۳/۱: ۴۳ - ۴۴ (مرتب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (محترم) صحابہ نے اتفاق رائے سے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا ہے کیونکہ ان سے افضل (فی الحال) کوئی نہ تھا[1] ہم نے ان کی بیعت کر لی ہے، آپ لوگ بھی ان کی بیعت کر لیں۔"

زہری سے روایت ہے کہ "حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد مسلسل چھ سال تک نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ فرمانروائی کی۔ اس دوران میں (کسی طرف سے) آپ پر کوئی الزام عائد نہیں کیا گیا۔ قریش میں آپ حضرت عمرؓ سے زیادہ محبوب سمجھے جاتے تھے کیونکہ اول الذکر (انتظامی لحاظ سے) سخت تھے مگر آپ (حضرت عثمانؓ) نے ان کے ساتھ نرمی برتی اور انہیں رعائتیں دیں مگر آپ کی خلافت کے آخری چھ سال ایسے تھے جس میں آپ نے اپنے اقربا اور اہل خاندان کو صاحب اقتدار بنایا۔ انہیں (مختلف علاقوں میں) عامل مقرر کیا۔ مروان بن حکم کے لیے افریقہ کے خراج کا خمس (پانچواں حصہ) مقرر کیا۔ اپنے عزیز و اقارب کو مال و دولت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کی دلیل یہ تھی کہ آپ انہیں صلہ رحمی کے علاوہ ان کی اسلامی خدمات کا صلہ دیتے ہیں جس کا انہیں خدا کی جانب سے اختیار ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہمانے جن حقوق سے ہمیں محروم رکھا تھا وہ بحال کر دیے ہیں (بس اس کے علاوہ کچھ نہیں) پھر جو کچھ (ان لوگوں کو) دیتا ہوں وہ بیت المال سے نہیں بلکہ اپنے پاس سے دیتا ہوں لیکن لوگوں نے آپ کے ان دلائل کو تسلیم نہیں کیا۔[2]

سیف بن عمرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے عبدالملک بن جریج سے اور انہوں نے حضرت نافعؓ سے ابن عمرؓ کے حوالے سے بیان کیا۔ آخر الذکر نے فرمایا: "میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا: کیا آپ اللہ تعالیٰ کے پاس اس حال میں جانا چاہتے ہیں کہ امت رسولؐ رسول کا کوئی راعی نہ ہو؟، آپ نے فرمایا: "اگر میں نے کسی کو خلیفہ نامزد کیا تو وہ مجھ سے بہتر ہو گا اور جس سے صرف نظر کروں گا وہ بھی (یقیناً) مجھ سے بہتر ہو گا۔"

راوی کہتے ہیں: میں نے پھر عرض کیا" مگر کب؟) کیا آپ اپنے گلے (رعایا) کو اس حال میں چھوڑنا چاہتے ہیں کہ ان کی دیکھ بھال والا کوئی (فرد واحد) نہ ہو۔ چنانچہ آپ نے مجلس شوریٰ نامزد کر دی" اسی راوی کا بیان ہے کہ آپ (حضرت عمرؓ) نے فرمایا: "مجھے یقین ہے کہ یہ لوگوں سے نا انصافی نہیں کریں گے۔"

نیز مبشر نے جابر سے روایت کی ہے: "جب آپ پر خنجر سے حملہ ہوا (اور آپ کو گھر لے جایا گیا) تو لوگوں کو (زخم کی بنا پر) شک تھا کہ آپ کچھ پی بھی سکیں گے یا نہیں۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے نبیذ طلب فرمائی مگر (غالباً) آپ کو اس سے تشفی نہ ہوئی۔ پھر دودھ دیا گیا تو وہ منہ سے اچھل کر چہرہ پر آ گیا اور اس کے ساتھ خون بھی تھا اس کے بعد آپ نے کچھ خاص وصیتیں فرمائیں اور عام لوگوں کو سامنے طلب کیا۔ پھر ان سے یوں مخاطب ہوئے: "لوگو! آج

---

[1] یہاں لفظ "فوق" ہے جس کا مفہوم بہتر و افضل ہے (مترجم) ۱۲۔

[2] دیکھیے طبقات ابن سعد ۳/۱ : ۴۴ (مرتب) ۱۲۔

اُمت محمدیہ کا فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے۔ تم امت رسولؐ کے ذمہ دار افراد ہو اور مجلس شوریٰ میں سے بھی ہر شخص کو جانتے ہو۔ اگر تم کسی (کی خلافت) پر اتفاق کر لو تو اس پر مضبوطی سے جمے رہنا۔ یہ خدا اور آخرت کا معاملہ ہے۔ اگر تم اس سلسلے میں دنیا کے طالب ہوئے اور آپس میں اختلاف کیا تو یہ عظمت تم سے چھن جائے گی اور پھر کبھی نہ ملے گی۔ تم میری زندگی میں مجھ سے وعدہ کرو کہ میرے بعد کسی تنازع کا شکار نہیں ہوگے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ ان چھ افراد میں سے جنہیں میں نے نامزد کیا ہے خلافت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ انہوں نے کہا: "ہمیں معلوم نہیں" آپ نے فرمایا میری رائے مانتے ہو تو سنو کہ وہ انہیں چھ[1] میں سے ایک ہے۔ تم انہیں میں سے اس کا انتخاب کر لینا۔ طلحہؓ شام گئے ہوئے ہیں ان کا انتظار کر لو اگر وہ آجائیں تو ٹھیک ہے ورنہ ابن عمرؓ کو ان کی جگہ مجلسِ شوریٰ میں شامل کر لینا مگر وہ منتخب ہونے والوں میں شامل نہیں ہے۔ اس سے زیادہ تعداد میں اضافہ نہ ہو۔ اگر ان لوگوں کا آپس میں اختلاف رائے ہو تو تم اکثریت کا ساتھ دینا۔ مقداد اس کا انتظام کریں گے۔"

راوی کا بیان ہے کہ "حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد تین دن تک انتظار کیا گیا۔ جب تیسرا دن ہوا تو حضرت مقدادؓ لوگوں کو حضرت عائشہؓ کے مکان پر لے گئے اور بولے: پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی طرف دیکھو پھر اپنی رائے کا اظہار کرو۔"

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: "جو سمجھ لے وہ اپنی ذات کو الگ کر لے۔ سب خاموش رہے تو عبدالرحمٰن خود ہی بولے۔" میں خود کو اور اپنے چچا زاد بھائی سعد بن وقاص کو الگ کرتا ہوں۔ لیکن بخدا اس سکوت میں گمان شامل نہ تھا۔ صرف فیصلے میں رکاوٹ تھی[1]۔ اب تم خود فیصلہ کر لو۔ حاضرین نے کہا "اچھا" مگر سوچتے ہی رہے۔

"اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ چلے گئے اور جملہ قدیم ترین مہاجرین اور انصار کو بلا لائے۔ مدینے کا کوئی شخص ایسا نہ تھا جسے بلایا نہ گیا ہو۔ پھر سب نے بالاتفاق حضرت عثمانؓ کے حق میں رائے دی۔"

(یہ بھی کہا جاتا ہے کہ) "دوسرے دن عبدالرحمٰن بن عوفؓ اپنے گھر گئے مگر وہاں شب باش نہیں ہوئے۔ صبح کو آپ نے اہل مدینہ کے انصار و مہاجرین کو جمع کیا۔ آپ کا بیان ہے کہ (صبح کی نماز کے بعد ظہر کے وقت تک آپ جو کچی نیند میں تھے اسی حالت میں آپ نے کسی کو کہتے سنا: "اٹھ اور اس معاملہ کا فیصلہ کر۔" آپ نے پوچھا: "کس طرح؟" بتایا گیا کہ "پہلے لوگوں کو جمع کرو۔ پھر انہیں فیصلے کی طرف متوجہ کرو، پھر انہیں اجماع اُمت کی اہمیت بتاؤ۔" اس کے بعد انہیں انتباہ کے بعد حدیث رسول جو (اجماع اُمت کے) انہیں مدارج پر مشتمل ہے سنائی[2]۔ چنانچہ آپ نے ان ہدایات

---

[1] یہاں متن تالیف میں "ظن" استعمال ہوا ہے (مرتب) ۱۲۔ [2] ابو داؤد کی روایت محققہ محمد محی الدین عبدالحمید (طبع دوم قاہرہ، ۱۹۵۰ء) حدیث ۵۸۲، ۵۸۳ نیز صحیح ترمذی (طبع مصر، ۱۲۹۲ھ) ۱: ۹۱ مع اختلاف روایت۔

پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کو جمع کیا۔ انہیں معاملے کی اہمیت بتائی، اتفاق رائے پر حدیث رسول بھی سنائی۔ جب سب نے استقامت کی حامی بھر لی تو فرداً فرداً سب سے کہا: "سنو! میں اگر تم میں سے کسی کی بیعت کر لوں تو کیا وہ خلیفہ بنا دیا جائے[1]
پھر عثمانؓ و علیؓ کا یکے بعد دیگرے نام لے کر بولے: میں نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لی ہے۔ کیا تمہارے خیال میں عثمانؓ سے بہتر خلافت کے لیے (علیؓ کے علاوہ) ہم میں سے کوئی ہے؟" سب نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا اور حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لی۔ جس کے بعد سب نے حضرت عثمانؓ کی امامت میں نماز عصر ادا کی۔"

عمرو بن محمد سے بحوالہ شعبیؒ اور مسروقؒ روایت ہے: آخر الذکر نے کہا کہ مجھ سے ابن مسعودؓ نے بیان کیا: "حضرت عثمان کے اعلان خلافت کے دوسرے دن کا واقعہ ہے کہ کوئی شخص آپ (حضرت عثمانؓ) کی افضلیت کا منکر نہ تھا۔ آپ (حضرت عثمانؓ) نے سب کو قرآن اور احکام دین پر عمل کی ہدایت کی۔"

ابن جریج نے نافع سے اور انہوں نے عبد اللہ بن عمرؓ کے حوالے سے روایت کی ہے۔ آخر الذکر نے بیان کیا: حضرت عمرؓ نے فرمایا: "مجھے معلوم ہے کہ لوگ ان[2] دونوں (حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما) کے ساتھ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر باوقار سمجھتے تھے کہ حضرت جبریلؑ سے زیادہ[3] ان کی طرف مائل ہوتے تھے انصاف نہیں کریں گے۔"

مبشر نے سالم کے حوالے سے روایت کی ہے کہ (قریش کے) پچاس افراد میں مقداد کے ساتھ ابو طلحہ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "یہ چھ اشخاص (اپنے فیصلے میں) تین تین ہو جائیں یعنی متفقین اور مخالفین کی تعداد برابر ہو تو تم ان کے ساتھ ہو جانا جن میں عبد الرحمٰنؓ بن عوف شامل ہوں اور آخر الذکر جس کو ترجیح دے تم بھی اسی کو ترجیح دینا۔"

حضرت صہیبؓ نے تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھائی جن میں مجلس شوریٰ کے ارکان بھی شامل تھے جیسا کہ کہا گیا:
"صہیب نے تین دن نمازیں پڑھائیں۔ پھر انہوں نے یہ ذمہ داری حضرت عثمان بن عفانؓ کو بغیر جبر سونپ دی کیونکہ ابی حفصؓ (حضرت عمرؓ) کی وصیت کے مطابق قریش کے چھ افراد نے جو مہدی و منصور سے زیادہ بڑا اعتماد تھے انہیں افضل سمجھ کر ان کی بیعت کی جو ظاہر و باطن یکساں تھی۔"[4]

---

[1] اصل متن میں الفاظ مٹے ہوئے اور غیر واضح ہیں۔
[2] مطبوعہ نسخے میں یہی الفاظ ہیں مگر اصلی (قلمی) نسخے میں انتم والناس لکھا ہے۔
[3] مطبوعہ نسخے میں تیلفی کی جگہ تبلیغ ہے (مرتب)
[4] یہ اشعار فرزدق سے منسوب ہیں (مرتب)

اسماعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ آخر اللہ کرنے کہا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا[1]: تم ہمیں فتنے کی باتیں سناتے ہو حالانکہ اس کے ذمہ دار تم خود ہو (کیونکہ اس کا سدِ باب نہیں کرتے)۔ حذیفہ نے دریافت کیا: "کیا میں؟" آپ نے فرمایا "ہاں تم! میں اور کسی کو اس کا ذمہ دار نہیں سمجھتا"۔ ابو حذیفہ نے کہا: "یا امیر المومنین! انسان کا فتنہ اس کی اپنی ذات، اس کے مال و منال اور اہل و عیال میں ہوتا ہے۔ اور طہارت و نماز کو بھی (اس کے لیے) بمنزلۂ کفر بنا دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں" وہ سمندر کی موج کی طرح (ٹھاٹھیں مار کر) آگے بڑھتا ہے۔" ابو حذیفہ نے کہا: "یا امیر المومنین! آپ کے اور اس کے درمیان تو بند دروازہ ہے۔ دروازہ یا تو کھولا جاتا ہے یا توڑا جاتا ہے۔" آپ نے فرمایا: (ایسا دروازہ) کھولنے کے بجائے توڑا جاتا ہے، (فتنہ کے سدِ باب کے لیے) اور میں جب تک جزیرۂ عرب میں ہوں ایسا ہی ہو گا۔"

ذکرِ فضائل عمر بن خطابؓ

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ "میں جنت میں داخل ہوا تو میری نظر ایک قصر ابیض (سفید محل) پڑی۔ اس کے دروازہ پر ایک کنیز کھڑی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ یہ کس کا محل ہے؟" تو اس نے جواب دیا "عمر کا۔" اس کے بعد رسول اللہ نے فرمایا۔ "میں نے چاہا کہ اسے اندر سے جا کر دیکھوں مگر اے عمر! مجھے تمہاری غیرت و حمیت کا خیال آگیا۔" راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر حضرت عمرؓ رونے لگے اور عرض کیا: "یا رسول اللہؐ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کیا میری غیرت و حمیت آپ سے بھی زیادہ ہے؟" یہ حدیث متفق علیہ اور احادیث صحیحہ میں سے ہے۔ جسے بخاری و مسلم (رحمہما اللہ) نے صحیحین میں درج کیا ہے[2]۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ گزرے ہیں جن کا ذکر زمانہ دراز تک باقی رہا۔ میری امت میں اگر ایسا کوئی شخص ہوا تو وہ صرف عمرؓ ہو گا۔" یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے[3]۔

نبی کریمؐ نے فرمایا: "اللہ نے حق کو زبان عمرؓ پر وضع کیا اور وہ اسی میں گفتگو کرتے ہیں[4]۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہ کا قول ہے کہ: "سکون و وقار عمرؓ کی زبان سے بولتا ہے[5]۔"

---

[1] بخاری (مطبوعہ بولاق) یہ حدیث فتنہ کے بارے میں ہے [2] بخاری ۵/۱۰ نیز مسلم (ط: عیسیٰ حلبی) حدیث ۲۳۹۵ (مناقب عمرؓ) [3] بخاری ۵: ۱۲ نیز مسلم حدیث ۲۳۹۸ تغیر الفاظ۔

[4] مجمع الزوائد، ۹: ۶۶ نیز دیکھیے مسند امام احمد طبع المعارف، اشاعت ۷، حدیث ۵۱۴۵

[5] مجمع الزوائد، ۹ ص ۶۸۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جو کچھ قرآن کے ذریعہ لوگوں کے لیے نازل ہوا وہ ان کے لیے امر قطعی
مگر وہ عمرؓ ہی ہیں جن کے حسب خواہش قرآن اترا[1]۔"

ابن مسعود کا قول ہے! میں نے حضرت عمرؓ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی قطعی بات کہی ہو جب تک اس کی ہدایت
(راستی پر) کسی فرشتہ غیب کی طرف سے نہ پالی ہو۔" یہ قول بھی ابن مسعود کا ہے[2]: حضرت عمرؓ اسلام کا وہ مضبوط قلعہ
تھے جس میں اسلام داخل ہو کر پھر باہر نہیں آیا مگر جب آپ کی وفات ہو گئی تو اس قلعہ میں ایسے رخنے پڑ گئے کہ اسلام
اس سے نکل کر پھر اس میں داخل نہ ہوا۔ آپ نے ہمارے لیے جن طریقوں کی بنا ڈالی وہ (ہمیشہ) ہمیں راس آئے۔
جب آپ نے صالحین کا ذکر کیا تو اس میں (کبھی) افراط تفریط سے کام نہیں لیا۔ میری[3] تمنا ہے کہ میں ان کے نقش قدم پر چل سکوں
ابن عباس سے روایت[4] ہے۔ آپ نے فرمایا" میں ان لوگوں سے واقف ہوں جنہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کی
خلافت کے لیے اللہ سے دعا کی تھی۔ جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو میں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص میرے
شانے پر کہنی رکھے کہہ رہا ہے:۔ اللہ تجھ پر رحم فرمائے، میں چاہتا ہوں کہ تو بھی اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ ہو
پھر اس شخص نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر فرماتے سنا ہے: ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما)
ہمیشہ میرے ساتھ رہے اور انہوں نے ہر قول و فعل میں میرا ساتھ دیا" حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ "میں نے
غور سے جو دیکھا (تو مجھ سے یہ کہنے والے) حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے۔" یہ حدیث بخاری و مسلم بخاری و مسلم نے با
صحیح) پیش کی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ آپ نے کہا کہ[5] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما)
دونوں اہل جنت میں سب بوڑھوں کے سردار ہوں گے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "یہ (ابوبکرؓ و عمرؓ
رضی اللہ عنہما) سوائے انبیاء و مرسلین کے تمام اوّل و آخر بوڑھوں کے سردار ہوں گے۔" امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ
" یہ حدیث غریب ہے، اس لیے اسے عون بن ابی جحیفہ نے (خصوصی طور پر) اپنے والد کے حوالے سے روایت کیا ہے
ابی سعید خدریؓ سے روایت ہے، آپ نے کہا کہ[6] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلند مرتبہ لوگوں میں سے کچھ

---

[1] صحیح ترمذی ، ۲/ ص ۲۹۲
[2] طبقات ابن سعد ۳/۱ : ۲۷۰ بہ تغیر الفاظ۔
[3] متن میں فصل کی جگہ فضل ہے (جو سہو کتابت ہے)
[4] بخاری، ۵ : ۹ نیز مسلم: حدیث ۲۳۸۹ - [5] بحوالہ مجمع الزوائد، ۹ : ۵۳۔
[6] مجمع الزوائد، ۹ : ۵۴۔

خاص لوگوں کو اہل جنت پر شرف حاصل ہوگا، جنت ان کے لیے ایسی روشن کی جائے گی جیسے بڑے موتی کی طرح روشن ستارہ ہو، ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) انہیں خاص لوگوں میں ہیں جو اس شرف سے مشرف ہوں گے۔"

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے[2] آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میرے بعد ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتدا کرنا۔" یہ دونوں حدیثیں حافظ عبدالرزاق (صنعی) نے مقتل عمرؓ میں روایت کی ہیں اور انہیں (حافظ عبدالرزاق (صنعی) نے مع اسناد شفیق سے بحوالۂ عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بطابق کلام الٰہی روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ) اللہ ان (حضرت عمرؓ) کا محافظ ہے اور جبریلؑ بھی اور یہ مومنین میں صالح ترین ہیں" (سورہ تحریم: ۴) اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھ پر ایمان لانے والوں میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) صالح ترین ہیں۔"

حافظ عبدالرزاق نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے[3]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "(ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے باہر تشریف لائے (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم ان شیخین (رضی اللہ عنہما) سے محبت کرتے ہو؟" حضرت علیؓ نے جواب دیا: "ہاں (بے شک)" (اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم ان دونوں کی محبت کی بنا پر جنت میں داخل ہو گے۔"

ایک اور روایت حافظ عبدالرزاق (صنعی) سے جسے انہوں نے ابی سلمہؓ سے بحوالہ ابوہریرہ دوسیؓ یوں نقل کیا ہے:-

ابوہریرہؓ کہتے ہیں: "(ایک روز) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی آگئے (انہیں دیکھ کر) رسول اللہ نے فرمایا: "میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے تم دونوں کے ذریعہ میری مدد فرمائی۔"[4]

ابوبکر محمد بن حسین آجریؒ نے کتاب الشریعت میں اپنی اسناد کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت پیش کی ہے۔ موخر الذکر نے کہا:[5] ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ آپ کے

---

[1] مجمع الزوائد، ۹: ۵۴۔ [2] متن تالیف کے اس صفحے پر ابی ار الدوسی تحریر ہے (مرتب)

[3] مجمع الزوائد ۹: ۵۲، راوی: براء بن عازب۔ طبرانی جو اوسط میں حبیب بن ابی حبیب درج کیا ہے وہ جدید تحقیق کی رو سے متروک ہے (مرتب)

[4] مجمع الزوائد ۹: ۵۳۔ راوی: ابوہریرہؓ۔ طبرانی جو اوسط میں خالد بن یزید عمری لکھا ہے وہ غلط ہے (مرتب)

داہنی جانب اور حضرت عمرؓ آپ کے بائیں جانب تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے روز ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔" کتاب الشریعت میں یہ حدیث بھی ابوبکر محمد بن حسین آجری نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عمرو بن عاص کے حوالے سے پیش کی ہے وہ کہتے ہیں "عبداللہ بن عمرو بن عاص نے بیان کیا[1] رسول اللہ صلعم نے ایک دن فرمایا: "میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے صحابیوں میں سے کچھ لوگوں کو روئے زمین کے بادشاہوں کے پاس اسلام کی دعوت دے کر بھیجوں"۔ لوگوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ ابوبکرؓ اور عمرؓ کو کیوں نہیں بھیجتے؟ یہ دونوں (بہ لحاظ گفتگو) بلیغ ترین ہیں۔" حضور نے ارشاد فرمایا: "میں ان سے سبکدوشی حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان دونوں کی حیثیت دین میں ایسی ہے جیسے کان اور آنکھوں کی جسم انسانی میں۔"

ابوبکر محمد بن حسین آجریؒ نے یہ حدیث بھی اپنی اسناد کے ساتھ ابی سعید کے حوالے سے پیش کی ہے، ابی سعید کہتے ہیں[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کوئی نبی ایسا نہیں جس کے دو وزیر آسمان والوں اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں۔ میرے وزیر آسمان والوں میں سے جبریل اور میکائیل علیہ السلام اور زمین والوں میں سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔"

یہ حدیث بھی آجریؒ نے ابی امامہ کے حوالے سے پیش کی ہے۔ ابی امامہ کہتے ہیں[3]: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں اور جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا گیا ہے اس کے سامنے میزان آئی، میں پہلے پلڑے میں اپنی اُمّت کو لے کر آیا، پھر دوسرے پلڑے میں امت کو لے کر آیا، دوسری بار پہلے پلڑے میں جو میرے ساتھ اُمتی آئے اس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے۔ پھر میں دوسرے پلڑے میں پیچھے اپنی امت کے پاس گیا اور اسے لے کر آیا تو اس میں عمرؓ پیش پیش تھے۔ پھر میں (میزان میں) نیچے چلا گیا اور دیکھا کہ میزان آسمان کی طرف بلند ہوتی چلی جا رہی ہے۔"

ایک اور حدیث آجریؒ نے ابی سعید خدریؓ کے حوالے سے یوں پیش کی ہے: "ابی خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[4]

---

[1] مجمع الزوائد ۹ : ۵۲۔ یہ حدیث عمرو بن عاص کے حوالے سے روایت کی گئی ہے۔ اسے طبرانی نے بھی (اوسط میں) درج کیا ہے لیکن راوی کا نام نہیں بتایا (مرتب)

[2] مجمع الزوائد ۹ : ۱۔ طبرانی نے اس حدیث میں مجیب بن ثقفی کا جو حوالہ دیا ہے وہ غلط ہے۔ اسی طرح بزار نے اپنے ہاں عبدالرحمٰن بن مالک بن مغول کا جو حوالہ دیا ہے وہ بھی غلط ہے (مرتب)

[3] مجمع الزوائد ۹ : ۵۸/۵۹ (احادیث مشابہ) مرتب۔

[4] مجمع الزوائد ۹ : ۵۴۔ یہ حدیث جابر بن سمرۃ سے بھی بہ تغیرِ الفاظ مروی ہے مگر اصل میں "انعما" کی جگہ "نعما" ہے (مرتب)

"جو بلند مرتبت لوگ ہیں انہیں نیچے درجے کے لوگ اس طرح دیکھتے ہیں جیسے افق یا آسمان پہ بڑے موتیوں کی طرح روشن ستارے ہوں، ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) انہیں عالی مرتبت لوگوں میں سے ہیں جنہیں (خدا کی طرف سے) یہ اعزاز واکرام حاصل ہے۔"

اسی طرح کی ایک اور حدیث بھی آجریؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عمرؓ کے حوالے سے یوں پیش کی ہے:

"ابن عمرؓ راوی ہیں[۱] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "(میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی) یا اللہ! ان دونوں اشخاص یعنی عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام میں سے جو تجھے عزیز ہو اس کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما چونکہ اللہ کو عمرؓ عزیز تھے چنانچہ صبح ہوتے ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔" آجری سے بحوالہ (عبداللہ بن مسعودؓ) یہ بھی مروی ہے کہ آخرالذکر نے فرمایا[۲]: (اسلام کے بعد) اس سے بڑی کوئی عزت (اللہ کی طرف سے) ہمیں نہیں بخشی گئی کہ حضرت عمر بن خطابؓ مسلمان ہو گئے۔"

یہ بھی آجریؒ بحوالہ (حضرت انس بن مالکؓ) بہ اسناد مروی ہے[۳] کہ حضرت عمرؓ نے (ایک روز) فرمایا: "میں نے تین مرتبہ اپنے رب کو اپنی بات سے متفق بنایا۔ ایک یہ کہ (ایک دفعہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:- کاش آپ مقام ابراہیمؑ میں مصلّٰی بناتے۔ چنانچہ اس کے بعد اسی کے مطابق آیت کریمہ واتخذ و من مقام ابراھیم مصلیٰ) نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی ازواج مطہرات کو نیک و بد سب لوگ دیکھتے ہیں۔ کاش آپ انہیں (ازواج مطہرات کو) پردہ کا حکم صادر فرماتے۔ چنانچہ اسی کے مطابق آیت حجاب اتری۔ پھر فرمایا: ایک مرتبہ آپ کی ازواج ایک دوسری کی مخالفت میں آپ کے پاس جمع ہوئیں میں نے کہا (ترجمہ) "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سب کو طلاق دے دیں تو آپؐ کا رب آپؐ کو اس کے بدلے میں تم سے بہتر ازواج عطا فرما دے گا۔" چنانچہ اس کے بعد بالکل انہیں الفاظ میں آیت نازل ہوئی۔ (سورۂ تحریم: ۵) ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے تین کی بجائے چار مرتبہ کی بات بتائی بلکہ اس سے بھی زیادہ[۴] مثلاً تخلیق انسانی کے متعلق کہا تھا کہ "اللہ نے انسان کو مٹی کے سلالہ سے پیدا کیا اور پھر ویسی ہی آیت اتری (سورۂ مومنون: ۱۲) نیز کہ آپ نے کہا "فتبارک اللہ احسن الخالقین" اور پھر یہی آیت نازل ہوئی (سورۂ مومنون: ۱۴)

---

[۱] مجمع الزوائد ۹: ۶۱ [۲] بخاری ۵: ۱۱۔

[۳] مسند امام احمد ۱/ حدیث ۱۵۷

[۴] مجمع الزوائد ۹: ۶۷ نیز مسند امام احمد ۶/ حدیث ۳۶۲۴ اختلاف الفاظ کے ساتھ جو اس سلسلے میں چار مقامات کے بارے میں ہے (مرتب)

آخری حدیث جو ابن عمرؓ سے مروی ہے یہ ہے : "حضرت عمرؓ نے فرمایا : "میں نے تین باتوں میں اللہ تعالیٰ کو متفق بنایا۔ ایک پردے کے بارے میں دوسرے بدر تک بڑھنے کے بارے میں ، تیسرے مقام ابراہیم کے بارے میں۔"
آجریؒ نے یہ حدیث عقبہ بن عامر کے حوالے سے پیش کی ہے آخر الذکر نے کہا[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطابؓ ہوتے۔" آجریؒ نے ایک اور حدیث اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عمر کے حوالے سے بیان کی ہے۔ آخر الذکر نے کہا[2] : "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ، آپ نے فرمایا :
"ایک مرتبہ میں نے حالت خواب میں دیکھا کہ کسی نے مجھے دُودھ کا پیالہ دیا۔ میں نے وہ (سیر ہو کر) پیا حتیٰ کہ وہ میرے ناخنوں سے ٹپکنے لگا۔ چنانچہ باقی دودھ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ لوگوں نے پوچھا : یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے حضرت عمرؓ کو کیا چیز تولیت میں دی ؟" آپ نے فرمایا : "علم" ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ آپ نے کہا[3] : رسول اللہ نے ارشاد فرمایا : "عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اہل جنت کے چراغ ہیں۔"

کعب احبار کا حضرت عمرؓ کو شہادت سے مطلع کرنا

کتاب الشریعت میں ابوبکر آجری نے بہ اسناد مِسور بن مخرمہ کے حوالے سے لکھا ہے۔
آخر الذکر نے اپنی ماں عاتکہ بن عوف بنت عوف سے سُن کر بیان کیا کہ ایک روز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بازار میں گھوم رہے تھے کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابو لولو ، نے آپ کو دیکھ کر عرض کیا۔ "یا امیر المومنین ! آپ نے مجھے مغیرہ بن شعبہ کو دیا ہے مگر وہ میری کمائی کا بڑا حصہ مجھ سے لے لیتے ہیں۔" آپ نے پوچھا : "تم دن بھر میں کتنا کما لیتے ہو ؟" اس نے جواب دیا "دو درہم" آپ نے پوچھا : "اور تم کام کیا کرتے ہو ؟" اس نے کہا : "نجّاری ، نقاشی اور حدّادی (لوہار کا کام)" آپ نے فرمایا : " ان کاموں سے جو تمہیں آمدنی ہوتی ہو گی اس کو دیکھتے ہوئے دو درہم کچھ زیادہ نہیں ہیں۔" پھر آپ نے اس سے پوچھا : " اگر میں کہوں تو کیا تم مجھے بخوشی ایک (عمدہ) خنجر بنا کر دے سکتے ہو ؟" اس نے جواب دیا یقیناً۔ پھر بولا : "میں اگر زندہ رہا تو آپ کے لیے ایسا خنجر بناؤں گا کہ اس کا ذکر مشرق و مغرب میں ہر شخص کی زبان پر ہو گا۔" اُس کے بعد (حضرت) عمرؓ اپنے مکان تشریف لے گئے۔ دوسرے دن صبح کو کعب احبار نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا : "یا امیر المومنین ! میں شرط لگاتا ہوں کہ آپ تین دن

---

[1] مجمع الزوائد ۹ : ۶۸
[2] بخاری ۵ / ۱۰ نیز مسلم ، حدیث ۲۳۹۱ اور مجمع الزوائد ۹ : ۶۹ (مرتب)
[3] مجمع الزوائد ۹ : ۶۸۔

میں وفات پا جائیں گے۔"

آپ نے دریافت کیا: "یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" انہوں نے عرض کیا: "توریت سے" آپ نے پوچھا: "کیا توریت میں میرا نام لکھا ہے؟" انہوں نے کہا: "نام تو نہیں لکھا مگر آپ کی سیرت اور شکل و صورت دیکھ کر کہ توریت میں اسی کا ذکر ہے، مجھے یقین ہے کہ وہ آپ ہی ہیں[1]۔" یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے کسی گھبراہٹ یا رنج کا اظہار نہیں کیا۔

اگلے دن کعب احبار پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "یا امیر المومنین! ایک دن گزر چکا ہے۔ (اب آپ کی وفات میں) دو روز باقی ہیں۔" تیسرے روز وہ پھر آئے اور آپ سے کہا: "یا امیر المومنین! (آپ کی وفات میں اب) صرف ایک دن اور ایک رات باقی رہ گئے ہیں۔" عائذ بن عوف کا بیان ہے کہ دوسری صبح کو[2] حضرت عمرؓ اپنے گھر سے نماز کے لیے (مسجد میں) تشریف لے گئے۔ جب لوگ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے صفوں کے درمیان جا کر انہیں سیدھا کرایا اور پھر آگے بڑھ کر پہلی رکعت کی تکبیر (اولیٰ) کہی۔ اسی وقت ابو لولوء لوگوں کے درمیان (پہلی صف میں آپ کے بالکل پیچھے) آکر کھڑا ہوگیا۔ اس کے پاس دو دھارا خنجر تھا جس کا قبضہ درمیان میں تھا۔ اس نے (حضرت عمرؓ پر خنجر سے) چھ وار کیے جن میں سے ایک آپ کی گردن کے بالکل نیچے تھا، اور وہی مہلک ثابت ہوا۔ زخموں کی تکلیف کے باعث آپ نے نماز کی نیت توڑ دی تھی اور عبدالرحمٰن بن عوف کو امامت کا حکم دیا تھا۔ پھر آپ کو آپ کے گھر لے جایا گیا جہاں آپ نے (بازار میں ابو لولوء سے ملاقات اور کعب احبار کی پیش گوئی کی) تفصیل بتائی۔ اس کے بعد آپ نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ اور لوگوں کو بلائیں جب مہاجرین و انصار نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا تو آپ نے پوچھا: "کیا حملہ آور تم میں سے کوئی تھا؟" سب نے یہ سُن کر کہا: "معاذ اللہ" یعنی ہم میں سے ایک سے بھی قبیح فعل سرزد نہیں ہو سکتا تھا۔ فوراً ہی کعب بھی آگئے۔ انہیں دیکھ کر آپ نے فرمایا:۔

"کعب نے تین دن کے اندر اندر میری موت کی پیش گوئی کی تھی[3] اور ان کی بات سچ نکلی[4] میں مرنے والا ہوں مگر موت کے بعد پھر موت نہیں آتی جب کہ گناہ کے بعد گناہ کا امکان باقی رہتا ہے۔" (دو شعروں کا ترجمہ)

لوگوں نے آپ سے عرض کیا: "یا امیر المومنین! کسی طبیب کو بلا لیجیے۔" چنانچہ آپ نے قبیلہ بنی حارث کے

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہی لفظ ہے، اصل مخطوطہ میں ایک الف زیادہ ہے (جو غالباً سہو کتابت ہے)۔ مرتب۔

[2] مطبوعہ نسخے میں "جب صبح ہوئی" ہے اور متن تالیف کے اس صفحے پر "صبح کے وقت" تحریر ہے (مرتب)

[3] مطبوعہ نسخے میں "واعدنی" کی جگہ "اوعدنی" لکھا ہے (مرتب)

[4] مطبوعہ نسخے میں ماقالہ کی جگہ قال لی، درج ہے (مرتب)

ابن کعب کو طلب فرمایا۔ اس نے آپ کو نبیذ پلائی جو ویسی کی ویسی اُلٹ گئی اور اس کے ساتھ آپ کو خون کی قے بھی ہوئی پھر آپ کو دُودھ پلایا گیا مگر وہ بھی ویسا کا ویسا منہ سے باہر آگیا۔ آپ سے کہا گیا: "یا امیر المومنین! (خلافت کے لیے) کسی کا نام بتا دیجیے۔" آپ نے فرمایا: "اس کام سے میں پہلے ہی فراغت پا چکا ہوں۔ آپ نے چوتھی شب کو وفات پائی۔ بہ ماہ ذی الحجہ کی تیسری شب تھی اور ۲۳ سنہ ہجری تھا۔ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو پہلے چار ممتاز اشخاص نے اسے کاندھا دیا۔ آپ کو حضرت عائشہؓ کے گھر میں آپ کے دو دوستوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ) کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کا دورِ خلافت دس سال پانچ مہینے اور گیارہ راتوں پر مشتمل ہے۔ وفات کے وقت آپ کا سن شریف ۶۳ سال تھا۔[2]

حضرت عمرؓ کی وفات پر جنات کا نوحہ

محمد بن حسین آجری ابو العباس سہل بن ابی کہیل واسطی، یحییٰ بن حبیب عربی، حماد بن زید، ایوب اور عبد اللہ بن ابی ملیکہ کے سلسلہ وار حوالے سے کہتے ہیں: "حضرت عمرؓ کی وفات پر جنات نے درج ذیل نوحہ پڑھا:۔

"آپ پر امیر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا سلام ہو، انتشار[1] کو دُور کرنے میں اللہ تعالےٰ نے آپ کی امداد فرمائی۔ آپ نے (مشکل) امور کا اس طرح فیصلہ کیا کہ اس کے بعد جملہ مصائب دُور ہو گئے۔ آپ سے زیادہ کس نے کوشش کی یا کون حلِ مشکلات پر حاوی ہوا۔ آپ اوراک امور کے سلسلے میں دوسروں کے لیے نقش قدم چھوڑ گئے۔ آپ کو (ان جملہ اوصاف کے بعد بھی) مدینے میں ظلم سے قتل کیا گیا آپ کو (مدفن کے لیے) وہ جگہ ملی جسے پا کر بہتر سے بہتر شخص خوشی سے پھولا نہ سماتا۔"
(اشعار کا ترجمہ)

حمادبن زید سے روایت ہے کہ ہمیں عاصم بن بہدلہ نے ان اصل[3] اشعار کے علاوہ یہ شعر بھی سنایا:

---

[1] مطبوعہ نسخے میں "مشکلاً" درج ہے (مرتب)

[2] آپ کی عمر کے سلسلے میں یہی قول آخر ہے۔ دیکھیے ابن سعد ۳/۱: ۲۶۵-۲۶۶ نیز مجمع الزوائد ۹: ۷۹۔ ابن سعد سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر ستر سال تھی۔ واقدی کہتے ہیں کہ اس سلسلے کے اقوال میں سب سے زیادہ مسلم الثبوت یہی قول ہے (مرتب) [3] یہ اشعار حماسہ ابی تمام میں درج ہیں (۳: ۶۵) انہیں شماخ بن ضرار سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ابن سلام نے بھی ان کا ذکر کیا ہے (طبقات: ۱۱۱) یہ اشعار جزوی طور پر شماخ کے بھائی سے بھی منسوب کیے جاتے ہیں یہ روایت طبقات ابن سعد (۳/۱: ۲۴۱) میں مع اختلاف روایات دیکھیے (مرتب)

"آپ کو اس پر افسوس نہ تھا کہ آپ ایک کبود چشم، بیرونی، مخبوط الحواس شخص کے ہاتھوں قتل ہوئے۔" (ترجمہ شعر)

زید عمی سے درج ذیل روایت منقول ہے:

جب حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی تو ہم نے جنوں کا نوحہ سنا۔ اس راوی نے مندرجہ بالا اشعار میں درج ذیل شعر کا اضافہ بھی کیا ہے:

"آپ کو اللہ نے عزت و توقیر کے ساتھ جنت بخشی اور وہ فردوسی لباس جو کبھی دربدہ نہیں ہوتا۔" (ترجمہ شعر)

قتل ہرمزان

سیف بن عمر تمیمی سے بحوالہ سہل بن یوسف اور قاسم بن محمد مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی تو حضرت صہیب لوگوں میں سب سے آگے کھڑے تھے۔ جب حضرت عمرؓ کی تجہیز و تکفین ہو چکی تو آپ (حضرت صہیب) ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر آپ کو حضرت عائشہؓ کے مکان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق انہیں راویوں کے حوالے سے درج ذیل روایت منقول ہے:-

"جب ہم لوگ حضرت عمرؓ کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ہم نے ابو لولو، اور ہرمزان کو آتے ہوئے دیکھا۔ ہرمزان کے ہاتھ میں وہی (ابو لولو، کا) خنجر تھا۔ وہ اس کا قبضہ اپنی انگلیوں میں گھما رہا تھا۔ ان کے ساتھ جفینہ بھی تھا۔ یہ شخص اہل عباد[1] میں سے تھا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسے اپنے ساتھ لائے تھے تاکہ وہ مدینے میں لوگوں کو کتابت سکھائے۔ ابن فیروز[2] اور اس کی لڑکی بھی ان (سعد بن ابی وقاصؓ) کے ہمراہ آئے تھے۔ ہرمزان کے سوا یہ سب مشرک تھے۔

"جب لوگ انہیں پکڑ کر لائے تو عبید اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) تلوار لے کر ان کی طرف بڑھے اور ہرمزان و جفینہ کو قتل کر دیا۔ لوگوں نے انہیں منع کیا اور روکنا چاہا تو وہ بولے: "خدا کی قسم جس نے بڑپن دکھایا[3] اور مزاحم ہوا بس اُسے بھی قتل کر دوں گا۔" یہ لوگ اس (ابو لولو) کے ساتھی (طرف دار) ہیں۔ لوگ دوڑ کر حضرت صہیب کے پاس پہنچے اور انہیں اطلاع کی، وہ آئے اور عمرو بن عاص کو ان (عبید اللہ بن عمرؓ) کی طرف بڑھایا جنہوں نے ان

---

[1] مراد اہل حیرہ (مرتب)

[2] ابو لولو، کا نام۔

[3] متن تالیف میں یصیبؔر کی جگہ یقعرؔ لکھا ہے (مرتب)

سے تلوار لے لی - پھر سعد بن ابی وقاص بڑھے اور انہیں سنبھال کر بولے :-

" ٹھیک ہے ، آپ اسے (ابو لولوء کو) ہماری (میری اور صہیب) کی ضمانت پر چھوڑ دیجیے -" پھر انہیں اہلِ شوریٰ کی گرفتاری میں دیا گیا اور جب حضرت عثمان رضؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو انہیں آپ کے حوالے کیا گیا اور آپ نے ان سے قصاص[1] لیا -

ایک اور روایت اسی راوی نے یحییٰ بن سعید اور سعید بن مسیّب کے حوالے سے پیش کی ہے - آخر الذکر نے بیان کیا کہ جس صبح کو حضرت عمر رضؓ پر قاتلانہ حملہ (خنجر سے) ہوا اسی دن عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما نے کہا تھا : " کل میرا گزر عصر کے وقت ابو لولوء (خدا اس پر لعنت کرے) کی طرف ہوا - اس کے ساتھ جفینہ اور ہرمزان بھی تھے - وہ آپس میں سرگوشی کر رہے تھے - جب میں ان کی طرف بڑھا تو وہ لانبے قدم اٹھا کر چلنے لگے - ان میں سے کسی کے پاس سے ایک خنجر گرا جس کی دو دھاریں تھیں اور اس کا قبضہ درمیان میں تھا - اب آپ لوگ دیکھ لیجیے کہ حضرت عمر رضؓ کو کس چیز سے قتل کیا گیا ہے ، انہوں نے اہلِ مسجد کی نماز میں خلل ڈالا -"

یہ شخص (ابو لولوء) بنی تمیم میں سے تھا تمیمی اسی لیے اس کے نام کے ساتھ چسپاں ہو گیا تھا - اسے حضرت عمر رضؓ سے خدا واسطے کا بیر تھا - یہ اپنے ساتھ خنجر لایا تھا جس کا ذکر عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما نے کیا ہے - وہ موقع کی تلاش میں تھا - آخر اسے ایک روز یہ موقع مل گیا اور اس نے آپ کو قتل کر دیا -

عبید اللہ بن عمر رضؓ نے یہ واقعہ عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضؓ کی زبانی سُنا تھا مگر وہ خاموش رہے حتیٰ کہ حضرت عمر رضؓ کی وفات ہو گئی - پھر آپ نے تلوار ہاتھ میں لے لی اور جب ہرمزان کو آتے دیکھا تو اسے تلوار کی ایک ہی ضرب سے قتل کر دیا - جب ہرمزان کے تلوار لگی تو اس نے کہا : " لا الٰہ الا اللہ " اس کے بعد جُفینہ آیا - یہ شخص حیرہ کا نصرانی تھا - اسے سعد بن مالک اس معاہدے کے ساتھ لائے تھے کہ وہ مدینے میں لوگوں کو کتابت سکھائے گا -

جب جُفینہ نے عبید اللہ بن عمر رضؓ کی تلوار اپنی طرف لپکتی دیکھی تو اس نے اپنی پیشانی پر صلیب کا نشان بنایا - حضرت صہیب نے اس کی یہ حرکت دیکھی - عمرو بن عاص اس کی طرف لپکے مگر وہ ان کے قابو میں نہ آیا بلکہ اُلٹا ان سے کہنے لگا - تلوار ! تلوار ! یعنی مجھے بھی تلوار دو حتیٰ کہ سعد بن مالک اس پر جھپٹے اور اسے بالوں سے پکڑ کر حضرت صہیب کے پاس لے آئے -

ابی شہید حجی نے ابن سابط کے حوالے سے روایت کی ہے - آخر الذکر نے کہا : جب حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لی گئی تو آپ نے جملہ انصار و مہاجرین کو طلب فرمایا اور ان سے یوں مخاطب ہوئے :-

---

[1] یہاں لفظ آفادہ قود سے ماخوذ ہے یعنی قصاص لیا (مرتب)

"تم سب معتبر لوگ ہو۔ میں تم میں سے کسی کو (ناقابل اعتبار) نہیں پاتا۔ اگر تم نے احکام الٰہی کی پابندی کی یعنی دوسرے راستے پر چلے تو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تم پر مہربان ہے اور تمہاری نگہبانی کر رہا لیکن اگر تم بھٹکے تو میں بفضلہ تمہاری رہنمائی کے لیے موجود ہوں۔ میں حالات سے واقف ہوں اور آپ سب حضرات کے منازل سے بھی۔ تم صالح اور سمجھ دار ہو۔ بتاؤ عبیداللہ بن عمرؓ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا: "قصاص قصاص"۔ آپ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ اس سلسلے میں بھی حضرت عمرؓ کی مثال قائم کی جائے۔ پھر آپ نے مثالاً کہا کہ بعد میں اِدھر اُدھر نہ ہونا۔"

سعید بن عبداللہ نے عبداللہ بن ابی ملیکہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ احتراز کرتے کہا: "جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت صہیب نے ان سے کہا: آپ عبیداللہ بن عمرؓ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟" آپ نے پھر وہی مثال دی یعنی اگر کسی پڑوسی سے میرے والد کا تنازع ہو جائے اور وہ جھگڑے میں قتل ہو جائیں۔ اس کے بعد پڑوسی کی طرف سے یہ معذرت کی جائے کہ وہ (غصہ میں) مدہوش تھا تو کیا وہ قابل قصاص ہوگا۔

"پھر آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: "لوگو! اللہ کی کتاب تمہارے پاس ہے۔ اس میں جملہ اوامر و نواہی کا بیان ہے اگر اس میں کوئی حکم صریح ہے تو میں (اس پر عمل کے لیے) تیار ہوں۔" لیکن لوگ (اس امر پر) یقین کے ساتھ کہنے لگے کہ عبیداللہ بن عمرؓ قتل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ان سے قصاص لیا۔"

اس کے بعد عبداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا "مگر متفق علیہ اور صحیح بات یہ ہے کہ عبیداللہ بن عمرؓ سے قصاص نہیں لیا گیا بلکہ وہ جنگ صفین میں معاویہ کی طرف سے لڑے اور یہی محمد بن سعد نے بھی طبقات میں لکھا ہے[1]۔"

یہی روایت سیف بن عمر نے کتاب الفتوح میں بہ اسناد ابی منصور[2] کے حوالے سے یوں لکھی ہے :-

موخرالذکر نے بیان کیا: "میں نے قمازبان[3] بن ہرمزان سے اس کے باپ کی بابت یوں سُنا ہے کہ وہ مدینے میں عجمی کہلاتا تھا۔ وہ (شہر میں) اُدھر اُدھر رہتا رہا جہاں تک کہ ایک روز اسے فیروز (ابو لولو) ملا۔ موخرالذکر کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا۔ میرے باپ نے اُس سے دریافت کیا: "اس کا یہاں کیا کرو گے؟" بولا: "مجھے اس سے محبت ہے!" قمازبان کا بیان ہے کہ اسے شاید کسی کا انتظار تھا۔ جب اس نے حضرت عمرؓ کو دیکھا تو خنجر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔" وہ خنجر پہلے ہرمزان کے پاس تھا اور اسی نے فیروز کو دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ

---

[1] ابن سعد ۵/۱۰ ومابعد

[2] دیکھیے نسخہ مطبوعہ ج ۱ ص ۲۸۰۱

[3] تالیف کے قلمی نسخے میں قمازبان ہی ہے مگر مطبوعہ نسخے میں قمازبان تحریر ہے۔

عبید اللہ بن عمرؓ نے جوں ہی اسے دیکھا قتل کر دیا۔

قمازیان کہتا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلا کر فرمایا: تم مقتول کے بیٹے ہو اور ہماری ذمہ داری پر ہو۔ اگر تم چاہو تو اپنے باپ کے قاتل کو قتل کر سکتے ہو یا چاہو تو معاف کر دو لیکن میں ان کے قتل پر تیار ہو گیا اور کوئی شخص ایسا نہ تھا جو میرا طرف دار نہ ہو۔ پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا میں انہیں قتل کر دوں؟" بولے: "بالکل" اور عبد اللہ بن عمرؓ کو گالیاں دینے لگے[1] میں نے پوچھا: اگر تم لوگوں نے مجھے روکا؟" وہ بولے: "(کبھی) نہیں" اور پھر انہیں گالیاں دینے لگے[2] "قمازیان کا بیان ہے مگر میں نے اللہ کے نام پر انہیں چھوڑ دیا یہ دیکھ کر مجھے لوگوں نے (خوشی سے) سروں پر اٹھا لیا اور بخدا میں لوگوں کے سروں ہی سروں پر اپنے گھر تک پہنچا اور میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔"

(اس موقع پر) نفیر[3] بن حارث سہمی نے یہ شعر کہے:

"اے عبید اللہ تمہیں پناہ مل گئی ہے مگر اسے ابن اروی[4] کا فیض سمجھو اور کچھ نہیں تم نے بالکل بے محل خون بہایا اور اسے اپنی صیقل شدہ تلوار سے قتل کیا۔ تمہارا عذر اس کے سوا کیا ہو سکتا کہ لوگوں نے اسے (ہرمزان) کو قتل عمر میں ملوث ہونے کی تہمت لگائی تھی۔

کسی سفیر نے کہا کہ یہ حادثہ تھا۔ بے شک اس پر الزام تھا کہ اس نے کسی کا ہتھیار (خنجر) اپنے گھر میں چھپایا تھا لیکن تمہیں ثبوت کے لیے انتظار کرنا چاہیے تھا۔

(اشعار کا مفہوم)

(اس سلسلہ میں) زیاد بن لبید بیاضی نے مندرجہ ذیل شعر کہے:

"اے ابا عمرو عبید اللہ! تم بے شک اس جرم میں ماخوذ ہو گے یعنی لاریب تم نے ہرمزان کو قتل کیا ہے۔ اسے (اگر حکمت بھی کہا جائے تو) حکمت بغیر حق کہا جائے گا۔ جب (قیامت میں) تمہارے ہاتھ گواہی دیں گے تو تمہارے پاس کیا جواب

---

[1] مطبوعہ نسخے کے الفاظ یہی ہیں مگر متن تالیف میں لفظ "برائے اضافہ ہے (مرتب)

[2] " " " " " " " " " " " (مرتب)

[3] متن کتاب میں یہی نام ہے مگر مطبوعہ ج اص ۲۷۹۶ میں زیاد بن لبید بیاضی لکھا ہے (مرتب)

[4] "اروی" حضرت عثمان کی والدہ کا نام (مترجم)

ہوگا؟

جو کچھ تم نے کیا ہے اس کا ذکر لوگ کرتے رہیں گے اور اسباب خطا کو بھول جائیں گے (اشعار کا مفہوم)

عبداللہ بن ثابت کا بیان ہے: حضرت عثمانؓ قتل ہرمزان پر لوگوں کے تجسس و تفحص پر غور فرما کر قصاص لینے سے قبل لوگوں سے یوں مخاطب ہوئے:

"لوگو! قتل دو وجوہ کی بنا پر ہوتے ہیں! یا تو امام (خلیفہ) باغیوں، ان کے ساتھیوں اور دوسرے لوگوں کو بر بنائے بغاوت قتل کی سزا دے۔ دوسرے یہ کہ کسی مقتول کا وارث قاتل کو قتل کرے۔ اب تمہیں اختیار ہے چاہے انہیں چھوڑ دو یا دیت (خون بہا) لے لو یا انہیں قتل کر دو۔ امام (خلیفہ) کو صرف قصاص میں معاونت کا اختیار ہے۔"

یہ کہہ کر آپ نے انہیں (عبیداللہ عمرؓ) کو ابن ہرمزان کے حوالے کر دیا۔

بوقت خلافت حضرت عثمانؓ کی ہر دلعزیزی

الفتوح کے مصنف نے زحلیہ بن زفر اور مجالد سے روایت کی ہے۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ "حضرت عثمانؓ ماہ محرم کے تین دن گزرنے کے بعد ۲۴ھ کو خلیفہ ہوئے۔ یہ ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیانی وقت کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد سینکڑوں آدمیوں نے آپ کی خدمت میں جوق جوق آنا شروع کیا۔ آپ پہلے خلیفہ تھے جس کے پاس اتنی تعداد میں لوگ آئے اس کے علاوہ مختلف شہروں سے وفود بھی آپ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ان سب میں ہر دلعزیز ہوگئے۔"

عاصم بن سلیمان شعبیؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے، آخر الذکر نے کہا: ماہ محرم کے تین دن کے بعد حضرت عثمانؓ ۲۴ھ کو خلیفہ ہوئے اور آپ نے مسلمانوں کو عصر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ کی خدمت میں کثیر تعداد میں لوگ اور وفود آنے شروع ہوئے جس سے آپ کا جگہ جگہ ذکر ہونے لگا اور پیروی ہونے لگی۔

عمرو نے بھی شعبی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ تیسری محرم ۲۴ھ کے اگلے روز اہل شوریٰ کی متفقہ رائے سے خلیفہ بنائے گئے، آپ نے عصر کی نماز پڑھائی جس کی اذان صہیب نے دی۔ اذان و اقامت کے درمیان لوگ جمع ہونے لگے تھے۔ پھر سینکڑوں اشخاص آپ کی خدمت میں آئے، ان کے علاوہ مختلف شہروں سے وفود بھی آئے۔ آپ پہلے خلیفہ تھے جس کے پاس (شروع ہی میں) اتنے لوگ اور وفود آئے۔

فیض بن محمد بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے۔ آپ نے کہا: جب حضرت عثمان کی بیعت ہو چکی تو آپ نے درج ذیل خطبہ دیا:۔

"امابعد، مجھے لوگوں نے مکلّف[1] (خلیفہ) بنایا ہے اور میں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی ہے یاد رکھو! میں اتباع کرنے والوں میں سے ہوں بدعتی نہیں۔ یاد رکھو! مجھ پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمہاری نسبت سے تین باتیں واجب ہوں گی۔ تم سے ان باتوں پر عمل کرانا جو تم میری خلافت سے قبل اجتماعی طور پر قبول کر چکے ہو اور ان پر عمل کرتے رہے ہو۔ دوسری چیز اہل خیر کی سنت ہے اگرچہ اس سلسلے میں کوئی حکم قرآنی نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ تم سے (جبراً) کچھ نہ لینا جب تک تم سزا کے طور پر اس کے مستوجب نہ ہو"

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

"دیکھو! دنیا بڑی سرسبز و شاداب نظر آتی ہے اور لوگوں کے لیے وجہ رغبت ہے اور اسی لیے لوگ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ پس تم اس کی طرف راغب نہ ہونا اور اس سے چپٹے نہ رہنا کیونکہ وہ کسی سے وفا نہیں کرتی۔ البتہ کسی کو چھوڑتی بھی نہیں جب تک وہ اسے خود نہ چھوڑے۔"

کوفے کی گورنری پر سعد بن ابی وقاص کا تقرر

مجالد سے بحوالۂ شعبی مروی ہے[2]۔ آخر الذکر کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل فرمایا تھا "میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ سعد (ابن ابی وقاص) کو (کہیں کا) گورنر ضرور بنائے۔ میں نے انہیں کسی کوتاہی یا خامی کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ سمجھ لیا جائے۔" چنانچہ حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلے سعد ابن ابی وقاصؓ ہی کو کوفے کا گورنر بنایا اور مغیرہ بن شعبہ کو معزول کر دیا۔

راوی آگے چل کر کہتا ہے: اب مغیرہ بن شعبہ مدینے میں رہتے ہیں۔ "سعد نے کوفے میں ایک سال یا اس سے کچھ قدر زیادہ گورنری کی۔ پھر ابو موسیٰ اشعریؓ دو سال کے لیے وہاں کے گورنر بنائے گئے۔"

مبشر سے بحوالۂ سالم یہ روایت یوں منقول ہے:

حضرت عثمان نے سب سے پہلے کوفے کا گورنر سعد بن ابی وقاص کو مقرر کیا کیونکہ حضرت عمرؓ کی یہی وصیت

---

[1] متن تالیف میں کُلِّفتُ کی جگہ کَفِتُّ لکھا ہے (مرتب)

[2] دیکھیے ط/۲۸۰۱ - ۲۸۰۴ -

تھی[1] آپ نے بن عمّال کا تقرر کیا انہیں نیکیوں کی طرف رجوع کرنے اور برائیوں سے بچنے کی تلقین فرمائی - عمیر بن سعدؓ پر جب گورنری کی طوالت کے سلسلے میں کچھ الزامات عائد کیے گئے[2] تو عمیر نے عثمانؓ کے پاس استعفا بھیج دیا اور اپنے اہل و عیال کے پاس (مدینے میں) رہنے کی اجازت طلب کی جو مل گئی - معاویہؓ کو حمص اور قنسرین کی حکومت دی گئی۔"

ابی حارثہ اور ابی عثمان خالد بن معدان کے حوالے سے راوی ہیں: "جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے حضرت عمرؓ کے گورنروں کو (شام میں[3]) مقرر کیا - جب عبدالرحمٰن بن علقمہ کنانی کا فلسطین میں انتقال ہو گیا تو وہاں کی گورنری بھی معاویہ کی طرف منتقل ہو گئی - عمیر بن سعدؓ بیمار پڑ گئے اور مرض نے طول پکڑا تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس[4] اپنا استعفیٰ بھیج دیا جو منظور کر لیا گیا اور ان کی گورنری کا عہدہ بھی معاویہ کی طرف منتقل ہو گیا - حضرت عثمانؓ کے دوران خلافت شام کے جملہ علاقے معاویہ کے پاس رہے - حضرت عمرؓ کے زمانے میں مصر کے جملہ علاقے عمرو بن عاص کے پاس تھے، حضرت عثمانؓ نے بھی انہیں مصر کا صدر حکومت ہی مقرر کیا[5]۔"

خراسان و ماوراالنہر

محمد و طلحہ سے بہ اسناد منقول ہے: "جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مغیرہ بن شعبہ کو معزول کر کے سعد بن ابی وقاص کو کوفے کا گورنر مقرر کیا، اس کے بعد ابوموسیٰ اشعریؓ کو اور خراسان کا گورنر عمر بن عثمان بن سعد کو مقرر کیا گیا - عمر بن عثمان بن سعد ماوراالنہر نہیں گئے لیکن جب وہاں کے لوگ جنگ پر آمادہ ہوئے اور شرائط صلح پر بھی رضامند نہ ہوئے تو افواج اسلام اس طرف بڑھیں مگر جب صلح کی پیش کش ہوئی تو صلح کر لی گئی - مگر یہ صلح حضرت عثمانؓ کے حکم سے طے پائی - اس کے بعد عبداللہ بن عامر کو کابل کی طرف جو ولایت سجستان میں تھا روانہ کیا گیا - چنانچہ وہ کابل گئے اور اسے فتح کر لیا[6] - جب معاویہ کا انتقال ہوا اس وقت تک سجستان کا بڑا علاقہ فتح ہو چکا تھا۔

عُمّال کو عثمانؓ کے مرسلہ احکام

حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد مختلف گورنروں کو پہلی مرتبہ جو مشترکہ خط لکھا وہ یہ تھا:[7]

---

[1] دیکھیے مطبوعہ نسخہ ط ۱/۲۸۰۱ - ۲۸۰۴ (مرتّب)

[2] حضرت عمرؓ کی وصیت تھی کہ عمال کو ایک جگہ ایک سال سے زیادہ نہ رہنے دیا جائے - دیکھیے ط ۱/۲۸۰۲ (مرتّب)

[3] مطبوعہ نسخے میں (ط ۱/۲۸۶۷) شام کا لفظ بھی درج ہے (مرتّب) [4] مطبوعہ نسخے میں اس (ضمیر مفعولی) کا اضافہ ہے (مرتّب)

[5] مطبوعہ نسخے میں لفظ 'صدر' کے ساتھ 'من' (سے) بھی درج ہے (مرتّب)

[6] یہاں لفظ 'استفرغ' بمعنی فتح کیا ہے، مطبوعہ نسخے میں لفظ 'استفرغ' درج ہے (مرتّب)

[7] نسخہ مطبوعہ: ۱/۲۸۰۴ (مرتّب)

"حمد و ثنا کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے سربراہوں کو حکم دیا ہے کہ رعایا کے ساتھ رعایت کرو لیکن حد سے زیادہ نرمی نہ برتو اور اگر تم صدرِ حکومت ہو تو رعایت کرو لیکن انصاف کے معاملہ میں (ہرگز) نرمی نہ برتو۔ یہ گمان نہ کرو کہ تمہارے ساتھ تمہارے افسرانِ اعلیٰ تمہارے ساتھ رعایت و نرمی کریں گے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو سمجھ لو کہ حیا، امانت اور وفا ختم ہو جائے گی۔ یاد رکھو کہ بہترین کردار یہ ہے کہ مسلمانوں اور اُن کے معاملات کی چھان بین کرو۔ جو اُن[1] کا ہو وہ ان کو دو[2] اور جو کچھ ان پر واجب ہو وہ ان سے لو[3]۔ یہی صورت ذمیوں کے معاملے میں پیشِ نظر رکھو[4]۔ یعنی ان کا (مال) انہیں دو[5] اور جو واجبات ہوں[6] ان سے وصول کرو اور مفتوحین کے ساتھ جو معاہدہ ہوا اسے پورا کرو۔"

آپ نے افواجِ اسلامیہ کے کمانڈروں کو پہلا مکتوب جب وہ سرحدوں پر تھے[7] یہ لکھا:

"حمد و ثنا کے بعد، تم مسلمانوں کے نگران اور سردار ہو۔ تمہارے لیے حضرت عمرؓ نے جو احکام وضع کر دیے ہیں وہ ہم سے اور تم سے پوشیدہ نہیں ہیں بلکہ سب کے سامنے ہیں (یاد رکھو) ان میں کوئی تغیّر و تبدل نہ ہونے پائے۔ اللہ چاہے تو (تمہارے اعمال کے پیشِ نظر) تمہیں بدل کر دوسروں کو تمہارے اوپر مسلط کر دے۔ پس اپنے اعمال پر نگاہ رکھو۔ جو کچھ میری ذمہ داری ہے میں اسے دیکھ رہا ہوں اور اللہ بھی اُسے دیکھ رہا ہے۔ وہ مجھے میرے فرائض کی ادائیگی میں استقامت بخشے۔"

آپ نے محاصل کے وصول کرنے والوں[8] کو اوّل مرتبہ جو تحریر فرمایا وہ یہ ہے:

۱؎ مطبوعہ نسخے سے اضافہ کیا گیا (مرتّب)

۲؎ متن میں تعطوھم کی جگہ تعطونھم لکھا ہے (مرتّب)

۳؎ متن میں تاخذونھم لکھا ہے (جو سہوِ کتابت ہے) مرتّب۔

۴؎ متن میں تشنون لکھا ہے (مرتّب)

۵؎ متن میں تعطونھم لکھا ہے (مرتّب)

۶؎ متن میں اَلّذی کی جگہ بالّذی لکھا ہے (مرتّب).

۷؎ نسخہ مطبوعہ: ۱/ ۲۸۰۳ (مرتّب) ۸؎ نسخہ مطبوعہ: ۱/ ۲۸۰۳ (مرتّب)

"حمد و ثنا کے بعد، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر کے اس کے حقوق متعین فرما دیے ہیں۔ اللہ صداقت کے سوا کچھ قبول نہیں کرتا۔ پس صداقت اختیار کرو اور اسی پہ جمے رہو۔ اس سے روگردانی کی ابتدا کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔ امانت امانت ہوتی ہے،[1] اسی پر قائم رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے بعد آنے والے تمہاری قائم کردہ (رہبری) مثال میں تمہارے شریک ہو جائیں۔ یتیموں اور جن سے (کوئی) معاہدہ ہو جائے ان پر ظلم نہ کرنا۔ اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ظلم کرنے والوں[2] کے دشمن ہیں۔"

آپ نے عوام کو[3] (جگہ جگہ) یہ تحریری ہدایات ارسال فرمائیں:

"حمد و ثنا کے بعد، اقتدا و اتباع کے بارے میں جو کچھ بھی تم نے سمجھا سمجھ لیا۔ اب کہیں دنیا تمہیں اوامر سے روگردانی پر مائل[4] نہ کر دے۔ اس امت میں جن امور کی اجتماعی[5] ابتدا ہو چکی ہے وہ یہ ہیں (۱) نیکیوں کی تکمیل (۲) اولاد کی ایسی تربیت کہ برائیوں سے دور رہیں اور عربوں اور عجمیوں کو قرآن کی تعلیم دینا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "(عوام میں) کفر جبھی جڑ پکڑتا ہے جب تم انہیں کسی نئے امر کا مکلف کر دو۔"

ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک روز فرمایا:

"بنی اسرائیل کی ریاست کا توازن اس وقت تک نہیں بگڑا جب تک ان کی اولاد میں ایسے افراد پیدا ہونے شروع نہ ہوئے جو بدترین اسم تھے۔ (لہٰذا) بیروائے (ان کے متعلق) لوگوں نے قائم کر کے کہا؟ بنی اسرائیل کو فضیلت ملی اور پھر ضلالت۔"

عاصم بن سلیمان عامر شعبی[6] کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے، متن میں یسا کدھا لکھا ہے (مرتب)

[2] نسخہ مطبوعہ: ۱/۲۸۰۳ (مرتب)

[3] نسخہ مطبوعہ میں التفات کے ساتھ 'ن' کا اضافہ ہے یعنی "تلفتکم" کی جگہ "تلفتنکم" لکھا ہے (مرتب)

[4] متن میں "اجتماع" کی جگہ "الاجتماع" لکھا ہے (مرتب)

[5] نسخہ مطبوعہ: ۱/۲۸۰۴ (مرتب)

"وہ پہلے خلیفہ جنہوں نے عطیات میں سینکڑوں (درہم) کا اضافہ کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ بڑے حوصلے اور جرأت کی بات تھی۔ اس کے برعکس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ماہ رمضان میں فی کس ایک درہم اور ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو درہم مقرر کیے تھے۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کہا جاتا تھا کہ آپ نے (لوگوں کے لیے) کھانے پینے کا (معقول) بندوبست کر دیا ہے آپ نے فرمایا تھا: "لوگوں کو پیٹ بھر کھانا ان کے گھر پہنچایا جائے۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی بناء[1] ڈالی تھی۔ آپ نے ماہ رمضان کے لیے اس میں اضافہ کیا۔ آپ نے فرمایا: رمضان میں مسجد میں عبادت گزاروں راہ گیروں اور بے کار اور معذروں کو (زیادہ) کھانا دیا جائے۔

دور عثمانی میں کوفے کے اندر مہمان خانے[2]

نضر[3] بن قاسم نے عون بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ اہل کوفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بڑی بھلائی[4] کے ساتھ یاد کرتے تھے آپ کو اطلاع ملی کہ ابی سماک[5] اسدی کوفی نے کوفے کے لوگوں میں[6] منادی کرا دی ہے کہ کوئی نووارد شخص بنی کلب سے ہو یا کسی اور قبیلے سے اگر اس کے پاس گھر نہیں تو اسے گھر مہیا کرنا (ابی)[7] فلاں کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح ابی عقیل[8] کا گھر اور ابن ہبار کا گھر جو مسجد کے آخر میں تھا مہمان خانوں میں تبدیل ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے اپنا مکان جو ہذیل میں مقام زبارہ[9] میں تھا (جو آجکل ثقیف اور زیاتین کے درمیان ہے)[10] مہمان خانہ میں تبدیل کر کے اجازت دے دی تھی ہذیل آتا تھا اور مسجد کے قریب آواز دے کر کہتا تھا کہ میں مسلمانوں کا مہمان ہوں آپ اسے اپنے پاس ٹھہرا لیتے تھے ویسے ان کا دوسرا گھر مہمان خانہ تھا جسے ابو سماک نے آباد کیا ہوا تھا۔

مغیرہ بن مقسم بیان کرتے ہیں "مجھے کوفے کے علماء سے معلوم ہوا کہ ابو سماک نے بازاروں اور غیر آباد مقامات میں منادی کرا دی تھی کہ جو فلاں فلاں قبیلوں کا شخص آج کل یہاں ہو اور اس کے پاس رہنے کی جگہ نہ ہو تو اس کی رہائش کا انتظام ابو سماک کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ یہ دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفے میں (اپنی طرف سے) مہمان خانے تعمیر کرا دیے۔"

---

[1] نسخہ مطبوعہ میں "وضعت" کی جگہ "ضعنت" تحریر ہے (مرتب)

[2] نسخہ مطبوعہ: ۱/ ۲۸۴۲ (مرتب)

[3] اصل متن میں یہی نام ہے مگر نسخہ مطبوعہ میں "نضر" کی جگہ "غصن" لکھا ہے (مرتب)

[4] نسخہ مطبوعہ میں "خیر" کی جگہ "خبر" لکھا ہے۔

[5] نسخہ مطبوعہ میں "ابا سماک" کی جگہ "ابا سمال" تحریر ہے (مرتب)

[6] مطبوعہ نسخے سے اضافہ (مرتب)

[7] نسخہ مطبوعہ سے اضافہ (مرتب)

[8] اصل متن اور نسخۂ مطبوعہ دونوں میں بغیر "ابی" کے لکھا ہے (مرتب)

باب چہارم

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت اور ان الزامی امور کی تحقیق جو آپ کی طرف منسوب کیے گئے

حضرت عثمانؓ نے ۲۶ھ[1] میں حرم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وظائف میں اضافہ کیا، خانہ کعبہ کے حدود اربعہ کو وسعت دی اور وہاں جدید عمارات تعمیر کرائیں، اس کے لیے ارد گرد کے مکانات مالکان کی اجازت کے بغیر منہدم کرا دیے، بیت المال سے آٹھواں حصہ لینے کی ابتدا کی پہلے تو لوگ راضی ہو گئے، مگر بعد میں مواخذہ کیا۔

مصر کی گورنری پر عبد اللہ بن ابی سرح کا تقرر

۲۶ھ[2] میں حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے عمرو بن عاص کو مصر کی گورنری سے معزول کر کے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ موخر الذکر ان کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی تھے۔ کچھ دن بعد عبد اللہ افریقہ گئے اور اسے بڑی شدید جنگ کے بعد فتح کیا۔ وہاں کی آمدنی کا خمس (پانچواں حصہ) وہ مدینے لائے جسے مروان بن حکم نے ایک ہزار پانچ سو دینار میں خرید لیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اس قسم کی اجازت دی۔ اس پر بھی لوگوں نے آپ کی گرفت کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے یہ خمس عبد اللہ بن سعد ہی کو بخش دیا تھا۔ پھر جب اہل افریقہ نے صلح توڑ دی تو معاویہ بن حُدیج سکونی وہاں گئے اور اسے دوبارہ فتح کیا۔

---

[1] طبع اول: ۲۸۳۳/۱، یہ خبر اُحداث سنّت (۲۹) کے تحت درج ہے (مرتب)

[2] طبع اول: ۲۸۳۴/۱۔

عثمانؓ منیٰ میں پوری نماز پڑھتے ہیں

۲۸ھ؎ حضرت عثمانؓ لوگوں کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئے اور عرفہ کے دن منیٰ میں پوری نماز ادا کی، چنانچہ لوگوں میں چرچا ہوا کہ یہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے ایسا کیا۔ اس کے متعلق حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ عمل حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور عادات ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے خلاف ہے مگر عثمانؓ نے کہا۔ "میں نے جو سمجھا وہ کیا (اس میں کوئی مضائقہ نہیں)"

جب عبدالرحمٰن بن عوف عثمانؓ کے پاس آئے اور یہی اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا: یمن کے حجاج اور کچھ دوسرے لوگ بھی میرے پوری نماز پڑھنے پر احتجاج کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ منیٰ میں عارضی قیام کرنے والے کو صرف دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے مگر تمہیں معلوم ہے کہ میں نے مکہ میں شادی کر لی ہے اور طائف میں میری جائداد ہے یعنی پھر میرا قیام مکہ عارضی کیسے ہوا؟" عبدالرحمٰن بولے: یہ کوئی (معقول) عذر نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی مگر آپ کے دور اسلام کی مدت قلیل تھی مطلب یہ کہ اگر حضورؐ نے اس سلسلے میں کوئی قطعی حکم نہیں دیا تو مضائقہ نہیں مگر ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) نے اس پر مداومت کی یعنی منیٰ میں ہمیشہ دو رکعتیں ہی پڑھیں جو اسلام میں اس امر کے استحکام کی دلیل ہے مگر آپ کا یہ عمل روایات اسلام کو کمزور کر دے گا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا: "میں نے جو مناسب سمجھا وہی کیا۔"

جب عبداللہ ابن مسعودؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے کہا: "(حضرت عثمانؓ) کی مخالفت فساد شر ہے اور پھر (از خود بھی) منیٰ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ (عثمانؓ کے اتباع میں) چار رکعت نماز پڑھی۔

مسجد نبوی کی وسعت

۲۹ھ؎ میں حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے ابوموسیٰ اشعری کو بصرے کی گورنری سے معزول کر کے ان جگہ عبداللہ بن عامر کریز بن ربیعہ کو گورنر مقرر کیا جو عثمانؓ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ اسی سنہ میں حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی میں توسیع کی؎ اور کھجور کی لکڑی پر جو چونے کی بچ تھی؎ اس کی جگہ منقش پتھر لگوائے اور پتھر ہی کے ستون لگوا کر انہیں مرصع کرایا البتہ دروازے وہی چھ رکھے جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں تھے۔

؎۱ مطبوعہ نسخے میں یہ اضافہ موجود ہے (مرتب)

؎۲ ط ۲۸۳۸/۱ (مرتب)

؎۳ ط ۲۸۳۳/۱ (مرتب)

؎۴ اصل متن میں "نخل" کی جگہ "نخلہ" لکھا ہے (مرتب)

سعد بن ابی وقاصؓ اور ابن مسعودؓ کے مابین منافرت

عمرو سے بحوالہ شعبی منقول[1] ہے۔ آخر الذکر کہتے ہیں:

"شیطان نے اہل کوفہ میں پہلی بار جو نزاع پیدا کیا وہ اسلام میں بھی نزاع اول کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ یہ تھا کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے درخواست کی کہ انہیں بیت المال سے کچھ روپیہ قرض دیا جائے۔ موخر الذکر نے ان کی حسب خواہش وہ روپیہ بطور قرض دے دیا مگر سعد بن ابی وقاصؓ اسے ادا نہ کر سکے۔ اس پر عبد اللہ بن مسعودؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ میں تلخ کلامی تک نوبت پہنچی۔ کچھ لوگوں نے عبد اللہ بن مسعودؓ کی حمایت میں کہا کہ قرض کی فوراً ادائیگی کی جائے[2] اور کچھ لوگ سعد بن ابی وقاصؓ کی حمایت میں بولے کہ اس کی ادائیگی کے لیے مزید وقت دیا جائے۔ جانبین کے حامیوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی اور فریقین نے بھی ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔

اسماعیل بن ابی خالد سے بحوالہ قیس بن ابی حازم[3] منقول ہے۔ آخر الذکر کہتے ہیں:

میں سعد (بن ابی وقاصؓ) کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت ان کے پاس ان کے بھانجے[4] ہاشم بن عتبہ بھی موجود تھے۔ اسی وقت عبد اللہ بن مسعودؓ وہاں آئے اور سعد سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ سعد بولے:

"دیکھیے! آپ جھگڑے کو دعوت دے رہے ہیں۔ ویسے آپ ہیں کیا؟ بس ابن مسعود ہذیل کے غلام!" ابن مسعودؓ نے جواب دیا:

"ہاں میں ابن مسعود ہوں اور آپ ابن حمینہ ہیں" اس پر ہاشم بولے: "ٹھہریئے! آپ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ذرا اپنی پوزیشن کا خیال کیجیے۔" (یہ سن کر) سعدؓ کے ہاتھ سے عود دان گر گیا جس سے ان کا پاؤں جل گیا۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا: "اے آسمان و زمین کے مالک!" اس پر ابن مسعودؓ بولے: "تم پر افسوس ہے کوئی کلمہ خیر منہ سے نکالو، مجھے بد دعا نہ دو اور لعن طعن مت کرو۔ اگر تم خدا کو مانتے اور اس سے ڈرتے ہو تو ایسی باتوں سے باز رہو گے۔" (یہ سن کر) عبد اللہ بن مسعود مڑے اور فوراً باہر چلے گئے۔

قاسم بن ولید سے بحوالہ مسیب بن[5] عبد خیر و عبد اللہ بن حکیم[6] (علی الترتیب) مروی ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کو

---

[1] طبع اول: 2811 (مرتب)

[2] نسخہ مطبوعہ میں "انظار" کی جگہ "استنظہار" لکھا ہے (مرتب)

[3] ط 1/ 2812 (مرتب)، [4] نسخہ مطبوعہ میں "بھانجے" کی جگہ "بھتیجا" لکھا ہے (مرتب)

[5] مطبوعہ نسخے میں "بن" کی جگہ "عن" لکھا ہے (مرتب)

[6] " " "حکیم کی جگہ" "عکی" تحریر ہے (مرتب)

یہ معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے سعد کو (بیت المال سے) قرض دیا اور موخر الذکر (حسب وعدہ) متعینہ مدت میں اس کی ادائیگی نہ کر سکے تو آپ دونوں پر ناراض ہوئے۔ آپ نے سعد کو گورنری سے معزول کر دیا اور عبداللہ بن مسعود کو بیت المال کی نگرانی سے علیحدہ کر کے واپس بلا لیا۔ آپ نے کوفے کی گورنری پر ولید بن عقبہ کا تقرر کیا جو جزیرہؑ میں ربیعہ کے افسر تھے۔ چنانچہ ولید بن عقبہ کوفے پہنچے لیکن جب تک وہاں رہے اپنے گھر کے لیے کوئی دربان تک نہیں رکھا۔

کوفے میں ولید بن عقبہ کی گورنری کا دور

محمد و طلحہ سے مرویؑ ہے کہ "جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عبداللہ اور سعد (رضی اللہ عنہ) کے تنازعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ دونوں پر ناراض ہوئے اور انہیں زجر و توبیخ کی۔ پھر اُسےؑ رفع دفع کر کے سعدؓ کو معزول کر دیا اور ان پر جو قرض تھا وہ لے لیا۔ آپ نے عبداللہ (ابن مسعودؓ) کو بھی واپس بلا لیا۔ سعدؓ کی جگہ آپ نے ولید بن عقبہ کو جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں جزیرۃ العرب (جزیرہ کا عربی علاقہ) کے عامل تھے کوفے کا گورنر مقرر کیا۔ ولید حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوسرے سالؑ کوفے پہنچے۔ اس سے پہلے سعد (ابن ابی وقاصؓ) وہاں ایک سال سے کچھ زیادہ گورنر رہ چکے تھے ولید کوفے والوں میں ہر دلعزیز تھے اور انہوں نے ان کی پوری رفاقت کی۔ؑ آپ کوفے میں اسی طرحؑ پانچ سال گورنر رہے مگر دروازے پر کوئی دربان یا محافظ نہیں رکھا۔ ایک دن رات کے وقت کوفے کے کچھ نوجوان کسی خزاعیؑ شخص پر جھپٹے اور اس کا مال چھیننے لگے۔ؑ یہ دیکھ کر اس نے تلوار نکالی اور مقابلہ کرنے لگاؑ مگر حملہ آوروں کی کثرت دیکھ کر

۱ؑ متن تالیف میں "بالجزیرہ" کی جگہ "الجزیرہ" لکھا ہے (مرتب)

۲ؑ طبع اول ص ۲۸۴۰ (مرتب)

۳ؑ مطبوعہ نسخے سے اضافہ کیا گیا (مرتب)

۴ؑ مطبوعہ نسخے میں یہی لکھا ہے مگر اصل متن میں ثالث (تیسرے سال) لکھا ہے (مرتب)

۵ؑ مطبوعہ نسخے میں یہی ہے لیکن اصل متن میں "اسی طرح" لکھا ہے (مرتب)

۶ؑ اصل نسخہ میں "کذالک" کی جگہ "بذالک" لکھا ہے (مرتب)

۷ؑ اس شخص کا نام جیسمان خزاعی تھا۔ دیکھیے نسخہ مطبوعہ: ۱/۲۸۴۰ (مرتب)

۸ؑ مطبوعہ نسخے میں "کابروہ" کی جگہ "کاثروہ" لکھا ہے (مرتب)

۹ؑ یعنی ان سے استدعا کرنے لگا، مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اصل متن میں "فنذر" کی جگہ "فنظر" لکھا ہے۔ (مرتب)

چلایا اور ان سے معافی کی استدعا کرنے لگا۔ حملہ آور بولے: خاموش! ورنہ ہم تجھے موت کے گھاٹ اتار دیں گے (اتفاقاً) ابن شریح وہاں آ نکلے اور انہوں نے لوگوں کو سمجھایا۔ پھر لوگ جمع ہو گئے اور حملہ آور گرفتار ہو گئے مگر اس سے پہلے انہوں نے اجنبی کو قتل کر دیا۔ ابن شریح اور ان کے بیٹے نے ملزموں کے خلاف شہادت دی۔ ان لوگوں میں زہیر بن جندب آزدی مورع بن ابی مورع اسدی اور شبیل بن ابی ازدی بھی شامل تھے۔ وہ لوگ ابی شریح پر چڑھ دوڑے اور کچھ لوگوں کے منع کرنے کے باوجود انہیں بھی قتل کر دیا۔ حضرت عثمان کو اطلاع ہوئی تو آپ کے حکم سے قاتلوں کو قصر رحبیہ کے دروازے پر قتل کر دیا گیا ہے۔"

عبداللہ بن سعید سے بحوالہ ابی سعید مروی ہے کہ "ابوشریح خزاعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں سے تھے۔ آپ مدینے سے اس لیے کوفے گئے تھے کہ وہاں لڑائی جھگڑے ختم کرائیں۔ آپ ایک روز (رات کے وقت) اپنے مکان کی چھت پر تھے کہ آپ کا پڑوسی چلانے لگا۔ کچھ لوگ (ایک شخص کے پیچھے) اس کے گھر میں گھس آئے تھے۔ آپ لوگوں کو سمجھانے کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں اجنبی کے قتل سے روکنا چاہا۔ آپ کے پڑوسی نے خطرہ دیکھ کر آپ کو منع بھی کیا مگر آپ انہیں سمجھاتے رہے لیکن ان فسادی نوجوانوں نے اجنبی کو قتل کر دیا۔ اس پر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے رجوع کیا اور اپنے اہل و عیال مدینے بھجوا دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (جواباً) تحریر کیا کہ کسی گروہ سے قصاص نہیں لیا جا سکتا البتہ جو لوگ حلف اٹھا لیں انہیں چھوڑ دیا جائے اور باقی لوگوں سے مقتول کے وارثوں کو بحساب فی کس پچاس درہم خون بہا دلایا جائے تاکہ عوام مطمئن ہو جائیں۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس جواب کے راوی محمد بن کعب ہیں جنہوں نے نافع بن جبیر کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

ولید پر الزام تراشی

محمد اور طلحہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو جزیرہ میں عامل مقرر کیا تھا آپ نے (راہ میں) بنو تغلب میں قیام کیا تھا۔ وہاں آپ کی ملاقات ابوزبید سے ہوئی۔ بنی تغلب ابوزبید کے ننہیالی رشتہ دار تھے جن پر اس کا کچھ قرض واجب الادا تھا۔ ولید نے وہ قرض واپس دلایا تھا جس پر ابوزبید نے آپ کا شکریہ ادا کیا تھا۔ اس کے بعد ابوزبید مدینے چلا گیا تھا۔ بعد میں جب ولید کوفے کے عامل ہوئے تو ابوزبید وہاں جا کر ان سے ملا۔ وہ پہلے نصرانی تھا مگر ولید کی خوش خلقی اور سلوک کی بنا پر مسلمان ہو گیا تھا۔ یہ ولید کی گورنری کا آخری زمانہ تھا۔ ولید نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی تھی اور اسے مہمان خانے میں ٹھہرایا تھا۔ ابوزبید عربی کا اچھا شاعر تھا۔

وہ اسلام میں پختہ ہی تھا کہ ایک مرتبہ اس کے پاس ابوزینب، ابومورع اور دوسرے کچھ لوگ آئے اور ولید کے متعلق کہا[۱]

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں بھی ہے مگر اصل متن میں "یحقدون" کی جگہ "یجرفون" لکھا ہے (مرتب)

اس نے ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا ہے نیز اور بہت سے عیوب[۱] اس سے منسوب[۲] کیے۔ کچھ لوگ دوسروں سے بولے: ولی
اسے (ابوزبید) کو شراب پلاتا ہے۔ یہ ولید کا پلو کڑا ہے۔ دونوں شراب پیتے ہیں۔ یہی آپ کا امیر ہے؟۔ اس وقت
ولید رحبہ میں عمارہ بن عقبہ کے پاس تھے۔ ان کے گھر پر کوئی محافظ نہیں تھا۔ لوگ مسجد کی طرف سے ان کے گھر میں دا
ہو گئے۔ ابوزبید ایک تخت کے نیچے گھس گیا۔ ایک شخص نے تخت کے نیچے ہاتھ ڈالا اور وہاں سے ایک طشت
برآمد کیا۔ اس میں انگور کے خوشے تھے۔ لوگ بولے "دیکھ لو" کچھ لوگوں نے کہا: یہ تو انگور ہیں یعنی ان کا کھانا حرام نہیں
پھر بھی کچھ لوگوں نے کہا کہ ولید قرآن وسنت سے پھر گیا ہے۔ کچھ لوگ ان کی موافقت میں بھی بولے اور مخالفین کو لعن
ملامت کرنے لگے۔ ولید اس دوران میں ان سے چھپے رہے اور اس انتشار کی حضرت عثمانؓ کو اطلاع لیکن کثرت دخو
کے خوف سے مفسدین کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی بلکہ صبر کر کے خاموش ہو گئے۔"

عمرو ومجالد سے بحوالہ شعبی مروی ہے کہ ولید کوفے کی داہنی سرحد پر سارے سال لڑتے رہے اور بائیں سرحد
حذیفہ۔ کچھ لڑائیاں کوفے کی سرحد پر ہوئیں اور کچھ (وہاں سے آگے) رے کی طرف جن کی کل تعداد پانچ ہے۔
فیصل بن محمد کہتے ہیں[۳]۔ "میں نے شعبی کو محمد بن عمرو بن ولید[۴] کے پاس بیٹھے دیکھا جو محمد بن عبدالملک کے نائب تھے۔
محمد بولے[۵]: "تم مسلمانوں سے لڑتے ہو؟" انہوں نے جواب دیا: "کاش تم ولید کو، ان کی لڑائیوں کو اور ا
کی حکومت کو دیکھتے۔" راوی آگے کہتے ہیں: "پھر ولید معزول ہو گئے اور ان کی جگہ آج کل عبدالرحمن بن ربیعہ باہلی
حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دیا حتیٰ کہ محاصل کا تیسرا حصہ ہر مہینے اہل کوفہ پر خرچ کرتے تھے[۶] اور ا
میں کبھی کمی نہیں آئی۔

غصن بن قاسم سے بحوالہ عمر[۷] بن عبداللہ مروی ہے کہ جنیب اور چند دوسرے لوگ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے اور کہا

۱۔ مطبوعہ نسخے میں یہی ہے لیکن اصل متن میں "یفعون" کی جگہ "یصنعون" لکھا ہے (مرتب)

۲۔ " " " " " " "عیون" کی جگہ "عیوب" لکھا ہے (مرتب)

۳۔ ط ۱/ ۲۸۴۴ (مرتب)

۴۔ ولید بن عقبہ (مرتب)

۵۔ مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اصل متن میں "عندہ" کا اضافہ ہے (مرتب)

۶۔ مطبوعہ نسخے کے ذریعہ "رَدَّ" (خرچ کرتے تھے) سے پہلے "اَن" کا اضافہ کیا گیا ہے (مرتب)

۷۔ مطبوعہ نسخے (ط ۱/ ۲۸۴۵) میں عمر کی جگہ عمرو لکھا ہے (مرتب)

ولید شراب پیتے ہیں اور اب تو (یہ کہانی) ہر شخص کی زبان پر ہے۔" عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا۔ اُس نے یہ بات ہم سے پوشیدہ رکھی ہے[1] پس محتسب را درون خانہ چہ کار" دوسرے تم نے ان کی سیرت[2] و کردار کے بارے میں ایسی بات کبھی پہلے نہیں کہی۔" یہ سُن کر بھی ولید نے ابن مسعودؓ کو سخت سُست کہا اور کہلا بھیجا کہ" آپ لوگوں کی لگائی بجھائی میں آتے ہیں[3]" راوی کا بیان ہے کہ آپس کی اس ناراضگی کے سوا اور کوئی بات (اس قسم کی) ان دونوں حضرات کے درمیان میں واقع نہیں ہوئی۔"

محمد و طلحہ راوی ہیں[4] کہ" ولید نے ایک ساحر کو بلایا اور پھر اسے عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بھیج دیا کہ اس پر حد جاری کی جائے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے پچھوایا: "تم نے کیسے جانا کہ یہ جادوگر ہے؟" ولید نے جواب دیا" جو لوگ اسے میرے پاس لائے انہیں شک ہے کہ یہ ساحر ہے۔" ابن مسعودؓ نے پھر پچھوایا" انہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ ساحر ہے؟" ولید نے جواب دیا:" انہیں شک ہے۔" ابن مسعودؓ نے اس شخص سے پوچھا:" کیا تو جادوگر ہے؟" اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے پوچھا: تو جانتا بھی ہے جادو کیا ہوتا ہے؟" اس نے کہا" ہاں" اور ایک گدھے پر منہ کی طرف سے سوار ہو کر پیٹھ کی طرف سے .... اتر گیا۔ کبھی لوگوں نے اسے درمیان سے کودتے دیکھا۔ ابن مسعودؓ کو (اس مذاق پر) غصہ آیا اور اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ پھر ولید نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور کہا: "جو شخص ولید سے مذاق میں بھی جادوگر ہونے کا دعوٰے کرے تو اس کی بات پر یقین کر لیا جائے۔" لوگ بولے: "وہ ہے کہاں؟" پھر اسے تلاش کیا گیا تو وہ مل گیا، اس کی کافی پٹائی کی گئی۔ ولید اور عبداللہ بن مسعود اس پر متفق ہو گئے کہ اسے قید میں رکھا جائے۔ پھر حضرت عثمانؓ کو اطلاع دی گئی۔ حضرت عثمانؓ نے جواباً تحریر فرمایا کہ اس سے حلف لیا جائے۔ اگر وہ حلف اٹھائے تو اسے چھوڑ دیا جائے آپ نے مزید فرمایا۔ کسی پر صرف گمان کی وجہ سے حکم مت لگاؤ اور حدود اللہ سے تجاوز نہ کرو۔ خاطی اور معیب کی سزا اور تادیب ہمارا کام ہے۔" اس سلسلے میں آپ نے جندب اور اس کے ساتھیوں پر بھی غیض و غضب کا اظہار فرمایا۔

جندب مدینے گیا۔ اس کے ہمراہ ابوخشہ غفاری اور جثامہ بن صعب بن جثامہ بھی تھے۔ انہوں نے ولید کے بارے میں (افواہوں) کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا:" ایک مرتبہ پہلے تم لوگ ظن و گمان کی بنا پہ ایک شخص پر حد جاری کرانا چاہتے

---

[1] مطبوعہ نسخے میں "منّا" کی جگہ "عنّا" تحریر ہے (مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں "سیرت" کی جگہ "شتر" تحریر ہے (مرتب)

[3] مطبوعہ نسخے سے اضافہ کیا گیا (مرتب)

[4] طبع اوّل: ۲۸۴۵ (مرتب)

تھے اور اسلام میں گمراہی کا آغاز۔ تم لوگ بغیر اجازت کیسے آئے۔ واپس چلے جاؤ۔" آپ کے اس فیصلے سے اتہام لگانے کا توسد باب ہو گیا مگر ولید کو شہ مل گئی اور وہ مزید جری ہو گیا اور جو منہ دیکھے کی اشرم وحیا باقی تھی وہ بھی جاتی رہی۔ اس کے پاس ابوزینب ازدی اور ابومورع اسدی گئے مگر وہ (شراب نوشی سے) کب باز آنے والا تھا۔ چنانچہ مذکورہ بالا اشخاص حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے۔ ان کے ہمراہ ایک اور (ثقہ) آدمی بھی تھا جس نے ان دونوں کی تائید کی۔ چنانچہ آپ نے سعید بن عاص کو حکم دے کر بھیجا اور ولید کو تازیانوں کی سزا دی گئی۔ اس کے بعد ولید حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خدا کی قسم کھا کر کہا کہ وہ دونوں میرے دشمن ہیں، اسی لیے انہوں نے مجھ پر تہمت لگائی ہے۔ آپ نے فرمایا: "ان کی دشمنی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ہمیں وثوق سے جو اطلاع ملتی ہے ہم اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں (بہرحال جس پر ظلم ہو گا اللہ اس کا (خود) انتقام لے گا اور مظلوم کو جزا بھی وہی دے گا۔"

ابی غسان سے بحوالہ عبدالرحمٰن بن حُبیشؓ[1] مروی ہے کہ کوفے کے کچھ لوگ جمع ہو کر ولید کے گھر گئے اور اپنے ساتھ گواہی کے لیے ابوزینب بن عوف اور ابومورع اسدی کو بھی لے گئے۔ ان کا مقصد ولید کی معزولی کے لیے کوئی عذر پیش کرنا تھا۔ وہ لوگ رات گئے تک ولید کے ساتھ رہے اور اسی دوران دھوکے سے ولید کو بے ہوش کر دیا اور ولید کی انگوٹھی اتار کر چلتے بنے۔ ولید کی دو بیویاں ایک بنت ذی خمار اور دوسری بنت ابی عقیل تھی جو پس پردہ یہ تماشا دیکھ رہی تھیں۔ جب ولید کو ہوش آیا تو دونوں سے پوچھ گچھ کی۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم ان لوگوں کو نہیں جانتے۔ ولید نے حلیہ پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ان میں سے دو آدمی بہت قریب تھے۔ ان میں سے ایک نے قمیص پہن رکھی تھی اور دوسرے نے مطرف اور ولید نے پوچھا کیا ان میں سے ایک کا قد لمبا تھا؟ وہ بولیں: "ہاں" ولید نے دریافت کیا: "کیا دوسرا چھوٹے قد کا تھا؟" انہوں نے پھر اثبات میں جواب دیا اور یہ[2] بھی بتایا کہ چھوٹے قد کے صاحب مطرف آدمی نے ولید کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

ولید نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ سے مہر کی انگوٹھی غائب تھی۔ بیویوں سے پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ ولید نے کہا کہ اگر ان کا بس چلتا تو وہ میرے بال بھی کاٹ کر لے جاتے۔ ان کا ارادہ (شاید) یہی[3] ہو گا۔

اس واقعے کے بعد ولید کے مخالف انگوٹھی لے کر مدینے پہنچے اور بیان کیا کہ ولید مے خواری سے بے ہوش تھا۔ اسی حالت میں ہم نے یہ انگوٹھی اس کے ہاتھ سے اتاری اور اسے خبر تک نہ ہوئی۔ ان میں سے ایک شخص کو حضرت عثمانؓ پہچانتے تھے۔ اس نے بھی گواہی دی اور مذکورہ دونوں گواہوں نے بھی۔ اسی بنا پر سعید بن عاص کے ذریعہ

---

[1] ط ۱/۷/۴ ۲۱   [2] مطبوعہ نسخے کے ذریعہ "اور" بڑھایا گیا۔

[3] مطبوعہ نسخے میں لفظ "داھیہ" ہے (مرتب)

ولید کو تازیانوں کی سزا دی گئی۔ جب ولید نے حضرت عثمانؓ کے سامنے حلف اٹھایا تو آپ نے فرمایا کہ "جھوٹے گواہ دوزخ میں جائیں گے۔ اے بھائی صبر کر!" بہر حال اسی بنا پر ان دونوں فریقوں کی اولاد در اولاد میں آج تک دشمنی چلی آتی ہے۔ ولید کا دعویٰ تھا کہ جھوٹے گواہوں کو تازیانوں کی سزا دی جائے مگر حضرت علیؓ نے اسے (اس سے) باز رکھا۔

آخری روایت[1] یہ ہے کہ "ابو زینب اور ابو مورع حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لوگوں کے سامنے مذکورہ بالا گواہی دی۔ آپ نے دریافت کیا: کیا تم نے ولید کو شراب پیتے دیکھا؟" انہوں نے کہا "نہیں البتہ شراب کی قے کرتے دیکھا۔" آپ نے فرمایا: "جب تک کوئی شراب نہ پیئے شراب کی قے کیسے کر سکتا ہے؟" اس کے بعد آپ نے سعید بن عاص کو حکم دیا کہ ولید کو تازیانوں کی سزا دی جائے۔ اسی بنا پر ان دونوں یعنی سعید و ولید کی اولاد در اولاد میں دشمنی چلی آتی ہے۔ صاحب الفتوح نے بھی یہی بیان کیا ہے مگر صحیح[2] میں ہے کہ ولید کو تازیانوں کی سزا عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے دی تھی البتہ حضرت علیؓ کے حکم سے اسے صرف چالیس تازیانوں کی سزا دی گئی حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ ابو بکرؓ شراب نوشی کی سزا چالیس تازیانے دیتے تھے اور حضرت عمرؓ اسی مگر میرے نزدیک افضل[3] چالیس ہی ہے کیونکہ اس سلسلے میں رسول اللہ صلعم کی حدیث یہی ہے۔ کیونکہ (اسی کوڑوں کی) سزا سے اگر کوئی مرجائے تو اس کی دیت واجب ہو جائے گی۔ بہر حال متقدم روایت یہی ہے کہ حضرت علیؓ نے ولید کو چالیس کوڑے لگائے۔ آپ نے فرمایا کہ ضرب تازیانہ سنت ہے لیکن تعداد اجتہاد ہے کیونکہ ضرب و تعداد دونوں کو اگر سنت مان لیا جائے تو اجتماع ضدین واقع ہو گا جو سنت میں ممکن نہیں۔ اسی لیے تعداد شیخین کا اجتہاد ہے اور انہوں نے تعداد کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج سمجھا ہے[4]۔ اس کا ذکر حافظ ابن جوزی نے جامع المسانید، میں کیا ہے۔ مسلم نے صحیح مسلم میں اور احمد نے مسند[5] میں یہی روایت ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک روز ولید بن عقبہ نے حالت نشہ میں صبح کی دو رکعت نماز پڑھا کر لوگوں سے پوچھا:

---

[1] سیف بن عمر کی روایت بحوالہ عبید طنافسی و ابی عبیدہ ایادی۔ دیکھیے نسخہ مطبوعہ ج ا ص ۲۸۴۸ (مرتب)

[2] اسے مسلم نے صحیح مسلم میں درج کیا ہے: حدیث ۱۷۰۷ نیز انساب الاشراف، ۵: ۳۳-۳۵ جس میں لکھا ہے کہ ولید کو حضرت علیؓ نے کوڑے مارے تھے اور مسند بھی دیکھیے ج: ۲ حدیث ۶۲۴، ۱۱۸۴، ۱۲۲۹۔ (مرتب)

[3] روایت کے الفاظ "احب الیّ" ہیں (مترجم)

[4] المسند ۱/ حدیث ۱۰۲۴۔

[5] روایت از بخاری و مسلم (مرتب)

اور پڑھاؤں ؟" عبداللہ بن مسعودؓ بولے :"یہ تجھے آج ہی زیادہ کی کیا سوجھی ؟" ابو مورّع نے بھی تضحیک کے طور پر فی البدیہہ کچھ شعر کہے۔

احمد بن حنبلؒ نے بہ اسناد بیان کیا ہے[1] کہ "ولید بن عقبہ نے فجر کی نماز چار رکعت پڑھا دی۔ پھر مڑ کر نمازیوں سے پوچھا "اور پڑھاؤں ؟" ولید کی یہ بات حضرت عثمان رضؓ تک پہنچائی گئی۔ آپ نے اسے تازیانوں کی سزا کا حکم دیا اور اسے چالیس تازیانے لگائے گئے۔"

عطیہ بن ابی عایف اور یزید فقعسی[2] کہتے ہیں :۔ کوفے میں لوگ ولید کے متعلق دو گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ عوام اس کے موافق ہے مگر خواص اس کے خلاف تھے اور جنگِ صفین تک یہی حال تھا۔ پھر ولید معاویہ کا طرف دار ہو گیا اور لوگ کہنے لگے کہ حضرت عثمانؓ کا فیصلہ اس کے بارے میں مبنی بر باطل تھا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا" تم کہتے ہو کہ ایک فرد واحد کے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ باطل تھا یعنی ان کے قتل کا دار و مدار ایسے ہی فیصلوں کو ٹھہراتے ہو اور جب وہ قتل کر دیے گئے تو اسے بھی امر باطل کہتے ہو۔ پس بتاؤ کہ تمہاری کونسی بات درست سمجھی جائے اور یہ بھی غور کرو کہ انھوں نے جو فیصلہ ہماری رائے سے کیا اس میں کیا غلطی تھی ؟"

محمد بن کریب نافع بن جبیر[3] کے حوالے سے کہتے ہیں :"حضرت عثمانؓ نے فرمایا : اگر تازیانوں کی سزا میں کسی کی موت واقع ہو گئی اور وہ بے گناہ ثابت ہوا یا توبہ کا ثبوت مل گیا تو اس کی شہادت کا جواز پیدا ہو گیا۔"

ابی کبران اور اس کے ہمعصر[4] لوگوں کا بیان ہے کہ ولید نے بھلائی کی ابتدا کی اس نے غربا اور غلاموں میں دولت تقسیم کی، امرا اور غلاموں کے مالک اس کے خلاف ہو گئے چنانچہ مندرجہ ذیل غربا کا قول ہے جسے حدّاد نے شعری جامہ پہنایا ہے :

"افسوس[5] ! ولید معزول[6] ہو گیا اور اب سعید[7] ہم پر مسلط ہو گیا۔ وہ بڑھاتا تو کیا

---

[1] المسند ٢/حدیث ١٢٢٩ (مرتّب)

[2] ط : ١/ حدیث ٢٨٤٩ (مرتّب)

[3] ط : ١/ ٢٨٤٩ (مرتّب)

[4] ط : ٢/ ٢٨٥٠ (مرتّب)

[5] اصل متن میں یہی ہے مگر اغانی (طبع بیروت) ج ٥ ص ١٣٣ پر "ویلنا" کی جگہ "وبلنا" لکھا ہے (مرتّب)

[6] اغانی میں "عزل" کی جگہ "ذھب" لکھا ہے (مرتّب)

[7] نسخہ مطبوعہ (١/ ٢٨٥٠) میں یہی ہے مگر اصل متن میں "مجوعًا" کی جگہ صرف "مجوع" اور اغانی میں "من بعدہ" درج ہے (مرتّب)

اس نے غلّے کی تقسیم میں کمی کر دی۔ ہاں اس نے اگر کچھ اضافہ کیا تو صرف غربا اور بچوں کی بھوک میں[1]۔" (مفہوم)

عصمن بن قاسم[2] کہتے ہیں: "ولید کی معزولی اور سعید کے تقرر پر لوگوں کو عموماً یہ کہتے سنا گیا:

"جس امیر کے خصائل خراب ہوں اس کی فرماں برداری جائز نہیں۔ نہ اس ریاست کی جو خود کو کتاب خداوندی سے بڑھ چڑھ کر سمجھے۔" (شعر کا مفہوم)

سعید کے بارے میں ابوزبید نے کچھ اشعار کہے تھے[3]

سعید بن عاص کی کوفے میں آمد

محمد و طلحہ[4] نے بہ اسناد بیان کیا: سعید بن عاص کا ورود کوفے میں (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتویں سال ہوا مگر اس کا یہ تشخص اسلام میں نزولِ بلا کی ابتدا تھی۔ یہ درست ہے کہ سابق میں وہ اخلاق حسنہ سے متصف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک لوگوں میں ممتاز ہو چکا تھا۔ وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں کوفے کا گورنر ہو کر پہنچا۔ اس کے ساتھ بکے یا مدینے سے اشتر، ابوخیثمہ[5] غفاری، جندب بن عبداللہ اور ابن مصعب[6] بن جثامہ آئے تھے۔ سعید انہیں میں مشخص تھا اور یہ لوگ بھی بوجہ اعانت اس پر حاوی تھے۔ چنانچہ ہر بات میں ان کی چلتی تھی۔ الغرض اس نے پہلی بار منبر پر چڑھ کر خدا کی حمد و ثنا کے بعد یہ خطبہ دیا:۔

"مجھے یہاں کی گورنری کا حکم دیا گیا ہے اگرچہ مجھے اس کا لالچ نہ تھا۔ بہرحال میں جب تمہیں کوئی حکم دوں گا تو اس میں کسی بُرائی کا شائبہ تک نہ ہو گا۔ یاد رکھو! (اب) فتنے کے سدِّ باب کے لیے عوامل ظہور پذیر ہو چکے ہیں۔ میں بخدا اس کا قلع قمع کر کے چھوڑوں گا۔ آج تو میں اپنے کردار و ضمیر کو ٹٹول رہا ہوں۔" پھر اس نے منبر سے اتر کر اہل کوفہ سے کہا کہ "مجھے آپ کے حال سے آگاہی ضروری ہے۔" اس کے بعد سعید نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

---

[1] نسخہ مطبوعہ میں "قد جوع" کی جگہ "فجوع" درج ہے (مرتب)

[2] ط ۱، ص ۲۸۵۰ (مرتب)

[3] دیکھیے اغانی / ۵: ۱۲۲ (مرتب)

[4] طبع ا ص ۲۸۵۰ (مرتب)

[5] اصل متن میں یہی ہے مگر مطبوعہ نسخے میں "خُشّہ" درج ہے (مرتب)

[6] مطبوعہ نسخے میں "ابن" کی جگہ "ابو" درج ہے (مرتب)

[7] مطبوعہ نسخے میں "یُعِیْبُوْن" کی جگہ "یعیبونہ" درج ہے (مرتب)

کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"اہل کوفہ اپنے موجودہ حالات کی وجہ سے پریشان ہیں اور یہی دیکھا جا رہا ہے[1] کہ سابقین اور قدیم مسلمانوں پر اہل ثروت نے تسلط جما رکھا ہے۔ مقامی لوگ امیر سے امیر تر ہوتے چلے جا رہے ہیں مگر غریب قدما یعنی عرب اپنی مالی حالت کی بنا پر پست سے پست تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ ایک بلا ہے جو یہاں نازل ہو رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ ہم سے خوش اور استمداد کے خواہش مند ہیں۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:۔

"سابقین اس کے مستحق ہیں کہ ان کی (ہر ممکن) امداد کی جائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بہ فضل خدا اس اطراف کے شہر فتح کیے ہیں لہٰذا (ہر طرح اور ہر حیثیت سے) ان کا حق مرجح ہے۔ چنانچہ ان کے حقوق کا تحفظ مقدم ہے، مستحقین کا حق انہیں حصہ رسد دیا جائے مگر انصاف بہر حال پیش نظر رہے۔"

چنانچہ سعید بن عاص نے ایسے افراد کو جمع کر کے انہیں خلیفہ کے حکم سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا: "تم لوگوں نے اپ چہرے (سرا جسموں) سے بہت بلند کر رکھے ہیں حالانکہ جسم کسی شجر کی شاخوں کو سہارا دینے کی بنیاد ہے۔ پس تم اہل جا کو ان کا حق دو۔" حضرت عثمان رضؓ نے اس اعلان کی توثیق کی اور خطبات جمعہ کے علاوہ دوسرے ابلاغ کے ذرائع کرنے اور جملہ محروسہ علاقوں یعنی تمام عراق عرب میں اس کی منادی کا حکم دیا۔ آپ نے مدینے میں بھی لوگوں سے ارشاد فرمایا اور انہیں آگاہ کیا کہ یہاں یہ فتنہ سر نہ اٹھانے پائے۔ آپ نے قوموں کے عروج و زوال کی دے کر اہل مدینہ کو احکام الٰہی کی پابندی کی ہدایت فرمائی۔

سعید بن عبداللہ جمحی سے بحوالۂ عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ اوّل الذکر کہتے ہیں کہ آخر الذکر نے میرے والد کو سنائی کہ حضرت عثمان رضؓ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: تم دیکھ رہے ہو کہ عراق عرب میں کسی فتنے سر اٹھایا ہے۔ وہاں کے مقامی و مہاجر جن میں اہل قادسیہ اور اہل مدائن بھی شامل ہیں دولت کے انبار لگا رہے حال آنکہ تم فاتحین سب سے زیادہ اس کے مستحق ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اس دولت کا وہ حصہ جس کے تم مستحق ہو یہا منتقل کر دوں" لوگوں نے پوچھا! "یا امیرالمومنین! یہ کیسے ممکن ہے جب کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو سے دور رکھا ہے؟" آپ نے فرمایا: "اب اللہ کی مرضی یہی ہے" یہ سن کر لوگ خوش ہو گئے اور انتہائی مسر

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے جب کہ اصل متن میں "ننظر" (ہم دیکھ رہے ہیں) درج ہے (مرتب)

کے عالم میں منتشر ہوئے۔

واقعہ وہی تھا جس کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں ذکر فرمایا۔ طلحہ بن عبد اللہ نے ایک ہی سال میں سہمان خیبر سے اتنا کچھ اکٹھا کر لیا تھا جو ان کے حصے سے متجاوز تھا۔ ان سے طلحہ نے قطعات اراضی اور ان کا مالیہ خرید لیا۔ اسی طرح جو لوگ قادسیہ اور مدائن سے وہاں منتقل ہوئے وہاں کے اموال و اراضیات پر قابض ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ اہل حجاز عموماً اور خصوصاً اہل مدینہ اپنے (شرعی) حق سے محروم ہوتے چلے گئے۔ بئر اریس میں خود حضرت عثمانؓ کا جو کچھ تھا وہ بھی طلحہ نے خرید لیا اور اس سے مروان بن حکم نے وہ مال دے کر لیا جو حضرت عثمانؓ کا عطا کردہ تھا۔ مروان نے ان لوگوں سے جو قبائل عراق سے تھے وہ محاصل خرید لیے جن پر جزیرہ عرب میں ان کا حق نہ تھا۔ یہ انتقال اراضی اہل مکہ، اہل مدینہ، اہل طائف اور اہلِ حضرموت پر بھی اثر انداز ہوا مثلاً اشعث بن قیس نے انہیں سے حضرموت کی (معمولی) اراضی دے کر طیزناباذ[1] کی اراضیات لے لیں۔

اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گرگان[2] کی حدود تک ممالک محروسہ کے مختلف شہروں کے باشندوں کو (وہاں کے عاملوں کے ذریعہ) لکھا اور انہیں ذاتی طور پر آمدنی میں (فی کس) ہزار دینار تک متصرف ہونے کی اجازت دی۔ یہ رقوم محاصل کی وہ مقدار تھی جس کی خود انہوں نے استدعا کی تھی اور جس کی قیصر و کسریٰ اور ان کے اخلاف نے بھی (کبھی) اجازت نہ دی تھی[3]۔ ان سے صرف وہی محاصل لیے گئے جس کی وہاں مقیم اہلِ مدینہ نے شہادت دی۔ نیز اہل مدینہ کا حصہ (بسلسلہ فتوحات مال غنیمت) نکال کر انہیں اپنی باقی رقم سے حجاز، مکہ، یمن اور حضرموت میں اراضی کی خریداری کی اجازت بھی دے دی۔

محمد و طلحہ حضرت عثمانؓ کے ان (نرم) احکام کی تصدیق کرتے کہتے ہیں[4]۔ ان احکام کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبائل عرب ہوں یا غیر عرب شیر ہونے چلے۔ حال آنکہ ان احکام کی رو سے سابقین و متقدمین اسلام کے علاوہ کسی کو کسی پر فضیلت نہ تھی مگر اہل عرب اپنی فضیلت کا اظہار بغیر کسی حیلے حوالے کے کرنے لگے بلکہ اس پر حجت و اصرار بھی[5]۔ جب کہ دوسرے

---

[1] کوفے اور قادسیہ کے درمیان ایک بہت ہی زرخیز و شاداب جگہ کا نام (مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اصل متن میں "جربان" درج ہے (مرتب)

[3] اس عبارت کی تقدیم و تاخیر ہم نے سیاق و سباق کے مطابق ترتیب دی ہے (مرتب)

[4] ط ۱/ ۲۸۵۰ (مرتب)

[5] مطبوعہ نسخے میں "یتجون" کی جگہ "یختفون" درج ہے (مرتب)

انہیں ملزم گردانے لگے اور اس کا سبب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ٹھہرانے لگے۔[1] چنانچہ مسابقت کا سلسلہ چلا اور جس نے
جہاں جو پایا اس پر قابض ہو بیٹھا اور حسب خواہش اس میں اضافہ کرتا چلا گیا جس میں عوام کا نقصان ہی نقصان تھا چنانچہ فساد پھیلا
اور بغاوت کے آثار رونما ہونے لگے۔"

قرآن کے مختلف نسخوں کو جلانے کا بیان

حضرت حذیفہ[2] رضؓ ۳۰ھ میں مختلف مفتوحہ علاقوں کے سفر پر گئے۔ جب وہ واپسی میں کوفے سے گزرے تو سعید بن عاص (گورنر کوفہ)
کو بتایا کہ "میں نے دوران سفر ایک عجیب بات دیکھی۔" سعید نے دریافت کیا: "وہ کیا؟" حذیفہ نے جواب دیا: "لوگ
قرآن کو مختلف طریقوں سے پڑھتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ ایک حالت پر کبھی قائم نہیں رہیں گے بلکہ اختلاف قرأت
بڑھتا چلا جائے گا۔" سعید نے پوچھا: "وہ کیسے؟" حذیفہ نے کہا: "حمص کے لوگ کہتے ہیں کہ ان کی قرأت دوسروں کی قرأت
سے[3] بہتر ہے کیونکہ انہوں نے مقدادؓ سے سیکھی ہے۔ یہی حال اہل دمشق اور اہل کوفہ کا ہے۔ آخرالذکر کہتے ہیں کہ انہوں
نے قرأت قرآن ابن مسعودؓ سے سیکھی ہے۔ اہل بصرہ[4] کا خیال ہے کہ ان کی قرأت دلوں میں اترتی چلی جاتی ہے۔ وہ
کہتے ہیں کہ وہ قرآن ابوموسیٰ (اشعریؓ[5]) کی طرز پر پڑھتے ہیں۔"

حذیفہ نے اس سلسلے میں اکثر اصحاب رسول اور تابعین کو اس رائے سے متفق پایا مگر ابن مسعودؓ اور ان کے ساتھیوں
نے مخالفت کی۔ یہیں سے حذیفہ اور ابن مسعودؓ کے مابین نفرت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے بعد حذیفہ حضرت عثمانؓ
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بارے میں انہیں اطلاع دی اور یہ بھی عرض کیا: "میں اس امر کا عینی شاہد ہوں۔"
چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا۔ ان سب نے
حضرت حذیفہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ بنت عمر (رضی اللہ عنہما) کے پاس ایک
شخص کو بھیجا کہ جو نسخہ قرآن شریف کا ان کے پاس ہے وہ بھجوا دیں۔ یہ نسخہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس وقت مرتب
کرایا تھا جب جنگ یمامہ میں حفاظ کی ایک کثیر تعداد شہید ہو گئی تھی۔ حضرت حفصہؓ نے اپنا نسخہ حضرت عثمانؓ کی
خدمت میں بھیج دیا تو آپ نے زید بن ثابت ابن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو حکم
دیا کہ اس کے مطابق ایک اور نسخہ تیار کریں نیز یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی حرف کی قرأت کے متعلق ان کی آرا میں اختلاف

---

۱ مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اصل متن کے اس صفحے پر "حفنوۃ" کی جگہ "خطوہ" لکھا ہے (مرتب)

۲ حذیفہ بن یمان بن جابر عبسی، صحابی مشہور (مرتب)

۳ ابن اثیر ۳: ۴۲ (مرتب)

۴ ابن اثیر کے حوالے سے اضافہ (مرتب) ۵ اشعری، اضافہ از مترجم ۱۲۔

ہو تو وہ لغتِ قریش کو پیشِ نظر رکھیں۔ اس کے بعد اس ایک نسخے سے کئی اور نسخے تیار کیے گئے اور ان میں سے ایک ایک نسخہ ہر شہر کو بھیج دیا گیا اور ان کے علاوہ باقی نسخے (جو واپس منگوا لیے گئے تھے) سب کے سب جلا دیے گئے۔ اس قابل قدر حکم اور عمل پر ہر طرف سے حضرت عثمانؓ پر داد و تحسین کے پھول نچھاور کیے گئے سوائے ابن مسعودؓ اور ان کے متفقین کے جو اس عمل کے مخالف تھے۔

جب حضرت علیؓ کوفے تشریف لے گئے تو لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عثمانؓ کے اس عمل کو برا ٹھہرایا۔ ابن مسعودؓ اس میں پیش پیش تھے مگر حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے اس عمل کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر میں خلیفہ ہوتا تو وہی کرتا جو عثمانؓ نے ایک خلیفہ کی حیثیت سے کیا۔"

سیف سے سوید بن غفلہ کے حوالے سے مروی ہے۔ آخر الذکر نے بیان کیا: میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے ہوئے سُنا:

"اللہ اللہ! تم عثمانؓ کے متعلق مبالغہ آمیزی سے کام لے رہے ہو! تم کہتے ہو کہ وہ قرآن کو جلانے والے ہیں!" تم بتاؤ کہ تمہارا اس قرأت کے بارے میں کیا خیال ہے جس کے متعلق ہر شخص کہتا ہے کہ وہ دوسرے سے بہتر ہے اور دوسروں کا بھی یہی خیال ہے۔ یہ صریحی کفر ہے۔ جب اب یہ حال ہے تو آئندہ کیا ہوگا۔ پھر آپ نے زید بن ثابت اور سعید بن عاص کو بلا کر حکم دیا کہ تم میں سے ایک پڑھتا جائے اور دوسرا مقابلہ کرتا جائے۔ جس حرف کی قرأت میں تمہارا آپس میں اختلاف ہو تو مجھ سے رجوع کرو۔"

چنانچہ اسی طرح ایک ایک نسخے کا مقابلہ کیا گیا کہ ایک پڑھتا رہا اور دوسرا سنتا رہا۔ کسی جگہ بھی ان دونوں کا اختلافِ رائے نہ ہوا سوائے سورہ بقرہ کے ایک مقام کے جہاں ایک کی رائے تھی کہ تابوۃ "ہ" سے پڑھا جائے اور دوسرے کی رائے میں "تابوت" پڑھا جائے یعنی "ت" کے ساتھ۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ سے رجوع کیا گیا۔ آپ نے اس مقام پر "تابوت" یعنی "ت" کے تلفظ کو درست ٹھہرایا۔ حضرت علیؓ نے بھی اس کی تصدیق کی اور فرمایا: "جو کچھ عثمانؓ نے کہا ہے میں بھی وہی کہتا۔"

چنانچہ راوی کہتا ہے: پس ساری قوم اس پر متفق ہو گئی اور سب نے یک زبان ہو کر کہا:

"بخدا اللہ وحدہٗ لاشریک نے جو کچھ کہا وہی علیؓ کی زبان سے نکلا اور جو کچھ علیؓ کی زبان سے نکلا وہی اللہ وحدہٗ لاشریک نے کہا ہے!"

محمد اور طلحہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ نے عبد اللہ (ابن مسعودؓ)[1] کو تحریری

---

[1] اضافہ از مترجم ۱۲۔

طور پر بُرا بھلا کہا " جو ہم کہتے ہیں تم اسے غلط سمجھتے اور اپنے قیاس کو صحیح! یاد رکھو! قرآن کتاب واحد ہے اور ذاتِ احد کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ ہم جملہ انصار و مہاجرین نے زبان رسول سے سُنا ہے (جو کچھ میں نے کہا صحابہ رسول کا اس پر اتفاق ہے۔ پس تمام شہروں میں صحیح مصاحف تلاوت کی جا رہی ہے، سب کا اسی پر قرار و قیام ہے لہٰذا اب اس کے بعد ہرگز کوئی التباس نہ ہونے پائے۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قرأت کے معاملے میں لوگ گروہ در گروہ ہو جائیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم اور تمہارے جیسے لوگ اُن میں سے نہیں ہو۔" (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے یہ خط ملنے کے بعد، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک روز لوگوں کے سامنے یہ خطبہ دیا: یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اُمت محمدیہ کو گمراہی پر مجتمع نہیں کرتا۔ اگر گمراہی پھیلتی ہے تو علمائے حق کے نہ ہونے سے پھیلتی ہے۔ پس تم حق پر مجتمع اور قائم رہو۔ میں اور میرے اصحاب نزاع کے حق میں نہیں ہیں۔ گمراہی پھیلانے والے لوگ اس کے ذمہ دار ہیں[1]۔" اس کے بعد ہی کچھ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھ بھیجا اور ان سے مدینے کو واپسی کی اجازت چاہی۔ اور یہ بھی لکھا کہ وہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کوفے میں قیام کو پسند نہیں کرتے کیونکہ انہیں ڈر ہے کہ آئندہ بھی کوئی مابہ النزاع بات ان کے متعلق منتشر ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ اجازت دینے میں تامل رہا مگر آپ نے وفات[2] سے قبل انہیں مدینے کو واپسی کی اجازت دے دی۔ اکثر راوی اس روایت پر متفق ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُمراء کو لکھا:۔

"بعد حمد و ثنا، یاد رکھو! رعایا انتشار سے (ہمیشہ) گمراہی میں مبتلا ہوئی ہے اور بربنائے انتشار و شر پرستی میں گرتی چلی گئی ہے۔ اس کا سبب تین باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا نے انہیں متاثر کیا۔ دوسرے یہ خواہشات نے غلبہ کیا یا عورتیں ان پر قابو یافتہ ہو گئیں۔ خبردار! تم ان تین باتوں میں سے کسی کے پھندے میں نہ آنا۔ یاد رکھو نفرت انقلاب کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ لوگوں سے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، انہیں اطمینان دلاؤ اور راہ خداوندی سے نہ ہٹنے دو۔"

آپ نے عمال کو یہ بھی لکھا:

"جو کچھ تم نے صبر اور نماز سے سیکھا ہے لوگوں کو وہی سکھاؤ۔ اللہ کے احکام پر انہیں

---

[1] یہاں بمعنی متعدد استعمال ہوا ہے (مرتب)

[2] وفات ابن مسعود (رض) (مرتب)

ثبات و قیام کی تلقین کرو۔ جو کچھ تمہارا عمل ہوگا دنیا اس میں تم سے کہیں آگے جائے گی۔ اگر تم ہلکی سی برائی پر راضی ہو جاؤ گے تو وہ پھیلتی چلی جائے گی۔ تھوڑا سا شہ بھی بہت ہوتا ہے۔ یاد رکھو! جو لوگ (ابتداً ہیں) لوگوں کے دلوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتے ہیں وہی (کسی وقت) ان میں پھوٹ بھی ڈلوا دیتے ہیں۔ لوگوں کی سیرتوں کا مطالعہ کرو۔ اللہ کا منشا یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔"

آپ نے عمال کو یہ بھی تحریر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے لیے مسلمانوں کے دلوں میں باہمی اُلفت پیدا کی ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ترجمہ (اے رسولؐ) اگر تو جو کچھ زمین پر ان پر خرچ کر دیتا تب بھی ان کے دلوں میں باہمی محبت نہ پیدا کر سکتا۔ یہ محبت اللہ نے پیدا کی ہے (سورہ انفعال: ۶۳) خدا کی اطاعت پر اگر لوگ متفق نہ ہوں تو سمجھ لو کہ اس کی توفیق خدا کی طرف سے حاصل نہیں ہوئی۔ تم ان دونوں باتوں میں حدود اللہ سے تجاوز ہرگز نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: ترجمہ "(اے رسول) آپ انہیں مجبور نہیں کر سکتے، اگر وہ اعادۂ کفر کریں تو ان کی اصلاح خدا کی ذمہ داری ہے" (سورہ الغاشیہ ۲۲-۲۳) پس جو شخص مائل بہ کفر ہو اس کا علاج ہم حکم خداوندی کے مطابق کریں گے یا کوئی جماعت سے روگردانی کرے تو ہم (اس کی صفائی قلب کے لیے) انصاف سے کام لیں گے حتیٰ کہ اس کی حجت اور عذر ختم ہو جائے انشاءاللہ"

ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے مدینے میں یہ خطبہ دیا:

"لوگ مجھے ان (اہل کوفہ) کے بارے میں ایسا ایسا بتاتے ہیں۔ بخدا میں پہلا شخص نہیں جس نے وہاں کا دروازہ کھولا ہے اور سامان نقل و حمل مہیا کیا ہے۔ میں اپنے نفس کو پہچانتا اور اس پر قابو رکھتا ہوں۔ اسے لگام سے روکتا ہوں اور اسی سے چلاتا ہوں۔ میرے اور تمہارے ہاتھ رسی کا ایک سرا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ حکم خدا کے مطابق اسے کھینچیں مگر اس کے خلاف نہ کریں۔ یاد رکھو! جس نے امر الٰہی کی پابندی کی اس کے لیے بشارت ہے اور جس نے دنیا طلب کی وہ خسارے میں رہا۔"

محمد اور طلحہ کہتے ہیں: حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو لکھا:

"ہر معاملے میں خدا کے حکم کی پابندی کرو اور اسی پر اکتفا کرو۔ انسانوں کے سلسلے میں بھی خدا سے مدد مانگو۔[1] اللہ چاہے تو ان میں اتفاق پیدا کر دے اور چاہے تو ان میں تفرقہ ڈال دے۔ جنہیں وہ منتشر کرے انہیں کوئی جمع نہیں کر سکتا اور جنہیں وہ جمع کرے انہیں کوئی منتشر نہیں کر سکتا۔ پس تم "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" کہتے رہو۔"

انگوٹھی کا چاہِ اریس میں گرنا

سنہ ۳۰ھ[2] میں یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے ساتھ چاہ اریس پر پیش آیا جو اس وقت حضرت عثمان رضؓ کے ہاتھ میں تھی۔ اریس کے مقام پر جو مدینے سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے اہل مدینہ کے لیے کنواں کھودا گیا تھا۔ حضرت عثمان رضؓ کنوئیں کی مینڈھ پر کھڑے ہوئے تھے۔ آپ نے (انگلی سے انگشتری نکال کر) انگوٹھی کا عکس (برکت کے لیے) کنوئیں میں ڈالنا چاہا لیکن وہ (اچانک آپ کے ہاتھ سے چھوٹ کر) کنوئیں میں جا پڑی۔ اس کے بعد کنوئیں کی صفائی کی گئی اور سارا پانی جو قلیل مقدار میں تھا نکال دیا گیا مگر نہ انگوٹھی ملی نہ کنوئیں کی گہرائی کا اس کے بعد پتا چل سکا۔ یہ انگوٹھی چاندی کی بنی ہوئی تھی اور اس پر تین سطروں میں "محمد رسول اللہ" منقوش تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک (خطوط پر) اسی سے مہر لگایا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابو بکر رضؓ اپنی وفات تک اور اس کے بعد حضرت عمر رضؓ اسی انگوٹھی سے اپنی وفات تک مہریں لگاتے رہے۔ حضرت عثمان رضؓ نے دو سال تک اس انگوٹھی کو مہر کے لیے استعمال کیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے ویسی ہی ایک انگوٹھی بنوائی جو آپ کی انگلی میں آپ کی شہادت تک موجود تھی۔ جب جمعہ کے روز نمازیوں کی کثرت ہونے لگی تو آپ نے (ضرورتاً) ویسی ہی ایک تیسری مہر بنوائی تھی۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف کچھ لوگوں کی تحریک کا بیان

سنہ ۳۳ھ میں ایک جماعت نے حضرت عثمان رضؓ کے خلاف تحریک شروع کی اور آپ پر کچھ الزامات عائد کیے مثلاً کوفے میں سعید بن عاص کا گورنری پر تقرر اور ولید بن عقبہ[3] کی معزولی، بصرے میں ابن عامر کا تقرر اور ابو موسیٰ اشعری کی معزولی، منیٰ میں پوری نماز کی ادائیگی، ابی سرح کا تقرر، نیز اسی قبیل کی دوسری بہت سی

---

۱ اصل متن میں اس مقام پر "لہ" کی جگہ "لھم" لکھا ہے (مرتب)

۲ انگوٹھی کا بیان مطبوعہ نسخے میں (ج ۱ : ص ۲۸۵۶) اور ابن اثیر ۳ : ۴۳ میں دیکھیے۔ مولف نے یہ بیان ابن اثیر سے نقل کیا ہے (مرتب)

۳ اضافہ از مترجم ۱۲۔

باتوں کے سلسلے میں آپ کو مورد الزام ٹھہرایا گیا۔ اس جماعت میں مالک اشتر، اسود بن یزید، علقمہ بن قیس، صعصعہ، عبداللہ ابن سبا المعروف ابن سوداء اور سودان بن حمران تھے۔ آخر الذکر نے ایک عورت سے عدت کے دوران نکاح کر لیا تھا۔ جس پر حضرت عثمان رضؓ نے اسے تازیانوں کی سزا دی تھی اور نکاح فسخ کرا دیا تھا۔ انہیں لوگوں میں عمیر بن ضابی اور کمیل بن زیاد بھی تھے۔ ان لوگوں نے دوسروں کو لکھ لکھ کر حضرت عثمان رضؓ کے خلاف خروج کی دعوت دی تھی اور اس کی اطلاع خود حضرت عثمان رضؓ کو بھی دے دی تھی۔

حضرت عثمان رضؓ نے اس کی اطلاع اپنے عمال کو دے کر انہیں طلب کیا۔ وہ آئے اور آپ نے انہیں حالات سے آگاہ کیا مگر وہ بھی آپس میں اختلاف آراء کے شکار ہو گئے[1] دکھا جاتا ہے، کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بھی ایک شخص نے اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی لوگوں کو خروج پر آمادہ کر کے کہا کہ "اٹھ کھڑے ہو، ہمارے نزدیک یہ جہاد ہے۔" کچھ لوگ حضرت عثمان رضؓ کی جانب سے مذکورہ بالا لوگوں کے پاس گئے لیکن کسی نے سوائے زید بن ثابت، ابواسید ساعدی، حسان بن ثابت اور کعب بن مالک کے انہیں بغاوت سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ پھر لوگوں نے جمع ہو کر حضرت علی رضؓ سے گفتگو کی۔ حضرت علی رضؓ حضرت عثمان رضؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ لوگوں نے مجھ سے یہ گفتگو کی ہے، میں نے انہیں نصیحت کی اور ڈرایا دھمکایا بھی مگر وہ لوگ خاصے مشتعل ہیں۔ آپ نے اس سلسلے میں حضرت عثمان رضؓ سے معاویہ، ابن ابی سرح، ابن عامر، سعید بن عاص اور دوسرے لوگوں کے تقرر کا قصہ بھی چھیڑا اور کافی طویل گفتگو کے بعد واپس آ گئے۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضؓ باہر تشریف لائے لوگوں سے خطاب کیا اور (کچھ باتوں کی) معذرت بھی کی مگر (اسی وقت) مروان نے اٹھ کر کہا: اگر تم چاہو تو ہمارے تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ بقول شاعر "ہم نے (اب تک) تم سے چشم پوشی کی ہے مگر تمہاری سرکشی بڑھتی چلی جاتی ہے (یاد رکھو!) تمہیں تحت الثریٰ میں پہنچا دیا جائے گا۔" حضرت عثمان رضؓ نے اس سے کہا۔ تم خاموش رہو اگر تم چپ نہ رہو گے تو میں اور لوگوں کو طلب کر لوں گا۔" (یہ سن کر) مروان خاموش ہو گیا۔ حضرت عثمان رضؓ بھی (منبر سے) اتر کر (گھر میں) تشریف لے گئے۔ اس کے بعد لوگ آپ کے متعلق الزامات کے سلسلے میں دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کا قصہ

عطیہ سے بحوالہ یزید فقعسی[2] مروی ہے۔ آخر الذکر کہتے ہیں: "عبداللہ بن سبا سے میری جان پہچان حضرت عثمان رضؓ کی خلافت

---

[1] دیکھیے نسخہ مطبوعہ ۱/۲۹۳۱ و مابعد (مرتب)

[2] ط ۱/۲۹۴۱ (مرتب)

کے آخری دو سالوں میں رہی۔ اسے لوگ "ابن سوداء" کہتے تھے۔ وہ یہودی تھا۔ اہل مکہ اور اہل مدینہ اس کے فریب کو سمجھ گئے تھے اس لیے وہ اس کے دام فریب میں نہ آسکے۔ اس کے بعد وہ بصرے گیا اور قبیلہ عبد القیس میں ٹھہرا۔ اس کے گرد و پیش سعید (ابن عاصؓ)، اُشتر، ابو زینب اور ابو مورّع اور ان جیسے کچھ لوگ جمع ہوئے مگر اس سے پہلے سعید ہی نے پوچھا۔ تم کیا باتیں کرتے پھرتے ہو! ہم نے کتاب (قرآن) میں پڑھا ہے کہ یہودیوں نے زمین پر دو مرتبہ فساد پھیلایا (سورۂ اسرائیل: ۴) ابن سبا نے جواب دیا: "یہ بات میں نے تم سے پہلی بار سُنی ہے۔" سعید نے کہا: "مگر یہ بالکل سچ ہے۔" اس کے بعد لوگ اس کے مکر و فریب سے آگاہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر وہ شام کی طرف چلا گیا اور جب وہاں بھی اپنے عزائم کو پورا ہوتے نہ دیکھا تو مصر چلا گیا جہاں بہت سے لوگ اس کی ریشہ دوانیوں میں شریک ہو گئے۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھائی بندوں کو دوسرے شہروں میں اطلاع دی اور گمراہی میں ان کی مدد کی۔ اس لیے وہ (عبد اللہ بن سبا) پہلا شخص ہے جس نے لوگوں کو (حضرت عثمانؓ) کے خلاف خروج کی دعوت دی۔"

محمد اور طلحہ کہتے ہیں: "سعید بن عاص خود نہیں بہکا تھا مگر اس کو بہکانے والے اہل کوفہ، کچھ ابنائے زباں اور اہل قادسیہ تھے نیز مصر[1] کے کچھ قاری بھی تھے[2] جن میں کچھ اہل غرض[3] بھی شامل ہو گئے تھے۔ یہ زمانہ وہ تھا جب وہ کوفے کی گورنری سے معزول ہو کر جانے والا تھا۔ جب وہ کسی مجلس میں بیٹھتا تو یہ لوگ پہلے ایک ایک کر کے اس کے پاس آتے تھے۔ پھر ایک روز سب مل کر آ گئے اور اسے پرچانے لگے۔ "خنیس بن اسدی نے کہا: کیا تم طلحہ بن عبید اللہ سے زیادہ فیاض نہیں ہو؟" سعید بن عاص نے جواب دیا: "اگر میں تمہارے سوال کا جواب اثبات میں دوں تو یہ رات کو دن کہنا یعنی امر واقعہ کے خلاف ہو گا۔" اس کے بعد عبد الرحمٰن بن خنیس بولا: کیا آپ کو یہ پسند نہیں ہے کہ کوفے سے کچھ فاصلے پر فرات کے اس طرف کا حصّہ جو کبھی اہل فارس کی عمل داری میں تھا آپ کے قبضہ میں ہو؟" پھر سب یک زبان ہو کر بولے: "ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ حصّہ اللہ تعالیٰ آپ کو عطا کرنے والا ہے۔" سعید بولے: "خدا تمہیں اس سے زیادہ دے۔" انہوں نے کہا: "آپ کو اور ہم سب کو۔" سعید نے پوچھا: "کیا مطلب؟" وہ بولے: "مطلب یہ کہ اگر اس علاقے پر آپ کا قبضہ ہو جائے تو یہ آپ کے اور ہمارے سب کے لیے بہتر ہو گا۔" ان لوگوں میں جو سعید پر اثر انداز ہونا چاہتے تھے اُشتر، ابن ذی حکبہ[4]، جندب، صعصعہ، ابن الکوّا، کمیل

---

[1] اضافہ از مترجم ۱۲۔

[2] مطبوعہ نسخے میں "مصر" کی جگہ "بصرہ" تحریر ہے (مرتّب)

[3] مطبوعہ نسخے سے اضافہ (مرتّب)

[4] اصل متن میں اس نام کو بضم "حا" مگر مطبوعہ نسخے میں "حا" کو بفتح لکھا ہے (یعنی حَکبہ) ۱۲ (مرتّب)

اور عُمیر بن ضنابی تھے مگر سعید نے انہیں بہ لطائف الحیل ٹال دیا۔ جب وہ پھر آئے تو اس کے والد نے انہیں روکا۔[1]
وہ بڑبڑاتے چلے گئے۔" اسی قبیل کی باتیں بنو اسد کے متعلق بھی سُنی گئی ہیں۔ جب بنو اسد سعید کے پاس آئے
تو ان کے ساتھ طلیحہ بھی تھا۔ ان سب نے مل کر سعید کو قصر امارت میں گھیر لیا، کچھ اور قبائل کے لوگ بھی آ گئے اور
سعید پر زور ڈالنے لگے کہ وہ موجودہ قیادت سے ان کی گلو خلاصی کرائے[2]۔ سعید ان کے ساتھ قصر امارت سے نکلا
اور انہیں سمجھانے لگا۔" جو قوم آپس میں لڑتی جھگڑتی ہے وہ مٹ جاتی ہے۔ خدا عافیت کے ساتھ بھی رزق دیتا
ہے۔" وہ لوگ پھر بھی ٹھہر کر اپنی بات کو بار بار کہتے رہے[3]۔ سعید نے انہیں اطمینان دلا کر لوٹا دیا مگر دو آدمی
پھر بھی جمے رہے۔ سعید نے پوچھا: اب اور کیا کہنا چاہتے ہو؟" وہ بولے: "تو نے ہمیں مار ڈالا[4]۔ اللہ تجھے سمجھ
دے۔" سعید نے کہا: "تمہارے سمجھانے سے مجھے سمجھ آنے سے رہی یعنی میں تمہارے بہلائے پھسلائے میں
کبھی نہیں آؤں گا۔ تم اپنی زبانیں بند رکھو اور لوگوں میں فساد مت پھیلاؤ۔" جب وہ لوگ سعید کی طرف سے
مایوس ہو گئے تو اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس کے بعد ان لوگوں کے سلسلے میں اہل کوفہ نے مزید زور ڈالا تو سعید
نے کہا: "جہاں تک میرا تعلق ہے، میں ایسی کسی تحریک میں شامل نہ ہوں گا۔ اب تمہارا امیر دوسرا شخص ہے اگر
تم چاہو تو اس تحریک میں شرکت کے لیے اس سے رجوع کرو۔"

کوفے کے کچھ نیک، شریف اور امن پسند لوگوں نے اس تحریک کے متعلق حضرت عثمانؓ کی خدمت میں یادداشت
بھیجی آپ نے جواباً لکھا: "اگر تم اس پر قائم ہو جو تم نے لکھا ہے تو ان لوگوں کو معاویہ کے پاس بھیج دو۔" چنانچہ
ان لوگوں نے کسی نہ کسی طرح ان مفسدوں کو کوفے سے شام کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ گنتی میں دس تھے۔ اہل کوفہ کے
شرفاء نے اس کی اطلاع بھی حضرت عثمان رضؓ کو دے دی۔ یہ اطلاع ملتے ہی حضرت عثمانؓ نے معاویہ کو لکھا:

"کوفے سے کچھ لوگ تمہارے پاس آ رہے ہیں۔ یہ لوگ بانی فساد ہیں۔ پس تم انہیں
دیکھو اور ان کی نگرانی کرو۔ اگر وہ راہِ راست پر آ جائیں تو انہیں معاف کر دیا

---

[1] مطبوعہ نسخے میں " روکا " سے پہلے الفاظ " اس سے " بھی تحریر ہیں (مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں خلصنا کی جگہ " تخلصنا " تحریر ہے (مرتب)

[3] مطبوعہ نسخے سے اضافہ (مرتب)

[4] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اصل متن میں " کیا کہنا چاہتے ہو۔ " کی جگہ " تم لوگ مفسد ہو " لکھا ہے (مرتب)

[5] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اصل متن میں قَتَلْتَنَا کی " فَاِنَّنَا " تحریر ہے (مرتب)

جائے ورنہ جیسا کرنا ویسا بھرنا کے مطابق عمل کیا جائے۔"

جب یہ لوگ معاویہ کے پاس پہنچے تو وہ ان سے تنہا ملے اور انہیں ایک کلیسا میں ٹھہرایا جو کلیسائے مریم کے نا
موسوم تھا۔ پھر ان کے ساتھ وہی معاملہ پیش آیا جو عراق میں پیش آیا تھا۔ معاویہ رات دن ان کے ساتھ رہے
ایک دن ان سے بولے:

"تم عرب ہو، تم نیزہ بازی[1] اور تقریر دونوں میں ممتاز ہو۔ اب تم اسلام سے[2] مشرف ہو چکے ہو مگر پھر بھی
پرانے خصائل کی طرف مائل ہو۔ میں نے سُنا ہے تم قریش کو مطعون کرتے ہو حالانکہ وہ قریش ہی ہیں جنہوں نے تم
اسلام سے روشناس کر کے اس کی روح تم میں پھونکی ہے اور تمہیں اقوام عالم میں ممتاز کر دیا ہے۔ اگر قریش نہ
تو تم پہلے کی طرح فقر مذلت میں پڑے رہتے (قریش کے ذریعہ) جو ثمر تمہیں ملا ہے اس پر خوش ہو کر قناعت کیوں
نہیں کرتے۔ ہمیں تم سے ظلم و فساد کی بجائے معاونت کی توقع ہے، ہم نے اب تک تمہیں ڈھیل دی ہے لیکن
سمجھنا کہ اگر تم ظلم و فساد پر اترے تو ہم صبر کر کے بیٹھ جائیں گے۔ تم ایسے اعمال کی طرف کیوں مائل ہو جو تمہا
زندگی کے علاوہ تمہاری موت کے بعد بھی قوم کے کردار پر اثر انداز ہوتے رہیں۔"

معاویہ کی اس تقریر کے جواب میں ان میں سے ایک بولا: "آپ نے جو قریش کا ذکر کیا تو کیا سارے عرب
کی اکثریت ہے یا وہ زمانہ جاہلیت میں اکثریت میں تھے۔ رہا وہ ثمر جس کا آپ نے ذکر کیا ہے، جب وہ آیا تو ہمیں
حصہ رسد پہنچا۔"

معاویہ نے جواب دیا: "کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہاری قلتِ عقل کے باوجود تمہاری عددی کثرت قابل اعتنا
پھر وہ مخاطب سے بولے: "تو قوم کا خطیب بنتا ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ تجھ میں ذرا سی بھی عقل نہیں ہے
تو زمانۂ جاہلیت کا ذکر کرتا ہے۔ تو اپنی بات کو آخری بات سمجھتا ہے۔ سن! زمانۂ جاہلیت ہو یا دورِ اس
قریش حسب و نسب میں ہمیشہ ممتاز رہے ہیں اور انہیں دونوں زمانوں میں جو عزت ملی وہ خدا کی ودیعت
ہے۔ وہ حسب و نسب ہی نہیں بلکہ کردار، مروّت، اخلاق ہر چیز میں ممتاز ہیں اللہ جسے عزت دے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اور وہ جسے
دے اسے کوئی ابھار نہیں سکتا۔ کیا قریش جاہلیت میں بھی خانہ کعبہ کے متولی نہیں تھے؟ کیا یہ اعزاز انہیں خد
بخشا ہوا نہیں تھا۔ خدا نے قریش ہی میں اپنی ساری مخلوق سے بہتر انسان پیدا کیا اور اسے معزز ترین اصحا
کر معاونت فرمائی۔ وہ سارے اصحاب قریش تھے۔ اے صعصعہ! کیا تجھے ان پر فضیلت کا دعوٰی ہے؟ تم

۱؎ مطبوعہ نسخہ میں یہی ہے مگر اصل متن میں "سنان" کی جگہ سان مرقوم ہے (مرتب)
۲؎ " " " " " " "بالاسلام" کی جگہ "الاسلام" مرقوم ہے (مرتب)

ہو یا گمراہی کے پڑوسی ہو۔ کسی اور کو بھی بات کرنے دے مگر چونکہ تو نے بات کی ابتدا کی ہے تو سن! کہ تیرا قریہ قریہ ذلّت ہے اور تو نے عرب کا نام ڈبو دیا ہے۔ تجھ سے برائی کے سوا کسی بھلائی کی امید نہیں ہے۔ ذرا خانہ کعبہ اور قریش کی حرمت و عظمت پر نظر ڈال کہ یہ سب خدا کا عطیہ ہے۔ تمہیں اس شر و فساد سے کچھ حاصل نہ ہو گا کیونکہ جو ہو گا حکم الٰہی سے ہو گا۔ تمہارے دلوں میں شیطانی وسوسے ہیں مگر اللہ تعالیٰ سب پر حاوی ہے۔ اسی کا حکم حکم ہے۔ اس نے چاہا تو تم ذلیل و خوار ہو گے۔ پہلے بھی اہل فارس کے مطیع تھے جو کافر تھے۔ تمہیں نبی کریمؐ کے ذریعہ اسلام نے عزت دی ہے۔ اب چاہو اسے رہنے دو یا ضائع کر دو۔" یہ کہہ کر معاویہ اُٹھے اور ان سے رخصت ہو گئے۔ اس کے بعد وہ عجیب کش مکش میں مبتلا ہو گئے۔ اور اپنا دم گھٹتا محسوس کرنے لگے۔

اس کے بعد جب معاویہ اُن کے پاس آئے تو بولے: "میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ اب تمہارا جدھر جی چاہے جاؤ۔ اللہ تمہارے ذریعہ کسی کو نفع پہنچائے گا نہ نقصان، تم نفع و ضرر کے لوگ ہی نہیں ہو۔ تم غیر معروف لوگ ہو جو اللہ کے راستے سے پھر گئے ہو۔ اگر تم راہِ نجات کے طالب ہو تو جماعت کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ جب لوگوں کو وسعت، فراخی اور فارغ البالی حاصل ہو گی تو تم بھی اس میں حصہ دار ہو گے (الگ تھلگ رہ کر) تمہاری بقا[1] کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ بیکار ضد سے کسی خیر کی امید مت رکھو۔ اب جاؤ جدھر تمہارا جی چاہے۔ میں تمہارے متعلق امیر المومنین (حضرت عثمانؓ[2]) کو لکھ رہا ہوں۔"

اس واقعہ کے بعد معاویہ نے حضرت عثمانؓ کو لکھا:

> "(جن لوگوں کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا تھا) وہ یہاں آئے تھے، نہ ان میں عقل ہے نہ دین سے انہیں کوئی تعلق ہے۔ اسلام نے انہیں (بوجھ سمجھ کر) پھینک دیا ہے اور عدل نے انہیں دھتکار دیا ہے۔ یہ لوگ کسی چیز میں اللہ کی پسندیدگی یا ارادے کو نہیں سمجھتے نہ کسی بات کی ان کے پاس دلیل ہے۔ انہوں نے فتنہ و فساد کو اپنی عادت اور ذمیوں کے مال و متاع کو اپنا سہارا بنا رکھا ہے۔ اللہ انہیں ذلیل و خوار کرے گا۔ ان لوگوں کے سوا کوئی انہیں سہارا دینے والا نہیں ہے نہ کوئی نیک نفس ان کے ساتھ ہے۔ ان میں سے اکثر شور و شغب کے سوا کچھ نہیں جانتے۔"

(دمشق مایوس ہو کر) ان لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب کوفے کو واپس جانا فضول ہے۔ پھر یہ طے پایا کہ جزیرہ

---

[1] مطبوعہ نسخے میں "ابقا" کی جگہ "انعام" مرقوم ہے (مرتّب)

[2] اضافہ از مترجم ۱۲۔

کی طرف چلا جائے اور وہاں سے اہل شام و عراق کو (خروج کی) دعوت دی جائے۔ چنانچہ وہ لوگ دمشق سے چل کر جز
گئے۔ معاویہ والی حمص تھے اور حرّان و رقہ جزیرہ کے دو علاقوں کے عامل تھے۔ انہوں نے ان لوگوں کو طلب کیا
کہا:

"اے شیطان کے بھائیو! ہم تمہیں خوش آمدید نہیں کہیں گے۔ شیطان کی رسّی ڈھیلی ہو گئی ہے اور تم خوش
دُور جا پڑے ہو۔ عبدالرحمٰن ان سے بولے: اللہ عبدالرحمٰن کو نقصان میں رکھے جب تک وہ تمہیں کسی نہ د
جو کچھ تم نے معاویہ سے کہا ہے اس کی اطلاع مجھے مل گئی ہے، مجھ سے وہ سب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔
عبدالرحمٰن ابن خالد بن ولید ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے سامنے سارے عجم نے گھٹنے ٹیک دیے تھ
میں فسادیوں کی جڑ کاٹنے والے کا بیٹا ہوں۔ اے صعصعہ بن ذلتا! جو لوگ میرے ساتھ ہیں اگر میں انہیں اش
کر دوں تو تیرا ایک ایک عضو علیحدہ کر کے ادھر ادھر بکھیر دیں گے۔" پھر دوسرے سے بولے: اے ابن حطیہؓ!
جانتا ہوں کہ جو بھلائی سے نہیں مانتا اسے برائی سے سیدھا کیا جاتا ہے۔ جو بکو اس تو نے سعید اور معاویہ کے
کی ہے وہ میرے سامنے نہ کرنا۔"

اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ انہوں نے اللہ کو گواہ بنا کر توبہ کر لی اور بولے: "اب ہم اس توبہ کو کبھی نہیں
توڑیں گے۔" عبدالرحمٰن نے کہا: اللہ تمہاری توبہ قبول کرے اور تمہیں نیک ہدایت دے۔"

اس کے بعد اُشتر حضرت عثمانؓ کے پاس چلے گئے۔ دوسروں سے عبدالرحمٰن بولے: "اب تم چاہو تو یہاں
کر دیا چلے جاؤ۔" اُشتر جب حضرت عثمانؓ کے پاس گیا تو ان کی معذرت قبول کر لی اور نہ صرف انہیں بلکہ ان
ساتھیوں کو بھی معاف کر دیا اور فرمایا: "جاؤ اللہ تمہیں سلامت رکھے (اور نیکی دے)" پھر جب سعید بن عا
آئے تو حضرت عثمانؓ نے اُشتر سے کہا: "تم جو چاہتے تھے کر چکے۔" اُشتر نے عبدالرحمٰن بن خالد کی تعریف کی
آپ نے فرمایا: "اب تم جانو۔" اس کے بعد اشتر عبدالرحمٰن (ابن خالد)[1] کے پاس واپس چلے گئے۔

یزید بن قیس اور اُشتر کا قصہ

حضرت عثمان کی خلافت کے گیارہویں سال سعید بن عاص ایک وفد لے کر
آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس سے ایک سال کچھ مہینے پہلے اشعث
بن قیس کا تقرر آذر بائیجان میں، سعید بن قیس کا رے میں، یزید بن قیس کا ہمدان میں ہوا تھا۔ آخر الذکر کی
پر ان کی جگہ نُسیر عجلی بھیجے گئے تھے۔ ان تقرریوں کے علاوہ سائب بن اقرع کو اصفہان میں، مالک بن حبیب
'ماہ (؟) میں، حکیم بن سلامہ جزامی کو موصل میں، جریر بن عبداللہ کو قرقیسا میں، سلمان بن ربیعہ کو سرحد پر تقر

---

[1] اضافہ از مترجم ۱۲۔

بن عمرو کو کمانڈر انچیف، اور عتیبہ بن نہاس کو حلوان (مصر کا ایک شہر[1]) میں عامل مقرر کیا گیا تھا۔ ان عوامل کی بنا پر کوفہ سوائے معذور یا ذہنی طور پر ناکارہ لوگوں کے جملہ رؤسا و امراء سے خالی ہو گیا تھا۔

یزید بن قیس ان لوگوں میں تھا جو حضرت عثمانؓ کی معزولی کے خواہش مند تھے۔ وہ ایک روز مسجد میں آ بیٹھا اس کے پاس کچھ ایسے لوگ آئے جن کا سربراہ ابن سوداء (عبد اللہ بن سباؓ) تھا اتفاق سے اسی وقت وہاں قعقاع آ گئے۔ انہوں نے یزید بن قیس کی گرفت کی۔ وہ بولا: میں نے سعید کے پاس اپنا استعفا بھیج دیا ہے۔ قعقاع نے کہا: تجھے سعید سے کیا غرض، تو اپنا مطلب اور خواہش بیان کر۔ میں اپنے سر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو ایسی باتوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

اس کے بعد یزید اپنے گھر چلا گیا مگر (خفیہ طور پر) اس نے ایک شخص کی خدمات حاصل کر لیں، اسے (کافی) درہم دیے اور اہل مصر کے پاس روانہ کر دیا اور یہ تاکید کی کہ اسے سوائے (اہل مصر کے) کسی کو نہ دکھانا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو (اتفاقاً) اُشتر بھی آ گئے۔ اس نے انہیں کے سامنے لوگوں کو یزید کا خط دیا۔ انہوں نے پوچھا: "تیرا نام کیا ہے۔" بولا: "بعشر" پھر پوچھا گیا: "تیرا تعلق کس قبیلے سے ہے؟" اس نے جواب دیا: "بنی کلب سے" انہوں نے کہا: "تم بہت ہی ذلیل اور کمترین خلائق ہو۔" اُشتر کی مخالفت کے باوجود وہ شخص ناکام لوٹا۔ اُشتر تو چلے گئے مگر وہ لوگ بولے: "ہمیں جو اطلاعات عبد الرحمن (بن خالد) سے ملی ہیں اگرچہ ہم نے ان کی تصدیق تو نہیں کی مگر ان کی اہمیت کو کم بھی نہیں سمجھا۔ خیر وہ چلا گیا۔ ہم نے اسے ٹال دیا بلکہ (یوں کہو کہ) خدا نے اسے دفع کر دیا۔"

ایک روز جمعہ کی اذان کے بعد اشتر مسجد کے دروازے پر لوگوں سے یہ کہتے سُنے گئے: "لوگو! میں امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں نے سعید کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اس کے حکم سے تمہیں ہزار اور تمہارے طبقۂ نسواں کو فی کس سالانہ درہم دینے پڑتے تھے جو عورتوں کے لیے ایک بلا سے کم نہ تھا۔ کیا یہ انصاف تھا؟ اس کے علاوہ تم اپنے باغوں کی آمدنی سے قریش کے گھر بھر رہے ہو۔" اتنا کہہ کر انہوں نے مندرجہ ذیل شعر پڑھا اور وہاں سے ہٹ گئے۔

"مجھے تمہاری عورتوں پر ترس آتا ہے (اور) کیوں نہ آئے، کیا تم سمجھتے ہو میں انسان نہیں ہوں۔"

اس کے بعد یزید بن قیس نے منادی کرائی: "جو شخص یہ چاہتا ہو کہ سعید معزول ہو جائے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا امیر آئے اسے اپنی اس پسند کو عملی جامہ پہنانے کا اختیار ہے۔" اسی روز عمرو بن حریث نے جمعہ میں

---

[1] اضافہ از مترجم ۱۲۔

لوگوں سے خطاب کیا، حمد و ثنا کے بعد اس نے کہا:

"تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب کہ تم آپس میں دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دلوں میں باہمی محبت پیدا کی اور تمہیں اپنے فضل و کرم سے دیکھتے ہی دیکھتے بھائی بھائی بنا دیا۔ اب اس کے بعد تم اسی آتش عناد کی طرف مت لوٹو کہ کہیں خدا تم سے بری الذمہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ اسلام لانے کے بعد اگر تم نے ایسا کیا اور نعمت خداوندی کو نہ پہچانا تو ایسا ہی ہو گا۔" اس پر قعقاع بولے:

کیا تم سیلاب پر بند باندھ سکتے ہو یا فرات کی روانی روک سکتے ہو؟ افسوس! بخدا فساد و شر کو شرافت سے نہیں روکا جا سکتا۔ کیا تمہیں شک ہے کہ تمہارے جانے کے بعد بھی یہ یونہی رہیں گے یا اس وقت جو حالات پیدا ہو گئے اُن کی ان لوگوں نے تمنا کی تھی۔ اب تم اسے (سعید کو)[1] دوبارہ ان پر مسلط نہیں کر سکتے۔ پس صبر کرو: وہ (عمرو بن حریث)[2] بولا: "چلو میں نے صبر کیا۔" یہ کہہ کر وہ اپنے گھر لوٹ گیا۔

یزید بن قیس سفر پر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اُشتر بھی تھا۔ وہ جا کر جرعہ میں ٹھہرے۔ سعید کہیں راستے میں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ ان کے پاس پہنچا تو وہ حیران رہ گئے کیونکہ وہ وہاں اس کی موجودگی سے ناواقف[3] تھے۔ سعید نے کہا:۔

"کیا تمہیں میرے بارے میں اختلاف ہے؟ (تم جانتے ہو کہ) امیرالمومنین کے لیے کسی ایک شخص کے اضافے یا ایک آدمی کی کمی سے کوئی فرق نہیں پڑتا، تم کسی کو واپس کر دو یا کسی کو بلاؤ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اکثریت ہی سمجھ دار ہوتی ہے۔ یاد رکھو! کہ "از مغنہ دو صد خر فکر انسانے نمی آید۔" حاضرین میں سے ایک شخص بولا: "ہم اس کی مراجعت پر اکتفا نہیں کریں گے۔" (یہ سُن کر) اُشتر نے اس شخص کی گردن مار دی۔

اس واقعہ کے بعد سعید (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کوفے کی فضا سے آپ کو آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "کیا کسی نے اطاعت سے انکار کیا؟" سعید نے عرض کیا۔ "وہ لوگ میرے بدلے کسی اور کو چاہتے ہیں۔" آپ نے دریافت فرمایا: "کسے؟" سعید نے کہا: "ابو موسیٰ کو۔" آپ نے فرمایا: "اچھا ہم ابو موسیٰ کو ان پر عامل بنا دیتے ہیں تاکہ ان کا (اس کے بعد) کوئی عذر باقی نہ رہے۔ بہر حال ہم تو صبر کر لیں گے، پھر اس کے بعد جو خدا کی مرضی۔" یہ سُن کر سعید اپنے زیر حکومت علاقے سے دست بردار ہو گیا۔ اس کے بعد جریر قرقیسائے اور عتیبہ بھی حلوان سے لوٹ آئے۔ (ایک روز) ابو موسیٰ نے اہل کوفہ سے یوں خطاب کیا: "لوگو! ایسی نفرت

---

[1]، [2] اضافہ از مترجم ۱۲۔

[3] اس جگہ صفحۂ متن میں 'یکن' کا لفظ بھی مرقوم ہے (مرتب)

مت پھیلاؤ اور اب اس کے اعادے سے باز رہو۔ اطاعت کو اپنے اوپر لازم سمجھو اور اجتماعی قوت میں شامل ہو جاؤ تم لوگ عجلت پسند ہو مگر اب تو (تمہارے حسب پسند) امیر آ گیا ہے۔" وہ لوگ بولے "تم ہی ہمارا فیصلہ کر دو۔" ابو موسیٰ نے کہا: "جب تک حضرت عثمان رضؓ کی طرف سے میں کچھ نہ سن لوں میں خود کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ تم پر بھی حضرت عثمان رضؓ کے احکام کا انتظار اور اس کی اطاعت واجب ہے۔" انہوں نے کہا: اچھا ہم ایسا ہی کریں گے۔"

یحییٰ بن مسلم عبداللہ بن عمیر اشجعی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اسی دورِ فتن میں ابو موسیٰ نے اہل کوفہ سے یوں خطاب کیا: "لوگو! صبر و سکون سے کام لو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اگر لوگوں پر کسی شخص کو حاکم بنایا جائے اور ان میں کوئی شخص (خلاف واقعہ) یہ کہے کہ وہ عادل نہیں ہے تو سمجھو کہ اس نے جماعت کی لاٹھی توڑ ڈالی یعنی اجتماعی قوت کو درہم برہم کر دیا اور اُمت میں تفرقہ ڈالا۔ ایسے شخص کی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔"

عبداللہ بن عمیر کہتے ہیں کہ (ایک دن) جریر نے اہل کوفہ سے یوں خطاب کیا:

"اے اہل کوفہ! جو کچھ تم کر چکے کر چکے، اب صبر و سکون سے رہو۔ میں تمہیں (اجتماعی فوائد کے علاوہ) کوئی نصیحت نہیں کروں گا کیونکہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے کوئی ایسی بات ارشاد فرمائیں جس میں میں آپ کی اتباع کروں۔"

آپ نے ارشاد فرمایا:

"کس بارے میں؟" میں نے عرض کیا: اسلام اور جملہ مسلمانوں کے بارے میں۔ پس میں اس کے سوا تمہیں کوئی نصیحت نہیں کرنا چاہتا کہ اب صبر و سکون سے رہو، کہیں (امیر المومنین) کو یہ شک نہ گزرے کہ اب تم اس امیر کے علاوہ کسی اور عامل کو چاہتے ہو۔"

مجالد بن سعید نے ابی سفر کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر سے قبیلۂ قیس عیلان کے ایک شخص نے کہا کہ جب لوگ کوفے سے حضرت عثمان رضؓ کے پاس جانے لگے تو ہمیں خیال تھا کہ ہم پورے ساز و سامان کے ساتھ نکلے ہیں۔ حذیفہ نے کہا: "تمہارا ارادہ کیا ہے؟" ہم نے کہا: "ہم بھی اہل خروج کے ساتھ ہیں۔" اس پر وہ بولے "وہ شخص جس نے پہلے پہل بادشاہ کو ذلیل کرنے کی کوشش کی قیامت کے روز خدا کے نزدیک وہ بے مقدار ٹھہرے گا۔ پس یہ سمجھ لو کہ کوئی قوم جو بادشاہ کو ذلیل کرنے پر آمادہ ہوئی ایسی نہیں ہے جسے بعد میں خدا نے ذلیل نہ کیا ہو" اتنا کہہ کر راوی نے بیان کیا: "چنانچہ ہم میں سے کوئی شخص باغیوں کے ساتھ نہ گیا۔"

کوفے سے سعید بن عاص کی معزولی اور ابو موسیٰ اشعری رضؓ کے تقرر کا بیان

محمد اور طلحہ سے مروی ہے کہ جب یزید بن قیس لوگوں کو سعید بن

قیس کے خلاف بھڑکا رہا تھا تو (اسی ضمن میں ایک روز) حضرت عثمانؓ کا ذکر بھی چل نکلا - اسی وقت قعقاع بھی آ گئے - انہوں نے یزید کو پکڑ کر پوچھا: "بتا تیرا ارادہ کیا ہے؟ کیا تو ہم سے الگ کسی راستے کی تلاش میں ہے[1]؟" اس نے جواب دیا: اب اس کے سوا چارۂ کار ہی کیا ہے؟" قعقاع بولے: "اگر نہیں ہے تو تیرا جو جی چاہے کر"۔ پس اس کے بعد یزید نے اپنے ساتھیوں کو اپنی بات پر اڑے رہنے کی مزید تاکید کی حتیٰ کہ سعید معزول ہو گئے اور ان کی جگہ ابو موسیٰ آ گئے۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے اہل کوفہ کو لکھا:

"اب میں نے جو تم چاہتے تھے اسی کا حکم دے دیا ہے یعنی سعید کو تم پر سے ہٹا لیا ہے (بہرحال) میں اس سلسلے میں کوئی احسان جتانا نہیں چاہتا[2] - نہ تمہارے متعلق اپنے صبر اور نہ تمہارے فائدے کے لیے اپنی کوشش سے روگردانی کروں گا - جو لوگ (اپنے اعمال کے ذریعہ) خدا انہیں وہی دے دیتا ہے لہٰذا تم اپنے منہ مانگے عذاب میں مبتلا نہ ہو جانا -"

پھر حضرت عثمانؓ نے اسی قبیل کی باتیں دوسرے شہروں کے باشندوں کو بھی لکھیں - ابو موسیٰ اپنی جائے تقرر پر چلے گئے اور دوسرے عمال بھی اپنی اپنی عملداریوں کی طرف واپس ہو گئے، نیز حذیفہ بھی سرحد کی طرف چلے گئے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی کوفے سے واپسی

حضرت عثمانؓ نے (عبداللہ[3]) ابن مسعودؓ کو کوفے سے واپسی کی تحریری اجازت دے دی تھی - یہ آپ کے اختتام خلافت سے چھ ماہ قبل کا واقعہ ہے - اس سے پیشتر بھی سعید بن عاص کو کوفے میں آمد کے وقت انہوں نے آپ کی خدمت میں اپنا استعفا بھیجا تھا مگر منظور نہیں ہوا تھا - اس لیے ابن مسعودؓ طوعاً و کرہاً کوفے میں قیام پذیر رہے اور اہل کوفہ کے تمرد، سرکشی اور باہمی اختلافات کو دیکھتے رہے - جب حضرت عثمانؓ نے آپ کو بیت المال کی نگرانی سے معزول کر دیا اور آپ کی جگہ (ولید بن عقبہ[4]) کا تقرر ہو گیا - تو اس کے بعد کوفے میں آپ کا قیام بے معنی ہو گیا۔

عطیہ بن ابی سیف سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ابن مسعودؓ نے اپنے جملہ عطیات تقسیم کر دیے تھے جس سے اہل کوفہ مالدار ہو گئے تھے - آپ نے سلحین میں اپنے لیے صرف تھوڑا سا کچھ رکھ لیا تھا جو جائداد کی

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہی درج ہے جب کہ اصل متن کے اس صفحے پر "سبیل" کی جگہ "سبیلا" مرقوم ہے (مرتب)

[2] " " " " " " " " " "افر شنکم" کی جگہ "اقر منکم" مرقوم ہے (مرتب)

[3] اضافہ از مترجم ۱۲

[4] " " " ۱۲

صورت میں آپ کی وفات کے وقت نوتے ہزار مثقال سونے کے برابر قیمتی ہو گا۔ جب آپ نے کوفے میں فساد اور شر کی بہتات دیکھی تو حضرت عثمانؓ سے کوفے سے ترک اقامت کی پھر اجازت طلب کی جو مل گئی۔ آپ کی وفات اور حضرت عثمانؓ کی شہادت میں صرف چند مہینے کا فصل ہے۔

زید بن وہب سے مروی ہے کہ جب ابن مسعودؓ کوفے سے روانہ ہونے لگے تو لوگوں نے آپ سے رُکنے کی درخواست کی اور عرض کیا کہ جو حالات آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں ہمیں اُن میں چھوڑ کر نہ جائیے مگر آپ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ اسلام کا نظم و ضبط مدینے میں قائم رہے گا۔ لہٰذا میں تمہیں اور اس فتنے دونوں کو چھوڑ کر اپنے شہر جا رہا ہوں۔ بس میرا دین میرے ساتھ ہے۔

کعب بن ذی حکبہ اور ضابی بن حارث کا قصہ

محمد اور طلحہ کا بیان ہے کہ (کوفے سے) حضرت عثمانؓ کو اطلاع دی گئی کہ ابن ذی حکبہ نہدی جادو کے ذریعہ امراض کا علاج کرتے ہیں تو آپ نے حاکم کوفہ کو لکھا کہ اس کی تحقیقات کی جائے۔ جب کعب بن ذی حکبہ سے پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ "بہبود عوام کا جذبہ میرا جادو ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ حاکم کوفہ کو اس پر تعجب ہوا۔" جب ان کے اس جواب کی اطلاع حضرت عثمان کو دی گئی تو آپ نے یہ اعتذار قبول فرما لیا مگر والی کوفہ کی اس حرکت سے کعب کو غصہ آگیا جس کا اثر اہل کوفہ کی طرف سے خلافت کے خلاف تنفر کی شکل میں نمودار ہوا۔ جب کعب بن ذی حکبہ شام کی طرف اور مالک بن عبداللہ دماوند کی طرف روانہ ہونے لگے تو کعب نے کچھ اشعار بھی ولید کی ہجو میں کہے۔

جب ولید کی جگہ سعید کوفے پہنچے اور وہاں صلح و آشتی کی کوشش کی تو لوگ ان کے بھی مخالف ہو گئے[1] اور تنفر میں کچھ اضافہ ہی ہوا۔ اس ضمن میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب ولید بن عقبہ کوفے کا والی تھا اسی زمانے میں عمیر کے والد ضابی بن حارث برجمی وہاں آئے تھے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلے کلب کی ایک شاخ قرحان[3] سے تھا۔ وہ ہرنوں (اُود بلاو؟) کا شکار کیا کرتے تھے۔ ولید نے ان میں سے ضابی بن حارث کو پکڑ کر قید کر دیا جس کی بنا پر انصار کا یہ قبیلہ اس کے خلاف ہو گیا اور اس سے نفرت کرنے لگا۔ پھر ان مخالفین کی تعداد بڑھتی گئی۔ مجبوراً ولید نے اسے اس کے قبیلے والوں کو واپس دے دیا مگر ان کی ہجو میں اشعار بھی نظم کیے۔ اس کے خلاف انہوں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں مرافعہ پیش کیا مگر آپ نے ضابی بن حارث کو بلا کر قید کر دیا (الزام یہ تھا کہ وہ حرام

---

[1] یہاں "یارز" ہے، مگر اصل متن کے اس صفحے پر اس کی جگہ "تجمع و ینضم" مرقوم ہے (مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اصل متن میں صرف "نکفر" لکھا ہے (مرتب)

[3] اصل متن میں "قرحان" کی جگہ "قرجان" مرقوم ہے (مرتب)

جانور کا شکار کر کے کھانا ہے یہ فیصلہ اس بنا پر تھا کہ سب مسلمانوں پر اس کا اطلاق ہوتا تھا، اور قید ہی میں اس کا انتقال ہو گیا مگر قید کے دوران اس نے کسی نہ کسی طرح ایسے اشعار لکھ کر بھجوا دیے جس میں اپنی بے گناہی اور آپ کے غیر منصفانہ فیصلے کا ذکر تھا۔

اسی طرح عمیر بن ضابی بھی گروہ سبیہ میں شامل تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو حضرت عثمان کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے سبیہ کہلانے لگے تھے اور ان کی نسبت عبداللہ بن سبا سے کی جاتی تھی۔

کمیل بن زیاد اور عمیر بن ضابی کا قصہ

مستنیر[1] اپنے بھائی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ بخدا حضرت عثمان رضؓ کے قتل تک میں نے کسی کو ان کے خلاف جنگ میں شامل ہوتے یا سوار ہو کر مدینے کی طرف جاتے نہیں دیکھا۔ البتہ کوفے میں کچھ لوگ جمع ہوئے تھے۔ ان میں اشتر، زید بن صوحان[2]، صعصعہ، کعب بن جبکہ، ابو زینب، ابو مورع، کمیل بن زیاد اور عمیر بن ضابی ان میں شامل تھے۔ یہ لوگ کہتے تھے: عثمان (رضی اللہ عنہ) نے جس جال میں لوگوں کو جکڑا ہے اس کی وجہ سے ہم شرم سے اپنا سر نہیں اٹھا سکتے۔ عمیر بن ضابی اور کمیل بن زیاد (ایک روز) بولے: "ہم اسے قتل کر دیں گے۔" چنانچہ وہ دونوں مدینے کو روانہ ہوئے راستے میں عمیر بن ضابی نے کمیل کا ساتھ چھوڑ دیا اور تنہا ہی مدینے جا پہنچا۔ جب حضرت عثمانؓ سے اس کا آمنا سامنا ہوا تو اس نے پوچھا: "یا امیر المومنین! کیا آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے؟" آپ نے فرمایا: "تو کیا میں نے تجھے قتل کر دیا ہے[3]؟" اس نے کہا: "جی نہیں ایسا تو نہیں کیا۔" آپ نے پوچھا "کیا تو نے ہمارے خلاف کچھ نہیں کہا؟" اس نے کہا "جی نہیں" اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: "کیا تو خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم کھا کر ایسا کہہ سکتا ہے؟" یہ سن کر اس نے حلف اٹھا لیا۔ پھر لوگ جمع ہو گئے[4] اور انہوں نے عرض کیا۔ آپ اس کو ختم کر دیجیے۔ "آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ امن و عافیت کا حامی ہے۔ اس نے جو کچھ میرے سامنے کہا ہے اس کے علاوہ میں دوسرے ذرائع اطلاعات پر اعتماد کر کے اسے سزا نہیں دوں گا۔" پھر آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: "جو کچھ تو نے ہمارے سامنے کہا ہے اگر وہ درست ہے تو جا میں تجھ سے کوئی مواخذہ نہیں کروں گا۔ اگر تو میری جان کا لاگو ہے

---

[1] ط: ۱/ ۳۰۳۴ (حوالہ از مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں اضافہ (مرتب)

[3] مطبوعہ نسخے میں "تقاتل" کا لفظ آیا ہے (مرتب)

[4] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اصل متن میں "احتمع" کی جگہ "وقع" مرقوم ہے (مرتب)

تو بخدا وہ تجھے راس نہیں آئے گا۔" پھر آپ نے مزید فرمایا: اگر تو سچا ہے تو خدا تجھے اس کا اجر دے گا[1] اور اگر تو نے دروغ گوئی سے کام لیا ہے تو اس کا بدلہ تجھے خدا دے گا[2]۔ جب وہ جانے لگا تو آپ اُٹھ کر (تعظیماً) کھڑے ہو گئے اور اس سے پوچھا: "کیا تیرے علاوہ کوئی اور بھی ہے؟" اس نے جواب دیا: "جی نہیں، اگر کچھ تھے بھی تو میں انہیں چھوڑ چکا ہوں۔"

غرض یہ دونوں یعنی کمیل بن زیاد اور عمیر بن ضابی باوجود اس کے کہ اکثر اہل مدینہ ان سے انتقام لینے کے درپے تھے زندہ رہے حتیٰ کہ عراق کے حاجی آگئے۔ حضرت عثمانؓ نے دریافت فرمایا: "آیا کوئی مہلب کے آس پاس کا آدمی ہے جو ہمارا خط وہاں لے جائے مگر اس میں کسی کے لیے کوئی جبر نہیں ہے۔" یہ سُن کر عمیر کھڑا ہوا اور بولا۔ میں[3] بوڑھا آدمی ہوں مگر میرے دو نوجوان اور قوی الجثہ بیٹے ہیں۔ آپ ان میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بھیج سکتے ہیں۔"

آپ نے دریافت فرمایا: "تو کون ہے؟" عمیر نے کہا: میں عمیر بن ضابی ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تو قریباً چالیس سال تک اللہ کی نافرمانی کرتا رہا، اب میں تجھے معاف نہیں کروں گا تاکہ تو مسلمانوں کو مزید بہکا سکے۔ تیرے باپ نے جو کچھ کرنے کی ہمت کی اس کا خمیازہ بھگت لیا۔ اب تو اسی قسم کی غلط جسارت کر کے بچ نکلنا چاہتا ہے۔ بنی کلب کے سارق ظالم ہوتے ہیں۔ تو میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا۔" اس کے بعد آپ کے حکم سے عمیر کی گردن مار دی گئی۔

سیف بن عمر تمیمی[4] کہتے ہیں: "ہمیں بنی اسد کے ایک شخص نے بتایا کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف جس کسی نے جو کچھ بھی ہرزہ سرائی کی ہو مگر جب عراق کے حاجی مدینے پہنچے اور آپ کے سامنے پیش ہوئے تو آپ کے سامنے جس نے جو کچھ کہا آپ نے اسے قبول فرما لیا۔ جب اسماء بن خارجہ کی باری آئی تو اس نے وہ سب کچھ بیان کر دیا جو اُسے عمیر کے بارے میں معلوم تھا۔ آپ نے پوچھا: "کون عمیر؟" وہ بولا: "یہ بوڑھا شخص جو آپ کے سامنے ہے۔" پھر عراقی حجاج نے اُسے اس کے کرتوتوں پہ لعنت ملامت کی اور اس سے کہا: "کیا تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو امیر المومنین کے خلاف بغاوت کے ارادے سے کوفے سے نکلے تھے؟" آپ نے دریافت فرمایا: "کیا اس کے علاوہ بھی کوئی ایسا شخص کوفے میں ہے؟" انہوں نے عرض کیا: "جی ہاں، کمیل (بن زیاد) ہے۔" آپ نے ارشاد

---

[1] مطبوعہ نسخے میں "آجرک" کی جگہ "اجذل" لکھا ہے (مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں "اقاد" کی جگہ "اذل" لکھا ہے (مرتب)

[3] مطبوعہ نسخے سے اضافہ (مرتب)

[4] ط: ۱/ ۳۰۳۵ (حوالہ از مرتب)

فرمایا: "اچھا پہلے عُمیر سے تو نبٹ لیں۔" یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا اور عمیر کی گردن مار دی گئی۔
جب کمیل کو طلب کیا گیا تو اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر اسود بن ہاشم اسے گردن سے پکڑ کر بولے: کیا تو سمجھتا ہے کہ تیری کبر سنی تیرے آڑے آجائے گی؟ اگر تو نے زبان نہ کھولی[1] تو میری تلوار تیرے سر پر پڑے گی۔ بول کیا کہتا ہے؟" جب اس نے دیکھا کہ اس کی جان بچنا مشکل ہے بلکہ اس کے قبیلے کے ایک ہزار سے زائد لوگ بھی قتل کر دیے جائیں گے تو وہ بولا:
"موت خوف سے بہتر ہے۔ اگر میں موت کے ڈر سے خاموش رہا تو میرے قبیلے کے دو ہزار آدمی مفت میں مارے جائیں گے۔" بس وہ مدینے کی طرف روانہ ہونے لگا۔ جب وہ حاجیوں کے سامنے وہاں پہنچا تو وہ بولے: تُو نے جو کچھ کیا کیا۔ اب امیر المومنینؓ تجھے رسوا نہیں کریں گے۔" اس کے بعد اس نے اپنی گرفتاری پر کوئی اعتراض نہیں کیا حتیٰ کہ اسے قصاص کے لیے پیش کر دیا گیا۔ جب اسے سزا دی جانے لگی تو وہ بولا: مجھے کیوں قتل کرتے ہو؟ میری عافیت کوشی کے صلے میں یا امیر المومنین کی عادت عفو و درگزر کے نتیجے میں؟ مگر ادہم بن محرز سے کہا گیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ وہ ادہم سے بولا: "مجھ میں اور تجھ میں خرابہ ہوا آدمی کون ہے؟" ادہم نے کہا ٹھیک ہے میں بھی حکم بجا لا رہا ہوں مگر مجھ پر کوئی الزام نہیں ہے۔" اس کے بعد ادہم نے اس کی گردن اڑا دی۔ مالک بن عبداللہ اس کی تعریف میں کچھ شعر کہتے ہیں۔ مگر وہ بھی بغاوت کنندگان اور ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت عثمانؓ پر سب و شتم کیا کرتے تھے۔

حکیم بن جبلہ اور حُمران بن آبان

عطیہ یزید فقعسی[2] کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ بصرے میں عامر کو حکومت کرتے ہوئے تین سال ہوئے تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ قبیلہ عبدالقیس میں ایک شخص ٹھہرا ہوا ہے۔ وہ بڑا لالچی آدمی ہے۔ جب اُسے عساکر اسلامی کی آمد کی خبر ملتی ہے تو ادھر اُدھر ہو جاتا ہے کبھی ایران میں داخل ہو جاتا ہے۔ ذمی لوگوں کو ورغلاتا ہے، انہیں اپنے ڈھب پر لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہاں کے علاقے میں فساد پھیلاتا ہے اور جب زر و مال حاصل کر لیتا ہے تو وہ لوٹ آتا ہے۔ اُس کی شکایت ذمیوں اور مسلمانوں نے حضرت عثمانؓ تک بھی پہنچائیں۔ آپ نے عامر حاکم بصرہ کو لکھا کہ اسے اور ایسے تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک نیک چلنی کی ضمانت نہ دے دیں اور انہیں بصرے سے باہر نہ جانے دیا جائے۔ اس کے بعد ابن سودا (عبداللہ بن سبا[3]) وہاں پہنچا۔ وہ بھی اسی قبیل کا آدمی تھا

---

[1] نسخہ مطبوعہ سے اضافہ (مرتب)
[2] ط ۱/ ۲۹۲۲ (حوالہ از مرتب) [3] اضافہ از مترجم ۱۲۔

وہ حکیم سے (کسی نہ کسی طرح) ملتا رہا۔ اس کے گرد کچھ اور لوگ بھی اکٹھے ہو گئے۔ ان لوگوں کے لیے اس نے ایک لائحہ عمل تیار کیا مگر اس کی تفصیلات میں نہیں گیا۔ بہر حال ان لوگوں نے اسے (اپنے سربراہ کی حیثیت سے) قبول کر لیا اور اس کا احترام کرنے لگے۔ ابن عامر (امیر بصرہ)[1] نے اسے بلا کر پوچھا: "تو کون ہے؟" اس نے جواب دیا: "میں اہل کتاب میں سے ہوں مگر میرا رجحان اسلام کی طرف ہے اور میں اب آپ کے قرب و جوار میں رہنا چاہتا ہوں۔" ابن عامر بولے: "مگر میں نے تو تیرے متعلق کچھ اور ہی سُنا ہے، لہٰذا تو بصرے سے فوراً نکل جا۔" چنانچہ وہ بصرے سے نکل کر کوفے میں داخل ہو گیا۔ جب اسے وہاں سے بھی نکال دیا گیا تو وہ مصر چلا گیا مگر اہل کوفہ سے خط و کتابت کرتا رہا اور وہ بھی اسے خط بھیجتے رہے۔ اس طرح اس نے لوگوں میں باہمی اختلافات پیدا کر دیے۔

اب حُمران کی سنیے۔ یہ روایت سیف نے طلحہ اور محمد کے حوالے سے بیان کی ہے[2]۔ آخر الذکر کہتے ہیں: حمران بن آبان نے ایک عورت سے اس کی عدت کے دوران نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عثمان رضہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے نکاح کو خلاف شریعت قرار دے کر دونوں کو الگ کر دیا اور اسے بصرے میں ابن عامر کے پاس بھیج دیا۔ ایک روز لوگوں میں ذکر تھا کہ ابن عامر، ابن عبد قیس کے پاس جانے والے ہیں در آں حالے کہ اس کے دل میں لوگوں کی طرف سے انقباض تھا۔ حمران بولا: "میں تمہاری طرف سے ابن عبد قیس کو اطلاع دیے دیتا ہوں۔" چنانچہ وہ ابن عبد قیس کے پاس پہنچا اور اس سے کہا: "امیر بصرہ آپ کے پاس آنے والا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو پہلے سے اطلاع دے دوں۔" ابن عبد قیس اس وقت قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ وہ قرآن پڑھتے رہے اور اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ یہ دیکھ وہ اُٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا مگر وہاں اُسے ابن عامر آتے ہوئے مل گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر بولا: "کیا تم ایسے شخص سے ملنے آئے ہو جس پر (تمہارے نزدیک) آل ابراہیم کی کوئی فضیلت نہیں ہے؟" ابن عامر نے اس کی بات سُنی ان سُنی کر دی اور ابن عبد قیس کو اطلاع کر کے ان کے پاس پہنچا۔ ابن عبد قیس نے اسے دیکھ کر قرآن بند کر دیا اور تھوڑی دیر اس سے (ادھر اُدھر کی) باتیں کرتا رہا۔ ابن عامر نے پوچھا: "کیا تم ہمیں کسی فریب میں مبتلا رکھنا چاہتے ہو؟" اس نے جواب دیا: "سعد بن ابی عرجاء[3] احترام کا طالب ہے۔" ابن عامر نے پوچھا: "کیا ہم آپ کو بیچ میں ڈالیں ؟"

---

[1] اضافہ از مترجم ۱۲۔

[2] ط/۲۹۲۳ (حوالہ از مرتب)

[3] مطبوعہ نسخے میں یہی لکھا ہے جب کہ اصل متن میں "عرجاء" کی جگہ "فرحا" مرقوم ہے (مرتب)

اس نے کہا: "حصین[1] بن ابی حُرّہ عمل کا طالب ہے۔" ابن عامر نے پوچھا: "کیا ہم آپ کی شادی کرا دیں؟" اس نے کہا
"عورتوں کو تو ربیعہ بن عسل پسند کرتا ہے۔" آخر میں ابن عامر نے اس سے پوچھا: "کیا آپ کے خیال میں آلِ ابراہیم کو
آپ پر کوئی فضیلت نہیں ہے؟" یہ سُن کر اس نے قرآن کھولا[2] تو جو صفحہ سامنے تھا اس میں پہلی آیت یہ نکلی: "ہم
آدم ولوح، آل ابراہیم اور آلِ عمران کو جملہ کائنات پر فضیلت بخشی ہے" (آل عمران: ۳۳)

حمران کو جب اہل بصرہ نے رد کر دیا تب بھی وہ ابن عبد قیس کی طرح قرآن کی مذکورہ بالا آیت کا قائل تھا مگر اسے
شام کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ جب لوگوں کو اس کے عقائد کا علم ہوا تو انہوں نے اسے واپس بلانا چاہا لیکن اس نے
انکار کر دیا اور شام ہی میں رہ گیا۔

یہ بھی کہا جاتا[3] ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حمران بن آبان کو جس نے ایک عورت سے اس کی عدت کے دوران نکاح
کر لیا تھا اس سے علیحدگی کرانے کے بعد اسے تازیانوں کی سزا دی اور مدینے سے شہر بدر کر کے بصرے کو روانہ
کر دیا تھا مگر جب اس نے حکم الٰہی پر کاربند ہو کر توبہ کر لی تو آپ نے اسے مدینے واپسی کی اجازت دے دی۔
جب وہ مدینے واپس آیا تو اس کے ہمراہ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو بقول ابن عامر ابن عبد قیس کے اتباع میں نکاح نہیں
کرتے تھے نہ گوشت کھاتے تھے بلکہ جمعہ کی نماز میں بھی شریک نہیں ہوتے تھے جب کہ خود ابن عبد قیس ابن عامر
سے ناراض تھا اور اپنی ساری باتیں اس سے پوشیدہ رکھتا تھا۔

حضرت عثمانؓ نے اس کے بارے میں عبداللہ بن عامر (امیر بصرہ) کو لکھا تو اُس نے اسے معاویہ کے پاس شام
بھیج دیا۔ معاویہ کو جب اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اس سے ملے۔ وہ اس وقت ثرید (کوہان شتر کا گوشت) کھا
رہا تھا۔ پس معاویہ سمجھ گئے کہ لوگوں نے اس کے متعلق افترا پردازی کی ہے۔ چنانچہ آپ نے اس سے پوچھا: "آخر
کیا وجہ ہے کہ تمہیں بصرے سے نکالا گیا؟" اس نے کہا: "مجھے تو معلوم نہیں۔" معاویہ بولے: امیر المومنین حضرت
عثمانؓ کو اطلاع دی گئی ہے کہ تم نہ نکاح کو ضروری سمجھتے ہو نہ گوشت کھاتے ہو۔ بلکہ جمعہ کی نماز میں بھی شریک
نہیں ہوتے۔" اس نے جواب دیا: "جہاں تک نماز کا تعلق ہے تو میں آخری صف میں[4] نماز پڑھتا ہوں اور
پہلی صف میں جاتا ہوں (یعنی جب لوگوں کی مجھ پر نظر پڑتی ہے تو میں نماز سے فارغ ہو چکا ہوتا ہوں مگر وہ

---

[1] اصل نسخے میں "حُصَین" کی جگہ "حصین" لکھا ہے (مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں 'کھولا' کی جگہ 'صفحہ اُلٹا' لکھا ہے (مرتب)

[3] ط ۱/۲۹۲۴ (حوالہ از مرتب)

[4] مطبوعہ نسخے میں 'میں' کی جگہ 'ساتھ' درج ہے (مرتب)

ہیں کہ میں اُسی وقت آیا ہوں اور جماعت میں شریک نہیں ہوا، اور شادی تو میں نے بصرہ چھوڑنے سے پہلے ہی کرلی تھی رہا گوشت نہ کھانے کا معاملہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں قصابوں کا ذبیحہ نہیں کھاتا کیونکہ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ وہ جب بکری کو ذبح کرتے ہیں تو ایسی جگہ سے ذبح کرتے ہیں کہ حلق کی کھال سالم رہ جاتی ہے۔ اب آپ ہی بتلایئے کیا یہ منافقت نہیں ہے؟"

ابن عبد قیس سے گفتگو کے بعد معاویہ بولے: "تم بصرے واپس جاسکتے ہو" اس نے کہا: "میں اب واپس جانا نہیں چاہتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ خدا نے مجھے ان اطراف میں رہنے کے لیے بھیجا ہے۔"

اس کے بعد معاویہ سے اس کی کثرت سے ملاقات ہوتی رہی۔ ایک دن آپ نے اس سے پوچھا: "تمہاری کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔" وہ بولا: میری کوئی خواہش نہیں ہے۔ جب معاویہ نے اُس سے بار بار یہی سوال کیا تو وہ بولا "کیا تم مجھے بصرے واپس بھیجنا چاہتے ہو جب کہ رمضان آرہے ہیں۔ مجھے وہاں تکلیف زیادہ ہوگی مگر یہاں (بہت ہی اکم۔"

اہل احداث کا قصہ[1]

ابی حارثہ اور ابی عثمان کہتے ہیں کہ اہل کوفہ میں سے وہ لوگ جو شام بھیجے گئے تھے جب معاویہؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں ایک مکان میں ٹھہرایا اور پھر ان سے تخلیہ میں ملے۔ آپس میں کچھ بات چیت کے بعد معاویہ ان سے بولے: "میرے خیال میں تم احمقوں کے نمائندے ہو۔ تمہارے بیانات سے نہ صحیح منطق کا پتا چلتا ہے نہ تمہارے دلائل پختہ ہیں، نہ تم میں حلم ہے نہ قوت۔" پھر وہ صعصعہ سے مخاطب ہو کر بولے: "اے صعصعہ! تو ان میں احمق ترین شخص ہے۔ تم لوگ اپنی طرف سے باتیں گھڑتے ہو اور اسے امرالٰہی بتلاتے ہو۔ میرے خیال میں تم خدا کا گناہ کررہے ہو۔ یہ بات ابھی تک میرے تمہارے درمیان ہے اچھی طرح سوچ لو۔"

پھر ایک مرتبہ جب معاویہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ باجماعت نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس نے ایک دن دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو آیات قرآنی سنا رہے ہیں یہ دیکھ کر معاویہ نے کہا: "میں سمجھتا ہوں کہ زمانہ جاہلیت کا نزاع تمہاری طبیعتوں سے نکل گیا ہے اور جب تم یہاں پہنچے تھے اس وقت سے اب تم کافی بدل گئے ہو لیکن یاد رکھو اگر تم ملت کے ساتھ متحد رہے تو اسی میں تمہاری بھلائی ہے ورنہ آپس کی تفریق سے تم خود ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤگے۔ بہرحال اب تم جہاں چاہو جاسکتے ہو۔ بھلا تم سے کسی اور کو کیا نقصان پہنچے گا۔"

اس کے بعد وہ معاویہ کی تعریف کرتے ہوئے اور ان کے حق میں دعائے خیر کرتے ہوئے روانہ ہوگئے تو

---

[1] یہ روایت سیف سے منقول ہے: ط ۱/ ۲۹۲۵ (مرتب)

وہ ابن کوا کو مخاطب کر کے بولے: اے ابن کوا! میں تمہارے خیال میں کیسا شخص ہوں؟" اس نے جواب دیا: "(میرے خیال میں) آپ بات کی تہ تک پہنچنے والے، بڑے با مروّت، صاف گوئی پسند کرنے والے، وسیع النظر اور حد درجہ بُردبار ہیں (میں سمجھتا ہوں کہ) آپ ارکان اسلام کا ایک رکن ہیں۔" آپ نے کہا: "مجھے گمراہ لوگوں کا حال بتا! تو مجھے اس جماعت میں سب سے زیادہ دانشمند معلوم ہوتا ہے۔ بتا دوسرے شہروں کے لوگوں کا کیا حال ہے؟" وہ بولا: ان سے میری مراسلت ہوتی رہی ہے۔ جو نہ سمجھتے تھے میں نے انہیں سمجھا دیا ہے مگر اہل مدینہ فساد پر مصر ہیں میں ان سے تنگ آگیا ہوں۔ جہاں تک اہل کوفہ کا سوال ہے ان میں جو چھوٹے ہیں وہ بڑوں کے زیر اثر ہیں۔ اہل بصرہ کسی کی بات نہیں مانتے بلکہ آپس میں بھی متفق نہیں، اہل مصر شر کی طرف مائل ہوتے ہیں اور جلد ہی نادم ہو جاتے ہیں۔ اب اہل شام کو دیکھا تو وہ اپنے سربراہ (یعنی آپ) کے تتبع میں انہیں کون ورغلا سکتا ہے؟"

ابوذر (غفاریؓ) کی رَبذہ کو روانگی[1]

۳۰ھ میں معاویہ اور ابوذر (غفاریؓ) کے درمیان قرآن کی ایک آیت پر بحث ہوئی تھی۔ وہ آیت یہ ہے: (ترجمہ) "جن لوگوں نے سونا چاندی جمع کر رکھا ہے اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (اے رسولؐ) انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیے" (توبہ: ۳۴) معاویہ کا خیال تھا کہ یہ آیت اہل کتاب یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کے بارے میں ہے مگر ابوذرؓ کہتے تھے کہ اس حکم میں اہل کتاب اور مسلمان (اہل اسلام) دونوں شامل ہیں۔ اس پر ان دونوں میں کچھ تلخ کلامی بھی ہوئی۔ معاویہ نے حضرت عثمان رضؓ کو لکھا کہ ابوذر (رضؓ) شام میں فساد پھیلانا چاہتے ہیں۔ آپ نے معاویہ کو جواباً تحریر فرمایا: "تم انہیں زادِ سفر دے کر میرے پاس بھیج دو۔"

جب ابوذر (رضؓ) شام سے مدینے پہنچے تو حضرت عثمانؓ سے گفتگو کے بعد انہوں نے رَبذہ جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے انہیں اجازت دیتے ہوئے سواری کے لیے ایک اونٹ دیا اور زادِ راہ کے علاوہ غلام بھی عنایت فرمائے۔ انہوں نے رَبذہ پہنچ کر ایک مسجد کی بنیاد بھی رکھی۔ معاویہ نے ان کے اہل و عیال کو بھی شام سے رَبذہ بھیج دیا۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ معاویہؓ نے ابوذر (رضؓ) کو مدینے بھیجتے وقت گالیوں کے ساتھ قتل کی دھمکی دی تھی نیز انہیں بحالت افلاس و ناداری زادِ سفر دیے بغیر روانہ کر دیا تھا اس کی کسی جگہ کوئی سند نہیں ہے چہ جائے کہ معاویہ کے اس فعل کو امر مشتبہ قرار دیا جائے۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو خود ابوذر (رضؓ) حضرت عثمان (رضؓ) سے سخت کلامی کی معذرت کیوں کرتے۔ یہ بھی واضح رہے کہ سربراہ حکومت کو بہرحال رعایا کے ہر فرد کو تادیب کا حق حاصل ہے۔

---

[1] اضافہ از مترجم ۱۲۔

سیف نے فتوح میں علی الزتیب عطیہ اور یزید فقعسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب ابن سودا (عبداللہ بن سبا) شام پہنچا تو ابوذر (رضہ) سے ملا اور ان سے کہا: اے ابوذر (رضہ) کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں ہے کہ معاویہ باوجود اس کے کہ ہر مال کو اللہ کا مال بتاتا ہے اور اس میں گڑبڑ کرنا چاہتا ہے یعنی اگر سب مال اللہ کا ہے تو اس کے سب بندوں کا ہوا۔ پھر اس میں مسلمانوں کا امتیاز کیوں ہو؟ بلکہ وہ تو اللہ کے مال کو عامۃ المسلمین کا مال بھی نہیں بتاتا۔"
جب حضرت ابوذرؓ نے اس کے بارے میں معاویہ سے دریافت کیا تو وہ بولے "اے ابوذر! اللہ تم پر رحم فرمائے کیا ہم اللہ کے بندے نہیں ہیں، مال بھی اس کا ہے اور مخلوق بھی اس کی اور حکم بھی اسی کا۔" ابوذر نے کہا: مگر تم ایسا کہتے تو نہیں ہو۔" معاویہ بولے "مگر میں یہ کب کہتا ہوں کہ مال اللہ کا نہیں ہے؟ چلو میں اب کہتا ہوں کہ مسلمانوں کا مال سب کا مال ہے۔"
اس کے بعد ابن سودا ابودرداءؓ سے ملا اور ان سے بھی یہی گفتگو کی۔ وہ بولے: مجھے شک ہے کہ تو یہودی ہے۔"
پھر وہ عبادہ بن صامت سے ملا اور ان کے ذریعہ معاویہ تک رسائی حاصل کی اور ان کے سامنے بھی یہی گفتگو کی تو وہ بولے "مجھے یقین ہے کہ تمہیں یہ ابوذرؓ نے سکھایا ہے۔" ان سب باتوں کے باوجود ابوذر شام میں مقیم رہے وہ مال دار لوگوں کو مذکورہ آیت کا حوالہ دے کر کہتے تھے "تم لوگ مال و دولت جمع کرتے ہو اور فقرا و مساکین پر خرچ نہیں کرتے۔ خدا تمہیں جہنم میں ڈالے گا اور تم چہار جانب سے وہاں جلوگے۔" یہی باتیں وہ غریبوں سے کرتے جس سے وہ دلیر ہو کر مال دار لوگوں کو ابوذرؓ کے حوالے سے چھیڑنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی شکایت معاویہ سے کی اور معاویہ نے عثمان رضہ کو لکھا اور کہا کہ اس سے فساد کا اندیشہ ہے تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا: فتنہ کا دبا دینا بہتر ہے، تم ابوذرؓ کو میرے پاس بھیج دو اور زادِ سفر بھی دے دو۔" چنانچہ معاویہ نے ان سے بڑی ملائمت سے گفتگو کی اور کہا کہ "چلو تم جو چاہو کہتے رہو۔" پھر انہیں روانہ کرنے سے پہلے زادِ راہ کے علاوہ (ضرورت کا) اور سامان بھی دیا بلکہ ایک رہنما بھی ساتھ کر دیا۔ چنانچہ وہ جو کچھ لے سکتے تھے لے لیا۔
جب وہ مدینے پہنچے اور لوگوں کا وہی حال دیکھا جو شام میں تھا تو بولے کہ یہ معاشرہ جو احکامِ الٰہی سے سرتابی کر رہا ہے (جلد) غارت ہونے والا ہے۔ جب وہ حضرت عثمان (رضہ) سے ملے تو آپ نے فرمایا: کیا اہل شام کو تمہارے انکسار اور طلاقت لسانی میں شک تھا؟ وہ بولے: "جب میں نے ان سے کہا کہ مال اللہ کا ہے تو وہ سمجھے ہی نہیں اور یہ بھی ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ مال دار اپنے مال کو اپنا نہ سمجھیں۔" آپ نے فرمایا: "اے ابوذر (رضہ) میرے فیصلے مجھ پر چھوڑ دو۔ میں عوام سے واجبات وصول کرتا ہوں اور انہیں اقتصاد و اجتہاد کی دعوت دیتا ہوں۔" ابوذرؓ بولے "تو مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیجیے کیونکہ میرے لیے یہاں جگہ نہیں ہے۔" آپ نے پوچھا: "کیا تمہارے جانے سے یہاں شر کی بیخ کنی ہو سکتی ہے؟" ابوذر (رضہ) نے جواب دیا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم

دیا تھا کہ جب یہاں برائیوں کی بنیاد پڑتے دیکھو تو یہاں سے چلے جانا۔" آپ نے فرمایا: "تو آپ جو کچھ حضور نے فرمایا وہی کیجیے۔" چنانچہ ابوذر (رضؓ) مدینے سے رَبذہ چلے گئے اور وہاں پہنچ کر ایک مسجد تعمیر کرائی۔ جب وہ مدینے سے روانہ ہونے لگے تو حضرت عثمانؓ نے انہیں (زادراہ کے علاوہ) کچھ بکریاں، سواری کے لیے ایک اونٹ اور غلام بھی دیے۔ اس کے بعد انہیں یہ بھی کہلوایا کہ اگر وہ اس شرط پر واپس آنا چاہیں کہ کوئی بحث و مباحثہ نہ کریں گے تو آ سکتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں[1]: ابوذر (رضؓ) عربوں سے چھپے چھپاتے (کبھی کبھی) رَبذہ سے مدینے آجاتے تھے۔ ویسے بھی وہ تنہائی اور خلوت پسند تھے۔ ایک مرتبہ جب وہ حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے پاس کعب احبار بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوذر (رضؓ) بولے: کیا تم لوگ یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ زکوٰۃ کے علاوہ لوگ از راہ مروت اپنے پڑوسیوں اور عزیز و اقارب کو کچھ نہ کچھ دیتے رہیں؟" کعب احبار نے کہا: "جب فرض ادا کر دیا تو کافی ہے۔" (یہ سن کر) ابوذرؓ نے اپنا ڈنڈا اٹھایا اور اس کے سر پر مار کر اسے زخمی کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے انہیں روکا، ڈانٹا اور بولے: "اے ابوذر! اپنے ہاتھ اور زبان کو روکو" مگر (پھر بھی) انہوں نے کعب کو مخاطب کر کے کہا: "او یہودن کے بیٹے! خبردار جو پھر تو نے کبھی یہاں قدم رکھا اور بخدا تو مجھے بھی کبھی یہاں آتا نہ دیکھے گا[2] میں نے کسی یہودی کو (آج تک) سوائے فساد کی باتوں کے اور کچھ کہتے نہیں سنا۔"

اشعث بن سوار محمد بن سیرین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں[3]: جب ابوذرؓ رَبذہ کی طرف روانہ ہوئے تو اس وقت تک حضرت عثمانؓ کو اس بحث و تکرار کے متعلق معلوم نہ تھا جو بعد میں معلوم ہوا۔ اس کے بعد معاویہ نے ان کے اہل و عیال بھی وہیں بھیج دیے۔ جو لوگ انہیں پہنچانے گئے تھے ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس کا اُٹھانا ایک آدمی کے بس کا نہ تھا۔ ابوذر بولے: "یہ دیکھو! (معاویہ) یہ سب رکھتے ہوئے زہد کا دعوےٰ کرتے ہیں۔" (جب تھیلی کھولی گئی تو) ان کی بیوی بولیں: "یہ درہم و دینار نہیں ہیں، صرف پیسے ہیں جو ہماری روانگی کے وقت ضرورت کے لیے دیے گئے تھے۔"

جب ابوذرؓ رَبذہ پہنچے تو اس وقت مسجد میں لوگ نماز کے لیے کھڑے ہوگئے تھے اور ایک شخص جو فراخ دست تھا نماز پڑھانے والا تھا۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو وہ بولا: "آئیے ابوذر (رضؓ) آپ نماز پڑھائیے۔" ابوذرؓ بولے: نہیں آپ ہی پڑھائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تم سامع کی حیثیت سے

---

[1] ط ۱/ ۲۸۶۰ (حوالہ از مرتّب)

[2] مطبوعہ نسخے میں "نہ میں کبھی تیرے پاس آؤں گا۔" مرقوم ہے (مرتّب)

[3] ط ۱/ ۲۸۶۱ (حوالہ از مرتّب)

نماز میں شامل ہو اگرچہ پیش جماعت غلام ہو اور کوئی جسمانی عیب ہی رکھتا ہو۔ تم غلام ضرور ہو مگر کسی جسمانی عیب سے مبرا ہو۔" وہ شخص حبشی تھا مگر لوگ اسے صدقہ وخیرات میں پیش دستی کی بنا پر باحوصلہ، شجاع اور فراخ دل کہتے تھے۔

مُقسِم[1] بن فضیل جابر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ، ابوذرؓ اور انہیں کی طرح رافع بن خُدیج کے مراتب میں برابر اضافہ کرتے رہے مگر ان کے مدینہ چھوڑنے کی وجہ نہ معلوم ہو سکی نہ انہوں نے کبھی خود بیان کی۔

محمد بن سوقہ عاصم بن کلیب اور سلمہ بن نباتہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: "ہم لوگ عمرہ کے لیے رَبذہ سے گزرے، ہم نے ابوذرؓ کے مکان پہ جا کر آواز دی تو معلوم ہوا کہ وہ دریا (کنویں؟) کی طرف گئے ہیں۔ ہم اس طرف گئے تو وہ اپنے مکان سے تھوڑی ہی دور ہمیں مل گئے۔ ان کے ساتھ قربانی کا ایک بڑا جانور تھا جسے وہ اور ایک غلام اُٹھائے ہوئے تھے۔ ابوذرؓ نے ہمیں سلام کیا اور ہمارے ساتھ چلتے ہوئے اپنے مکان پہ آئے۔ تھوڑی دیر کے لیے اندر گئے اور پھر (باہر کے کمرے میں) ہمارے پاس آ بیٹھے۔ پھر بولے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ سُن اور اطاعت کر اگرچہ تیرے اوپر کوئی جسمانی عیب رکھنے والا حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ پانی دیکھیے! یہ خدا کی طرف سے فضل عام ہے۔ ان پہ ایک حبشی مقرر ہوا ہے، اس میں جسمانی طور پہ کوئی عیب نہیں ہے۔ ہم اسے نہ جانیں مگر اس کی تعریف کرتے ہیں، ہمیں کھانے کو یہ گوشت ملتا ہے جس میں زیادہ حصہ میرے اہل وعیال کا ہے۔" ہم نے پوچھا: "اس روزینے کے علاوہ تمہارے پاس کچھ اور بھی ہے؟" بولے "ہاں، سواری کا ایک اونٹ ہے اور کچھ بکریاں ہیں، اس کے علاوہ ایک کنیز ہے اور ایک یہ غلام تھا جسے میں نے اس سال کے شروع ہی میں آزاد کر دیا ہے۔" ہم نے کہا: "سنتے ہیں آپ کے ساتھیوں کے پاس کافی مال ومتاع ہے۔" بولے: میری طرح ضرورت سے زیادہ ان کے پاس جو کچھ ہے اس پہ ان کا کوئی حق نہیں ہے۔"

ذکر وفات ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسماعیل بن رافع محمد بن کعب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (ابوذرؓ) کے بارے میں سال تبوک میں فرمایا: "لوگ ابوذرؓ کی مخالفت کریں گے حالانکہ وہ صحیح راستے پہ ہوں گے۔ آپ نے مزید فرمایا: "اللہ تعالیٰ ابوذرؓ پہ رحم فرمائے، وہ اکیلے ہی چلیں گے اور اکیلے ہی اٹھیں گے۔" محمد بن کعب کہتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ کی وفات حضرت عثمان کی خلافت کے اٹھویں سال ماہ ذی الحجہ میں ہوئی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے

---

[1] مطبوعہ نسخے میں "مُبَشّر" مرقوم ہے (مرتب)

اپنی بیٹی سے پوچھا: "بیٹی کیا کوئی آیا ہے۔" وہ بولیں: "نہیں تو۔" پھر آپ نے کہا: "ایک بکری ذبح کر لو۔" چنانچہ انہوں نے بکری ذبح کر کے ٹانگ دی۔ اس کے بعد آپ نے بیٹی سے پوچھا: "اب دیکھو، کیا کوئی آیا ہے۔" وہ بولیں: "جی ہاں کچھ لوگ آئے تو ہیں۔" آپ نے کہا: "اب میرا منہ قبلہ کی طرف کر دو۔" چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ بولے: "بسم اللہ (والحمد للہ کہ) کہ میں ملت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر (قائم) ہوں۔" (اتنا کہنے کے بعد آپ انتقال فرما گئے) بیٹی نے باہر دیکھا تو کچھ لوگ دروازے پر موجود تھے۔ وہ بولیں: "کیا آپ (بابا) ابوذرؓ کو دیکھنے آئے ہیں آئے دیکھ لیجیے۔" وہ لوگ جب اندر پہنچے تو آپ وفات پا چکے تھے۔ ان لوگوں نے آپ کی تجہیز و تکفین کا ارادہ کیا تو ان کی بیٹی بولیں: "بابا نے آپ کو قسم دلائی ہے کہ انہیں دفنانے کے بعد جب تک کچھ کھا نہ لیں جائیے گا نہیں۔" جب وہ لوگ آپ کی تدفین سے فارغ ہوئے تو گھر میں گوشت کی ہانڈی تیار ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہ لوگ کھانا کھانے لگے۔ پھر بولے: "یہ تو بڑی نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نوازا ہے۔"

آپ کی تدفین سے قبل کچھ اہل کوفہ بھی آ گئے تھے انہیں میں ابن مسعودؓ بھی تھے۔ جب آپ ابوذرؓ کی لاش کے قریب گئے تو رو پڑے اور بولے: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سچ فرمایا تھا کہ "وہ (ابوذرؓ) تنہا ہی وفات پائیں گے اور تنہا ہی اٹھائے جائیں گے۔" یہ لوگ بھی آپ کے غسل میت اور نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ پھر جب آپ کی تدفین کے بعد جانے لگے تو آپ کی بیٹی نے ان سے بھی وہی کہا جو کھانے کے بارے میں اس سے پہلے لوگوں سے کہہ چکی تھیں۔ چنانچہ یہ لوگ بھی کھانے میں شریک ہو گئے۔ اس کے بعد یہ لوگ انہیں (حضرت ابوذرؓ کی بیٹی کو) مکے کے راستے مدینے لے گئے اور حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے انہیں اپنے اہل و عیال کے سپرد کر دیا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ ابوذرؓ پر رحم فرمائے اور رافع بن خدیج کو بھی معاف کرے[1] کہ انہوں نے (ہمیں) اطلاع نہ دی[2]۔"

(ایسی ہی ایک روایت) قعقاع بن صلت سے مروی ہے۔ انہوں نے اسے ایک شخص سے سنا جس نے کلیب بن حلحال اور حلحال بن ذری[3] کے حوالے سے بیان کیا۔ حلحال بن ذری کہتے ہیں: "ہم ۳۱ھ میں[4] ابن مسعودؓ کے ہمراہ حج کے ارادے سے چلے تھے۔ جب ہم ربذہ پہنچے تو ہمیں ایک عورت ملی۔ وہ بولی: کیا آپ ابوذرؓ سے ملنا چاہتے ہیں؟"

---

[1] اضافہ از نسخہ مطبوعہ: ط ۱/ ۲۸۹۵ (مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں "سکوت" کی جگہ 'سکون' مرقوم ہے (مرتب)

[3] مطبوعہ نسخے (ط ۱/ ۲۸۹۵) 'ذری' کی جگہ 'ذری' مرقوم ہے (مرتب)

[4] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اصل متن میں ۳۱ھ کی جگہ ۲۱ھ لکھا ہے جو غلط ہے (مرتب)

ہم پہلے تو اسے پہچانے نہیں[1] نہ اس کی بات سمجھ سکے۔ ہم نے (صرف اتنا) پوچھا: "ابوذرؓ کہاں ہیں؟" اس نے ایک خیمے کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے پوچھا: "ان کا مال و اسباب کہاں ہے؟" وہ بولی: "جب انہیں مدینہ چھوڑنے کا حکم ملا تھا تو انہوں نے سارا مال و اسباب وہیں چھوڑ دیا تھا[2]۔ ابن مسعودؓ نے پوچھا: "انہیں عرب ہی میں کیوں نہیں رکھا گیا؟" لڑکی بولی: "(شاید) امیر المومنین کو یہ پسند نہ تھا بعد میں[3] انہوں نے کہا "چاہو تو مدینے آجاؤ اور سامان بھی لے لو۔" جب ہم خیمے میں داخل ہوئے تو ابوذرؓ وفات پا چکے تھے اور ان کی لاش[4] کے قریب بڑی عمدہ خوشبو آ رہی تھی۔ ہم نے پوچھا: "یہ خوشبو کیسی ہے؟" وہ بولی: "(بابا) ابوذرؓ نے مجھے یہ مشک دی تھی اور کہا تھا کہ اگر کچھ نیک لوگ آئیں اور مجھے دفنانا چاہیں تو انہیں یہ دے دینا کہ غسل کے پانی میں ڈال دیں۔" (عبد اللہ) ابن مسعودؓ جب ابوذرؓ کی لاش کے قریب گئے تو رو پڑے۔ جب ہم ان کی تجہیز و تکفین اور تدفین سے فارغ ہوئے تو اس عورت۔ نے (جو ابوذرؓ کی بیٹی تھی) ہمیں خوشبو پیش کی اور کھانا بھی کھلایا۔ ہم نے کہا کہ برتن لوٹا دیے (چونکہ ان کی بیٹی تنہا تھی) ہم اسے مکہ لے گئے۔ ابن مسعودؓ بولے: "امیر المومنین وہیں ہوں گے ہمیں انہیں اس (واقعے) کی اطلاع دینی چاہیے۔"

مکہ پہنچ کر ہم نے انہیں (حضرت عثمانؓ کو) اطلاع دی۔ آپ نے لڑکی کو اپنے اہل و عیال کے سپرد کر دیا (حج کے بعد) آپ مدینے تشریف لے گئے اور ہم لوگ عراق کی طرف چلے آئے۔"

فتنۂ مصر کا ذکر

عطیہ بن یزید فقعسی کہتے ہیں: جب ابن سودا (عبد اللہ بن سبا) مصر گیا تو اہل مصر سے میل جول کے بعد وہیں ٹھہر گیا۔ وہ ایک مرتبہ کنانہ بن بشر اور ایک بار سودان بن حمران سے ملا مگر وہاں (دال گلتی نہ دیکھ کر) ان سے الگ ہو گیا۔ غافقی سے بھی اس کی گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد خالد بن ملجم اور عبد اللہ بن زُریرہ اور ان جیسے اور لوگ اس کے گرد پیش جمع ہوئے۔ اس نے ان پہ اپنی ساری طاقت لسانی صرف کر دی مگر انہیں اس کی اسکیموں میں کوئی بات مفید مطلب محسوس نہ ہوئی (یہ دیکھ کر) اس نے کہا: تمہارے نزدیک عمروؓ[5] (عمرو بن عاص) خالص عرب ہے اور بہت مضبوط، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس سے تمہیں کیا فائدہ پہنچا ہے؟ مگر ہم اس کے آدمیوں میں سے نہیں ہیں کیونکہ اس کی پالیسیوں نے مصر کو ذلیل و خوار کر دیا ہے اور تم بھی اس کے

---

[1] مطبوعہ نسخے میں لفظ 'لا' کی جگہ 'ما' مرقوم ہے (مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اس اصل متن میں 'فغادنھا' کی جگہ 'فقد اذفھا' مرقوم ہے (مرتب)

[3] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اصل متن میں 'بعد' کی جگہ 'نقد' تحریر ہے (مرتب)

[4] مطبوعہ نسخے میں 'خیمہ' اور اصل متن میں 'لاش' لکھا ہے (مرتب)

[5] یہاں 'عمرو' کی جگہ لفظ 'علیکم' اصل متن میں درج تھا جسے ہم نے سیاق سے ربط قائم رکھنے کے لیے درست کر دیا ہے (مرتب)

سوا اُس سے کچھ حاصل نہ کر سکو گے۔ وہ اپنی مقصد برآری کے بعد تمہیں چھوڑ جائے گا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہاں اس کے مقابلے میں کمزور کون ہے؟ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور بھلائی ہی کی بات کا اظہار کرتے ہیں۔"

اس کی باتوں سے متاثر ہونے والوں میں محمد بن ابی حذیفہ تھا۔ یہ شخص معاویہ کا ماموں زاد بھائی تھا اور حضرت عثمانؓ کی خلافت سے پہلے یتیم ہو گیا تھا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے اسے دوسرے شہروں کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی تھی چنانچہ وہ مصر چلا آیا تھا۔ عبداللہ بن سبا (ابن سودا) نے اسے بھڑکایا۔ کچھ اور لوگ بھی اس سے مل گئے۔ عمرو بن عاص کو شک ہوا مگر انہوں نے اپنی پوزیشن کسی نہ کسی طرح صاف کر کے معافی مانگ لی اور اس طرح معاملہ وہیں کا وہیں رہا۔ پھر وہ حضرت عثمانؓ کے پہنچے اور عمرو بن عاص کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا" (ویسے تو) وہ دیانت دار ہے مگر تمہارا خیال ہے کہ وہ مفسد ہے تو ہمیں منظور ہے کہ ان کی جگہ عبداللہ بن سعد کا تقرر کر دیا جائے۔ اس طرح تم لوگوں کی خواہش پوری ہو جائے گی۔" چنانچہ آپ نے مصر کے محاصل کی وصولی کے لیے عبداللہ بن سعد کا تقرر فرما دیا اور عمرو بن سعد کو اجازت دی کہ وہ نماز کی امامت کیا کریں۔ اس کے بعد سودان بن حمران اور کنانہ بن بشیر نیز کچھ خوارج نے ایسی باتیں کیں جن سے عبداللہ بن سعد اور عمرو بن عاص کے مابین شکوک پیدا ہوئے اور منافرت پیدا ہو گئی۔ اس کے علاوہ عوام میں سے بھی بہت سے لوگ دو گروہوں میں بٹ کر دونوں کے ساتھ ہو گئے جو اپنی رائے سے کام کر رہے تھے۔ پھر دونوں نے جہاں تک ہو سکا حضرت عثمانؓ کو اپنی اپنی رائے کی موافقت میں ہموار کرنا چاہا۔ آخر میں عبداللہ بن سعد نے آپ کو لکھا کہ اگر عمرو بن عاص نماز کی امامت کرتے رہے تو محاصل کی وصولی میں تسلسل اور استحکام باقی نہیں رہ سکتا۔

اس کے بعد کچھ لوگ بھی حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عبداللہ بن سعد کی بات کی تصدیق کی اور یہ بھی کہا کہ اہل مصر عبداللہ بن سعد کو چاہتے ہیں اور عمرو بن عاص کی (مکمل) معزولی چاہتے ہیں۔ جب عمرو بن عاص حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا! "تم ایسے شخص کے ساتھ کیوں رہنا چاہتے ہو جو تمہیں پسند نہیں کرتا۔" چنانچہ عمرو بن عاص نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا اور اس طرح نماز کی امامت اور محاصل کی وصولی دونوں عبداللہ بن سعد کے سپرد کر دی گئیں۔

(ایک روز) حضرت عثمانؓ نے عمرو بن عاص سے دریافت کیا:" کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں آئی"۔ عمرو بن عاص بولے!" آپ میرے بزرگ اور مربی ہیں آپ کی پسندیدگی کا احترام مجھ پر واجب ہے۔"

ابی حارثہ اور ابی عثمان کہتے ہیں: جب ابن سودا مصر پہنچا تو اس نے اہل مصر میں عجمی خیالات کی اشاعت کی۔ لوگ اس کے ساتھ مل جل گئے۔ اس نے انہیں کفر کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کر لیا۔ پھر اس نے انہیں انشقاق افتراق پر ابھارا اور وہ اس پر بھی راضی ہو گئے۔ اُس نے ابتدا یوں کی کہ عمرو بن عاص کو مطعون کیا

جائے۔ اس نے پوچھا: "کیا وہ تمہارا مربی یا رزاق ہے؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کا اہل نہیں کہ قریش کی برابری کا دعویٰ کرسکے؟" لوگوں نے کہا: "ہم اس (عمرو بن عاص) سے کیا کہیں؟ کیا یہ کہ وہ عرب ہے؟" وہ بولا: "نہیں نہیں بلکہ یہ کہ ہم اسے نہیں چاہتے اور یہ اس طرح کہا جائے جس سے ظاہر ہو کہ ہمارا منشا طلب خیر کے سوا کچھ نہیں ہے۔" چنانچہ انہوں نے دربار خلافت سے استدعا کی کہ عمرو بن عاص کی جگہ عبداللہ بن سعد کو مصر کا عامل مقرر کیا جائے مگر حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن سعد کے سپرد صرف محاصل کی وصولی کا کام کیا اور عمرو بن عاص کو نماز کی امامت اور دفاعی امور پر برقرار رکھا۔

پھر لوگ ان میں مخالفت پیدا کرنے لگے حتیٰ کہ سب نے مل کر حضرت عثمان کو لکھا کہ مصر میں صرف ایک ہی آدمی رکھا جائے۔ کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر بھی ہوئے اور عمرو بن عاص کی مکمل معزولی اور عبداللہ بن سعد کو جملہ اختیارات تفویض کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ نے عمرو بن عاص کو مصر میں ان کے جملہ فرائض سے سبکدوش کر دیا۔ جب عمرو بن عاص آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا: "اس سلسلے میں تمہارے احساسات کیا ہیں؟" عمرو بن عاص نے عرض کیا:

"یا امیرالمومنین! میں نے اپنے فرائض کی بجا آوری میں ہمیشہ قواعد و ضوابط کے ساتھ ان کی آرا کا بھی خیال رکھا ہے۔ لہٰذا میں ان کی مخالفت کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس کی وجہ مجھے معلوم ہے۔ تم سچ کہتے ہو مگر کچھ لوگ میرے پاس آئے اور خواہش ظاہر کی کہ تمہیں ان پر سے ہٹا لیا جائے وہ بے صبر ہیں اور کسی بات پر قانع نہیں رہیں گے مگر میں نے اتمام حجت کے لیے ایسا کیا ہے تاکہ خدا کی طرف سے جو فرض عائد ہوتا ہے وہ ادا ہو جائے اور میں خدا کے نزدیک گنہ گار نہ ٹھہروں۔"

مدینے کے حالات

محمد اور طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ دورانِ خلافت قریش کو حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ عزیز تھے۔ جب تک آپ زندہ رہے یہ محبت بڑھتی ہی رہی۔ قریش کا قول تھا کہ خدا آپ کی عمر دراز کرے آپ نے ہمیں (حد سے زیادہ) راحت پہنچائی ہے، انہوں نے ہمارے دن اچھے سے اچھے کر دیے، اگر آپ نے ہمیں کسی چیز سے روکا تو صرف اس چیز سے جس میں ہماری بھلائی نہ تھی۔"

محمد اور طلحہ سے یہ بھی مروی[1] ہے کہ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے قریش سے اتنی باز پرس نہ کی جتنی حضرت عمرؓ کرتے تھے۔ آپ نے انہیں شہر شہر پھیلا دیا تاکہ دنیا اور وہاں کے لوگوں کو دیکھیں۔ آپ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو اسلام کی ترقی اور عظمت[2] میں حارج ہو۔ آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ (اکثر) لوگ آپ کو

---

[1] ط: ۱/ ۳۰۲۶ (حوالہ از مرتب) [2] مطبوعہ نسخے میں 'مرتبۃ' کی جگہ 'متربۃ' مرقوم ہے (مرتب)

(خلیفہ کی حیثیت سے) پہچانتے تک نہ تھے[1] آپ لوگوں سے ملنے میں سبقت فرماتے اور ان میں شیر و شکر ہو جاتے۔ لوگ کہتے: "ہم نے ایسے اچھے دن کبھی نہ دیکھے تھے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آپ کے دورِ خلافت میں اس ایک فتنے کے سوا کسی فتنے نے سر نہیں ابھارا۔"

یہ روایت بھی محمد اور طلحہ سے مروی[2] ہے کہ "حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ایک سال بھی ایسا نہیں گزرا کہ مختلف شہروں کے لوگ قریش کی سخاوت اور داد و دہش سے متمتع نہ ہوئے ہوں۔ ہر شخص یہ سوچتا تھا کہ جب یہ لوگ ایسے ہیں تو ان کا خلیفہ کیسا ہوگا۔ وہ لوگ آپ کی ملاقات کے آرزو مند رہتے تھے مگر (اس صاف مطلع پر) ابن سودا کے ظہور کے بعد دنیا ہی بدل گئی، اس کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ شروع ہوئی اور لوگ آپ کی جان کے لاگو ہو گئے۔"

ذیل کی روایت عثمان بن حکیم بن عبادہ[3] بن حنیف سے مروی ہے۔ آخر الذکر نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا:
"پہلے پہل مدینے میں منکرات کا ظہور اس وقت ہوا جب لوگ دنیاوی لہو و لعب میں مشغول ہوئے اور یہ مشاغل یہاں تک بڑھے کہ (جگہ جگہ) کبوتر بازی اور شرط بازی کے اڈے قائم ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ نے تفتیش کے لیے ۳۰ھ میں بنی لیث کے ایک شخص کو مقرر فرمایا۔ اس نے اپنی رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کی اور یہ سارے "بازی خانے" توڑ دیے گئے۔

اسی راوی نے مزید بیان کیا: "اسی فتنہ و فساد کے زمانے میں (بات بات پر) قتل ہونے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے پہلے روک تھام کی کوشش کی اور پھر سختی برتی تاکہ لوگ حدود سے تجاوز نہ کریں۔ اسی بنا پر آپ میں اور ایسے لوگوں میں کھچاؤ اور تناؤ پیدا ہوا۔ ایک مرتبہ ان لوگوں نے خود ہی فیصلہ کیا کہ نبیذ پینے والوں کو تازیانوں کی سزا دی جائے۔ آپ نے ان میں سے کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے تازیانوں کی سزا دی۔

حکم بن ابو العاص کا قصہ

مبشر سالم بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ہر معاملے میں شریعت کی اتباع کرتے تھے۔ انتہائی ضرورت میں (اپنے اوپر) کچھ خرچ کرتے تھے جب تک کچھ پوچھا نہ جائے خاموش رہتے تھے۔ جب لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور کچھ دریافت کرتے تھے تو آپ ضروری باتوں کا جواب دے کر خاموش ہو جاتے تھے۔ آپ کو غیر ضروری باتیں ناپسند تھیں جب مدینہ زوال پذیر ہوا تو مجاہدین[4] وہاں سے اِدھر اُدھر کے شہروں میں روزی کمانے کے لیے چلے گئے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں 'مغموراً' کی جگہ 'مغموماً' درج ہے (مرتب) [2] ط: ۱/ ۳۰۲۷ (حوالہ از مرتب)
[3] مطبوعہ نسخے میں 'عبادہ' کی جگہ صرف 'عباد' درج ہے (مرتب) [4] اصل متن میں 'مجاہدون' مرقوم ہے (مرتب)

کچھ لوگ بصرے گئے، کچھ کوفے اور شام گئے۔ ان تمام شہروں میں سوائے شام کے مدینے کی طرح مہاجرین کی اولاد تھی پھر جب ان لوگوں کی وہاں سے مراجعت ہوئی تو شام کے سوا ہر جگہ سے لوگ لوٹ آئے اور وہاں کی خبریں حضرت عثمان کو پہنچائیں۔ اس کے بعد (ایک روز) آپ لوگوں سے اس طرح مخاطب ہوئے: "اے اہل مدینہ! تم اسلام کی جڑ ہو۔ تمہاری برائی سے لوگ برائی کی طرف اور تمہاری نیکی سے نیکی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے تم میں سے فساد پر مائل پایا اسے یہاں سے نکال دیا۔ میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے خلاف حق بات کہی ہو اور اسے سزا نہ ملی ہو۔ تم سے قبل لوگوں کے اعضا منقطع کر دیے جاتے تھے سوائے ان ملزمین کے جن کے حق میں لوگ گواہی دیں۔"

حضرت عثمانؓ معمولی ملزمین کو چھوڑ کر عادی چور چکار، شورہ پشت اور مفسدین کو فوراً نکال دیتے تھے۔ آپ کے ان احکام سے ایسے لوگوں کو پسینہ آگیا یعنی ان میں کھلبلی مچ گئی۔ آپ کو خبر ہوئی کہ یہ لوگ کہتے ہیں: اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا جنھوں نے حکم بن ابوالعاص کو اخراج کا حکم دیا تھا ایسا کبھی سننے میں نہیں آیا۔"

چنانچہ آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے یوں خطاب فرمایا:

> "مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم خیال کرتے ہو، میں نے اس حکم کی نظیر حکم بن ابوالعاص کی سزا سے اخذ کی ہے۔ حکم مکے کا رہنے والا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے خارج البلد کر کے طائف بھیج دیا تھا پھر اُسے واپس بلا لیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے سزا دی تو نکال دیا اور جب معافی دے دی تو واپس بلا لیا۔ اس کے بعد خلیفہ اوّل اور خلیفہ ثانی نے بھی لوگوں کو شہر بدر کیا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں عفو و درگزر تم سے سیکھوں گا یا اپنی خوش خلقی سے اصول بدل ڈالوں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ کیا میں تمہارے احتجاج یا اپنی طبیعت کی نرمی کی بنا پر ناجائز کو جائز قرار دے دوں؟ میں احکام شریعت کا پابند ہوں اور خدا سے ڈرتا ہوں، تم بھی خدا سے ڈرو اور عبرت پکڑو۔"

ابن ابی حارثہ اُمِ ابو درداء کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں: ایک مرتبہ ابو درداء حضرت عثمانؓ سے حج کے موقع پر ملے۔ آپ نے فرمایا: اے ابو درداء! ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی حالانکہ دنیا میں کوئی متنفس ایسا نہ ہوگا کہ اتنی سی بات نہ سمجھ سکے کہ سلوک کا جواب اُلٹا کیوں دیا جاتا ہے؟ میں اس سے ناواقف ہوں کیا تم بتا سکتے ہو؟"

ابو درداء بولے: "ہم اپنے شہر والوں سے کوئی بُرائی نہیں کرتے تو وہ بھی ہمارے خلاف نہیں ہوتے۔"
آپ نے فرمایا: "یہ بات تو خود میں نے تمہارے لیے لازم کر دی ہے اور امورِ الٰہی تم لوگوں کی قلمرو میں منتقل ہو رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں نماز کے سوا کچھ معلوم نہیں حالانکہ دنیاوی امور میں گرد و پیش کا بھی خیال رکھنا چاہیے امارت بھی اسی میں شامل ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں حکمِ الٰہی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے مگر جیسے انہوں نے کانوں میں روئی ٹھونس رکھی ہے۔ اب ان عاملین کا معاملہ ہی لے لو۔ ان کی طرف جسے بھیجا جاتا ہے وہ اسے رد کر کے میرے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اب تم سوچو کہ میں جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کرتا۔ اگر وہ میری بات کو سمجھیں اور قبول کر لیں تو میں ہر حال میں ان کا خیر خواہ ہوں لیکن اگر وہ روگردانی کرتے رہے تو انصاف کے تقاضے تو پورے کرنا ہی پڑیں گے۔ حالانکہ میں چاہتا ہوں کہ اس کی نوبت نہ آئے۔ پھر اس معاملہ[1] میں وہ زیادتی پر کیوں اتر آتے ہیں؟ کیا میں پہلا شخص ہوں جس نے عمّال کے تقرّر کی ابتدا کی ہو؟"

محمد بن ابی حذیفہ، عمّار یاسرؓ اور محمد بن ابی بکرؓ کا حضرت عثمانؓ سے انحراف

عبد اللہ بن سعید بن ثابت اور یحییٰ بن سعید کہتے ہیں[2] کہ کسی شخص نے سعید بن مسیّب سے پوچھا کہ محمد بن ابو حذیفہ کو عثمانؓ کے خلاف بغاوت پر کس چیز نے ابھارا؟ انہوں نے جواب دیا: "آپ کے زمانہ خلافت سے قبل وہ یتیم تھا اور آپ خاندان کے جملہ یتیموں کی پرورش کا بار اپنے ذمّے لیے ہوئے تھے۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو محمد بن ابو حذیفہ نے آپ سے گورنری کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا: "اے میرے بیٹے! کیا تم نے اس پر اکتفا نہیں کیا کہ میں نے تمہاری پرورش کی؟ (لیکن) اب تم ماشاءاللہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو۔ پھر بھی چاہتے ہو کہ تمہیں کہیں کا گورنر بنا دیا جائے[3]۔" وہ بولا: "تو مجھے تلاشِ روزگار میں باہر جانے کی اجازت دیجیے۔" آپ نے فرمایا: "تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔" حضرت عثمانؓ نے اسے صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ کافی سامان، باربرداری کے لیے سواری اور دیگر عطیات بھی دیے مگر جب مصر کے فتنے نے سر ابھارا تو وہ بھی انہیں باغیوں میں شامل ہو گیا جنہیں آپ نے عامل بنانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے بعد سعید بن مسیّب سے سوال کیا گیا کہ عمار بن یاسرؓ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" انہوں نے کہا: "اس کے اور عباس بن عُتبہ بن ابولہب کے درمیان تلخ کلامی ہو گئی تھی اور آپ نے دونوں کو سزا دی تھی۔ چنانچہ آلِ عمار

---

[1] ط: ۱/ ۳۰۲۹ (حوالہ از مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے سے اضافہ (مرتب)

[3] متن کے اس صفحے پر 'استعملتک' کی جگہ 'الفیتک' مرقوم ہے (مرتب)

اور آل عتبہ میں آج تک دشمنی چلی آتی ہے مگر حضرت عثمانؓ پر حملے میں مذکورہ بالا دونوں شخص شریک تھے کیونکہ اس وقت ان کا مقصد ایک تھا۔"

مبشّر سے مروی ہے[1]: "میں نے (ایک روز) سالم بن عبداللہ سے پوچھا کہ محمد بن ابوبکر کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت پر کس چیز نے ابھارا؟" وہ بولے: "غصّے اور لالچ نے۔" مبشّر کہتے ہیں: "میں نے پوچھا: "غصّے اور لالچ سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" سالم بن عبداللہ نے کہا: "اسلام سے انہیں جو اعزاز (اور کرّوفر) حاصل ہوا اسے دیکھ کر لوگ ان کی خوشامد میں لگ گئے، اس چیز نے انہیں مغرور کر دیا[2] اور وہ جلب زر کو (لالچ میں آکر) اپنا حق سمجھنے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی گرفت کی چنانچہ اس کے بعد لالچ میں غصے کا بھی اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ اس کے بعد محمد وہ محمد بن گئے جو اس فعل قبیح کے مرتکب ہوئے۔"

سعید بن عبداللہ بن ابُی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زندگی بھر (اپنے بھائی) محمد بن ابوبکر کو برا بھلا کہتی رہیں مگر جب وہ مر گئے تو آپ نے برُا کہنا چھوڑ دیا۔

مُبشّر سالم بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں[3] کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حقوق جتانے لگے جس سے نزاعی حالات پیدا ہوئے۔ آپ نے مستحقین کو حسب قابلیت واہلیت مناسب دیے مگر لوگ پھر بھی مطمئن نہ ہوئے اور اس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہوا مگر اللہ کی مرضی۔"

سہل بن یوسف قاسم بن محمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قبل کسی جھگڑے میں آپ نے ایک شخص کو سزا دی جس نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی توہین کی تھی۔ جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا پر فخر[4] فرماتے تھے۔ ان کی توہین ایسا فعل ہے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ کیا میں اس کی اجازت دیتا اور کچھ نہ کہتا یعنی جس نے سنت رسولؐ کے خلاف کیا اور اس پر راضی ہوا اسے سزا دینا لازم تھا۔"

سہل قاسم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورانِ خلافت ایک ایسا فیصلہ کیا جو سنت عثمانی کہلایا، وہ یہ ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی وفات ہوئی تو آپ نے تین بیویاں

---

[1] ط: ۱/ ۳۰۳۰ (حوالہ از مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے جب کہ اصل متن میں 'غرور' کی جگہ 'عزت' مرقوم ہے (مرتب)

[3] ط: ۱/ ۳۰۳۰ (حوالہ از مرتب)

[4] مطبوعہ نسخے میں 'یفخر' کی جگہ 'یفخم' درج ہے (مرتب)

چھوڑیں - ان میں سے ایک ایسی تھیں جنہیں آپ نے مرض الموت میں طلاق دے دی تھی اور آپ کی وفات کے وقت اس بیوی کی عدت پوری نہیں ہوئی تھی - حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس بیوی کو بھی عبدالرحمٰن بن عوف کی بیویوں میں شریک کیا اور اُن کے ایسے وقت طلاق دینے کو خلاف حکم الٰہی فعل قرار دیا[1] - بعد میں اگر لوگوں نے ان کے اس فعل کو نظیر بنا لیا تو وہ بھی خلاف حکم الٰہی ہوگا -"

---

[1] مولف نے یہاں لفظ 'فرار' مخالفت کے لیے استعمال کیا ہے جب کہ مرتب نے یہ مفہوم حاشیہ میں درج کیا ہے (مترجم)

باب پنجم

حضرت عثمانؓ کا محاصرہ اور اس میں ملوث اشخاص

محمد بن نویرہ تجیبی نے بنی اُسید کے ایک شخص عزیز بن مکنف تمیمی کے حوالے سے طلحہ بن اُعلم حنفی اور مغیرہ بن عتیبہ بن نہاس عجلی کے یہ روایت بیان کی ہے۔ موخر الذکر ہر دو حضرات کہتے ہیں:

"یہ وہ پہلا فتنہ تھا جس نے نہ صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رشتۂ حیات منقطع کیا بلکہ اسلام میں فساد وشر کی بنیاد رکھ کر مسلمانوں کو باہمی جنگ وجدل میں مبتلا کر دیا اور اس سے عجیب تر اس میں ان لوگوں کی شرکت ہے جنہیں دنیا کی حرص وطمع نے اس پر مائل کیا اور ملت اسلامیہ میں ایسا اختلاف پیدا کیا جس کی (اب تک) کوئی نظیر نہیں ہے۔"

ابو سعید مقبری نے (حضرت) ابو ہریرہؓ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "تم ان پہلے لوگوں کے نقش قدم پر چلو گے جو اپنے اعمال کی بنا پر پستی میں جا پڑے، میں دیکھ رہا ہوں کہ اس طرح تم بھی پستی میں جا پڑو گے۔"
>
> پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی: "(وہ اپنی دولت سے متمتع ہوئے)...... اور فضول گفتگو میں اُلجھ گئے" (توبہ: ۶۹)

ابو ایوب ہمدانی سے (علی الترتیب) حضرت علیؓ، ضحاک اور ابن عباس کے حوالے سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حدیث میں) اللہ جل شانہ، کے اس ارشاد کو بیان فرمایا: "ان لوگوں نے اپنی دولت

ل اصل متن میں 'یجادلون' کی جگہ 'یحاولون' درج ہے (مرتب)

سے فائدہ اٹھایا اور تم بھی اپنی دولت سے فائدہ اٹھاؤ گے اپنے سے پہلے لوگوں کی طرح جیسے انہوں نے اپنی دولت سے فائدہ اٹھایا اور تم بھی اسی طرح بے فائدہ اور فضول گفتگو کرنے لگو گے جیسے وہ کرنے لگے تھے۔" (توبہ: ۶۹)

ابن سودا (عبداللہ بن سبا) کا (بغاوت کی) دعوت دیتے ہوئے شہر شہر پھرنا

عطیہ یزید بن فقعسی[1] کے حوالے سے

کہتے ہیں کہ ابن سودا المعروف ابن سودا صنعا کا یہودی تھا۔ اس کی ماں کا نام سودا تھا (حضرت) عثمان بن عفانؓ کے دوران خلافت (بظاہر) اسلام لے آیا تھا (مگر پھر) مسلم شہروں میں بھٹکتے ہوئے مسلمانوں کو بغاوت کے راستے پر لگانے کے لیے شہر شہر گھومتا رہا۔ اس نے حجاز سے ابتدا کی، پھر بصرے گیا، پھر کوفے اور پھر شام جب شام میں کوئی شخص اس کے فریب میں نہ آیا اور وہاں سے اسے لوگوں نے نکال دیا تو وہ مصر میں جاکر قیام پذیر ہوگیا اور وہاں لوگوں میں گھل مل گیا اور جیسا بیان کیا جاتا ہے لوگوں سے کہنے لگا: مجھے ان لوگوں پر حیرت[2] ہے جنہیں یقین ہے کہ عیسیٰ لوٹ کر آئیں گے مگر یہ یقین نہیں کرتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی لوٹ کر آئیں گے حالانکہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے (یقیناً جس نے تجھ پر قرآن اتارا ہے وہ تجھے (تیرے گھر) واپس لائے گا) (القصص: ۸۵) پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی عیسیٰ سے زیادہ یقینی ہے۔"

یزید فقعسی کہتے ہیں کہ اہل مصر نے اس کی اس دلیل کو تسلیم کرلیا اور ان میں رجعت محمدیہ کی گفتگو چل نکلی۔ اس کے بعد اس نے ان سے کہا: "ہزاروں انبیا آئے ہیں اور ہر نبی کا ایک وصی ضرور تھا۔ چنانچہ علیؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں۔" پھر بولا: "جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح علیؓ خاتم الاوصیا ہیں۔" اس کے بعد بولا: "جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو تسلیم نہیں کیا اور حضرت علیؓ کو وصی نہ مانا یا ان کا حق پر ظلم سے قابض ہوا، اس سے زیادہ جاہل وظالم کون ہوگا، گویا وہ ساری ملت کو نگل گیا۔" پھر گفتگو جاری رکھتے ہوئے بولا: "عثمانؓ وہ شخص ہے جس نے علیؓ کا حق بغیر اپنے کسی ذاتی حق کے چھین لیا ہے[3]۔ علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں۔ تم اس بات پر زور دو اور اس کی تحریک چلاؤ، اس کی ابتدا اپنے امرا پر طعن وتشنیع سے کرو، اللہ کے حکم کا اظہار کرو اور لوگوں کو اس کے امتناع سے روکو، لوگوں کو اس امر حق کی

---

[1] ط ۱/۲۹۴۱ (حوالہ از مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں 'العجب' کی جگہ 'لعجب' مرقوم ہے (مرتب)

[3] اصل متن میں یہ عبارت ہے: "وہ لوگ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ان (حضرت علیؓ) کا حق چھین لیا ہے جس سے ان کی مراد حق امامت ہے" (مرتب)

طرف مائل کرو، انہیں اس امر کی تعمیل کی دعوت دو۔" اس کے بعد اس نے چپکے چپکے دوسرے شہروں میں اپنے داعی بھیجے اور ان سے مسلسل مراسلت جاری رکھی، انہیں لکھا کہ اس سلسلے میں اپنی رائے کو پوشیدہ رکھ کر لوگوں پر یہ ظاہر کرو کہ تم صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے داعی ہو۔ چنانچہ یہ وبا ایک شہر سے دوسرے شہر تک پھیلتی رہی۔ ایک شہر کے لوگ دوسرے شہر کے لوگوں کو وہاں کے حالات کی اطلاع دیتے رہے حتیٰ کہ یہ بات بڑھتے بڑھتے اہلِ مدینہ تک جا پہنچی اور ممالک محروسہ کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔ مگر یہ لوگ جو ارادہ رکھتے تھے اسے ظاہر نہیں کرتے تھے اور اعلانیہ جو کچھ کہتے تھے وہ دراصل ان کے پوشیدہ مصالح[1] سے بالکل الگ تھا۔ اہل مصر کہتے تھے، اب مدینے میں جو گڑبڑ ہوگی وہ (بحمد اللہ) اس سے عافیت میں ہیں جب کہ اہلِ مدینہ کا خیال تھا کہ ادھر اُدھر جو فتنہ و فساد پھیل رہا ہے وہ اس سے محفوظ ہیں۔

راوی[2] بیان کرتے ہیں کہ لوگ (اہلِ مدینہ) حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "ہمیں اِدھر اُدھر سے (فتنہ و فساد) کی جو اطلاعات مل رہی ہیں کیا آپ کو ان کی خبر ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہر طرف امن و امان کے علاوہ مجھے تو اب تک ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی۔" لوگ بولے: "ہمیں ایسی اطلاعات مل رہی ہیں۔" آپ نے ارشاد فرمایا تم میرے شرکائے کار اور مسلمانوں کے شاہد عادل ہو، تمہی اس سلسلے میں مجھے کوئی مشورہ دو۔" لوگوں نے عرض کیا: "ہمارا مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے آدمی مختلف شہروں کی طرف روانہ فرمائیے جو ان امور کی تحقیق کر کے آپ کو وثوق کے ساتھ اطلاع دیں۔"

چنانچہ آپ نے محمد بن سلمہ کو کوفے کی طرف، اسامہ بن زید کو بصرے کی طرف، عمار رضؓ بن یاسر[3] کو مصر کی طرف اور عبداللہ بن عمر رضؓ کو شام کی طرف روانہ فرمایا۔ ان اصحاب کے علاوہ اور دوسرے بہت[4] سے لوگ ادھر اُدھر روانہ ہوئے مگر عمار بن یاسر رضؓ سے قبل سب نے لوٹ کر یہی اطلاع دی کہ ہر جگہ کی مشخص ہستیوں کے علاوہ عوام بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم امیر المومنین کے تابع فرمان ہیں اِلّا اس کے کہ اُمرا میں کچھ باہمی اختلاف ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی

---

[1] یہاں مرتب نے اصل متن کا لفظ 'یریدون' ہی رکھا ہے مگر اس کے بقول مطبوعہ نسخے میں اس کی جگہ 'یبدون' مرقوم ہے (مترجم)

[2] زیرِ نظر تالیف کے مرتب کہتے ہیں کہ مطبوعہ نسخے کے مرتب نے اس پیراگراف کی یہیں سے یعنی لفظ 'قالو' سے ابتدا کی ہے جن میں محمد، طلحہ اور عطیہ بن یزید فقعسی بھی شامل ہیں (مترجم)

[3] اصل متن میں 'یاسر' کی جگہ 'یسار' مرقوم ہے مگر وہ (صریحاً) غلط ہے (مرتب)

[4] اصل متن میں لفظ 'رجالاً' کے بعد 'کثیراً' بھی مرقوم ہے (مرتب)

رائے کو صائب سمجھتا ہے۔ بات یہیں ختم ہو جاتی مگر اس کے فوراً ہی بعد عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی طرف سے اہل مدینہ کو اطلاع ملی کہ اہل مصر کے کچھ (سرکش) لوگوں نے عمار کو اپنی حمایت پر مائل کر لیا ہے، وہ ان کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں، ان لوگوں میں ابن سودا، خالد بن ملجم، سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر بھی شامل ہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ عمار بھی وہی کہیں جو وہ کہتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر ظہور ہو گا۔ وہ لوگ عمار کو بھی عثمانؓ کے خلاف اور آپ کی معزولی کے حق میں اپنی آرا سے متفق کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ان سے یہ بھی کہتے ہیں کہ اہل مدینہ اس سلسلے میں ان کے ساتھ ہیں۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے (اپنے مکتوب میں) اہل مدینہ کے سربرآوردہ لوگوں سے یہ بھی دریافت کیا کہ اگر امیر المومنین (حضرت عثمانؓ) اجازت دیں تو میں اسے (عمار بن یاسرؓ کو) اور اس کے ساتھیوں کو اس سے قبل کہ وہ لوگ اُن کی اتباع کر سکیں قتل کر دوں مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) نے انہیں لکھا:

"میرے سر کی قسم، اے ابن ام عبداللہ! (اپنی ماں کے بیٹے) تم بہت جری ہو گئے ہو، میں اسے نہ قتل کرنا چاہتا ہوں نہ اس کے اور ان کے ایام عمر کو کوتاہ کرنا چاہتا ہوں۔ خدا اس سے اور اس کے ساتھیوں سے جس طرح چاہے گا انتقام لے گا۔ جو لوگ اطاعت سے باہر نہ ہوں انہیں نہ چھیڑو اور ان کے حسب منشا عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے دو۔"

آپ نے عمار بن یاسر کو لکھا:

"میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اگر تم نے اطاعت سے سرمو روگردانی کی یا تمہاری طرف سے اس میں کچھ فرق آیا تو تمہارا ٹھکانا جہنّم ہو گا۔ مجھے اپنے سر کی قسم ہے کہ میری عمر یا میرے رزق کو تم میں سے کوئی چاہے بھی تو کم نہیں کر سکتا۔ بہرحال اللہ تمہیں معاف فرمائے گا۔"

حضرت عثمانؓ کی اس نرمی کے باوجود اہل مصر نے چاہا کہ اُسے (عمّار کو) اور اس جیسے دوسرے لوگوں کو قتل کر دیں مگر عبداللہ ابن سعد نے انہیں روکا اور اس کی حفاظت بھی کی اور جب اس نے مدینے کو واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسے سواری اور زادِ راہ بھی مہیا کر دیا۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: "اے ابو یقظان! تم نے ابو لہب کو مورد الزام ٹھہرایا کیونکہ اس نے تمہیں مورد الزام ٹھہرایا مگر کیا تم مجھ سے اس لیے ناراض ہوئے کہ میں نے تمہیں عطیات دیے اور نیکی کے راستے پر لگایا؟ کیا تم مجھ سے اس لیے ناراض ہوئے کہ میں نے تمہارے اور اس کے حقوق دلوائے؟ (تم جانتے ہو کہ) میں نے اپنی ہر چیز اُمّت کے

مستحق لوگوں کے لیے ہبہ کر رکھی ہے۔ جب تک تم نے اپنی حدود سے تجاوز نہیں کیا میں تمہارے قریب تھا لہٰذا اے عمار! اب تم میرے سامنے سے چلے جاؤ کیونکہ میں اصول نہیں چھوڑ سکتا۔" چنانچہ وہ آپ کے پاس سے چلا گیا پھر جب بھی کسی سے اس کا سامنا ہوا یا کسی نے اسے پناہ دی تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نرمی اور آپ کے اخلاق و مروت کا ذکر کر کے اظہار ندامت کرتا رہا مگر پھر بھی لوگ اسے ملامت کرتے رہے، اس سے الگ الگ رہے اور اس کے ساتھ بہ اکراہ پیش آتے رہے۔

عمّار کا اطاعتِ عثمانؓ سے انخلاع

مبشّر بن فضیل اور سہل بن یوسف محمد بن سعد بن ابی وقاص کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر نے کہا: "جب عمّار مصر سے واپس آیا اور میرے والد کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے میرے ذریعہ اسے بلا بھیجا۔ وہ میرے ساتھ جب ان کے سامنے پہنچا تو اس کے پاس چادر نہیں تھی۔ سر پر صرف ایک اونی ٹوپی تھی جس پر عمامہ تھا اور عربی سخت پلٹا ہوا تھا۔ البتہ یمنی فر کا ایک چوغہ پہنے ہوئے تھا۔ وہاں سعید تکیہ سے لگے بیٹھے کچھ پی رہے تھے (عمّار کو دیکھ کر) وہ اپنا ہاتھ پیشانی تک لے گئے، پھر بولے:" اے ابی یقظان! مجھے تمہارے اوپر افسوس ہے۔ تم تو لڑانے کی کوشش کر رہے ہو اور تم نے امیر المومنین کی اطاعت سے انکار کر دیا ہے۔ تم میں کچھ عقل ہے یا نہیں؟" یہ سُن کر اس نے غصے سے اپنا عمامہ (ایک جھٹکے کے ساتھ) سر سے اتارا اور بولا:" جس طرح یہ عمامہ میرے سر سے اترا ہے (بالکل) اسی طرح عثمانؓ کی خلافت بھی گئی سمجھ۔ وہ انہیں چھوڑنی پڑے گی۔" یہ دیکھ کر سعید بولے:" اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون تجھ پر افسوس ہے! تجھ میں نہ پہلا سا وقار ہے نہ سنجیدگی۔ معلوم ہوتا ہے تیری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں گدھے کی طرح تیری عقل ماری گئی ہے۔ اسلام کا قلادہ تیری گردن سے نکل گیا ہے اور اب تو دین کے معاملہ میں ایسا ننگا ہے جیسا اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔" یہ سُن کر عمّار غصے سے کانپ کر بولا:" خدا مجھے سعد کے فتنے سے محفوظ رکھے۔" اس پر موخر الذکر نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:" وہ فتنہ و فساد میں پڑ گئے ہیں اور یقیناً کافروں کا ٹھکانا جہنّم ہے۔" (توبہ: ۴۹) پھر بولے:" اے اللہ! عثمان رضی اللہ عنہ کے عفو و حلم کی بنا پر اپنے نزدیک ان کے درجات میں اضافہ فرما۔" پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولے جب کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو رہی تھی " اے بیٹے! اس فتنے کو کون روکے گا؟ بہر حال تم نے جو کچھ اس کے منہ سے سُنا اسے کسی سے نہ کہنا وہ ہمارے پاس امانت ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ یہ بات پھیلے اور لوگ اسے نگل جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:" جب تک تکبر کی مدہوشی اس پر غالب نہ آئے گی حق عمار کے ساتھ رہے گا۔" اب اس کی اس ذلّت کی وجہ یہ ہے کہ غرور کی مدہوشی اس پر غالب آ گئی ہے۔" اس کے بعد وہ (سعد) اکثر یہ کہا کرتے تھے: " خدا مجھے اس بلا سے بچائے جو عمار پر نازل ہوئی کہ اسلام کی نعمت سے سرفراز ہونے کے باوجود بستی میں کہاں

سے کہاں جا پہنچا۔"

محمد اور طلحہ سے روایت ہے کہ جب ابن عباسؓ حضرت علیؓ کے پاس کوفے سے لوٹے جہاں آپ نے انہیں اس لیے بھیجا تھا کہ اہل بصرہ کو باہمی لڑائی بھڑائی سے باز رکھیں تو آپ نے اپنے فرزند حسنؓ کو بلایا اور انہیں عمار بن یاسر کے ساتھ کر کے فرمایا: "اسے لے جاؤ اور جو کچھ فتنہ و فساد اس نے پھیلایا ہے اس کی اصلاح کراؤ۔ چنانچہ یہ دونوں وہاں سے مسجد میں گئے اور پہلا شخص جو انہیں ملا وہ مسروق بن اجدع تھا۔ وہ ان دونوں کو سلام کر کے عمار بن یاسر سے یوں مخاطب ہوا: "اے ابو یقظان! کیا یہ سچ ہے کہ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا؟" عمار نے جواب دیا: "اگر ہم اس سے پہلو تہی کرتے تو گویا گالی کے مستحق ٹھہرتے اور جو کچھ کیا اسے ہماری بشریت سمجھو۔ یہ سُن کر مسروق بن اجدع بولے ۔ "تم نے اچھا نہیں کیا۔ اب اس کی سزا بھگتو گے۔ کاش تم صبر کر لیتے۔ کیونکہ بھلائی صابرین کے ساتھ ہوتی ہے۔"[1]

حضرت عثمانؓ کا وہ خط جو آپ نے اپنے عمّال کو طلب کرنے کے لیے تحریر کیا

طلحہ، محمد اور عطیہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مختلف شہروں کے عوام کو اپنے ایک مکتوب میں اس طرح مخاطب فرمایا: "بعد حمد و صلوٰۃ۔ آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے کارکردگی کے معاملہ میں ہمیشہ اپنے عمال کی گرفت کی ہے۔ اگر میں نے ملت پر کوئی ذمہ داری عائد کی ہے تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ میں نے (کبھی) اپنے ذاتی اخراجات کا نہ میرے عمال[2] نے کبھی ایسا کیا بجز اس کے کہ میں نے جو عطیات انہیں دیے یا اموال متروکہ پر انہیں تصرف کا حکم دیا وہی ان کے لیے قابل قبول تھا۔ نیز اہل مدینہ پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ان میں سے پہلے آنے والوں نے محصولات کی وصولی میں سختی برتی اور بعد میں آنے والوں نے زد و کوب تک سے احتراز نہیں کیا یہ سب غلط ہے ان سب لوگوں نے اس سلسلے میں میرے اور میرے عمال کے احکام سے سرمو تجاوز نہیں کیا۔ البتہ جن لوگوں نے مستحقین کے لیے صدقات دینے چاہے وہ انہوں نے قبول کر لیے۔ اللہ صدقات دینے والوں کو جزائے خیر دے۔

حضرت عثمانؓ کا یہ مکتوب جب لوگوں کو سنایا گیا تو ان پر گریہ طاری ہو گیا۔ انہوں نے آپ کے حق میں دعا کی: "ملت کا فرض ہے کہ وہ بغیر سمجھے بوجھے کسی کو مورد الزام نہ ٹھہرائے، عوام کو خبر نہیں کہ افواہیں

---

[1] طبع اوّل ص ۲۹۴۴۔

[2] نسخہ مطبوعہ میں 'عمّال' کی جگہ 'عیال' درج ہے (مرتب)

کیا ہوتی ہیں وہ انہیں تسلیم کر لیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے انہیں پھیلانے والوں کے حیلے بہانے کیا ہوتے ہیں۔"

جب حضرت عثمان رضؓ نے عمال کو طلب فرمایا تو جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں عبد اللہ[1] بن عامر اور معاویہ نیز عبد اللہ بن سعد تھے۔ ان کے علاوہ سعید اور عمر بھی مجلس مشاورت میں شرکت کے لیے آئے۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا: "آپ لوگوں کا ان اطلاعات اور شکایات کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ان سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ انہیں ان کے متعلق کوئی علم نہیں ہے، یہ صرف افواہیں ہیں جن کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ اگر فی الواقع ایسا ہوتا تو کیا ہم اپنے طور پر تصدیق کر کے اپنی تشفی کے بعد آپ کو اطلاع نہ دیتے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اب تم بتاؤ کہ اس سلسلے میں تمہارا مشورہ کیا ہے؟" سعید بن عاص بولے: "یہ سب من گھڑت باتیں ہیں جنہیں کچھ نامشخص لوگ مصدقہ اطلاعات بنا کر اپنی مجالس میں حاضرین کو سناتے ہیں۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: "پھر اس کا علاج کیا ہو؟" سعید بن عاص بولے: "آپ ایسے سب لوگوں کو بلا کر قتل کرا دیجیے کیونکہ وہی لوگ اس کے بانی مبانی ہیں۔" عبد اللہ بن سعد نے کہا: "آپ ایسے لوگوں کو طلب کیجیے جن پر آپ نے بارہا احسانات کیے ہیں، وہ آنے سے انکار نہ کر سکیں گے کیونکہ یہی شرط ادب ہے۔" معاویہ بولے: "آپ نے مجھے حاکم بنایا ہے اور جن پر میں حکومت کر رہا ہوں وہ بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔ میں لوگوں کو ان کی صورت دیکھ کر پہچان لیتا ہوں۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مگر آپ کا مشورہ کیا ہے؟" معاویہ بولے: "حسن سلوک" آپ نے کہا: "عمرو تمہارا کیا خیال ہے؟" وہ بولے: "میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب آپ کی نرمی اور حسن سلوک ہی کا نتیجہ ہے۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ لوگوں کے ساتھ انصاف اور سلوک کیا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ اپنے دونوں ساتھیوں یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے طریق کار کے پابند رہنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا یہ طریقہ تھا کہ وہ سختی کے وقت سختی برتتے اور نرمی کے وقت نرمی۔ جو لوگ فساد و شر کا راستہ نہ چھوڑیں ان پر سختی کرنی ہی پڑتی ہے اور جن سے نصائح کے بعد مخالفت کا اندیشہ نہ ہو وہ نرمی کے مستحق ہیں مگر آپ تو سب کے ساتھ نرمی برت رہے ہیں۔"

حاضرین مجلس کی باتیں سن کر حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا: "ہر معاملے میں بات سے بات نکلتی ہے مگر یہ معاملہ ایسا ہے جس میں میری رائے یہ ہے کہ ملت مکر کا شکار ہو گئی ہے۔ چنانچہ اس کو راہِ راست پر لانا مشکل سہی مگر ناممکن نہیں ہے اور وہ طریقہ نرمی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ملت سے جو سلوک بھی کیا جائے اس میں حدود اللہ سے سرمو تجاوز نہ ہونا چاہیے جس میں ہر شخص حسب استطاعت مکلف ہے

---

[1] یہاں قلمی نسخے میں "عبد" کے بعد "اللہ" سہواً درج ہونے سے رہ گیا ہے۔

میں نے کسی کو حد سے زیادہ پابند نہیں کیا اور نہ حد سے زیادہ کسی کی رسی ڈھیلی چھوڑی، ہے بلکہ ہر شخص پر حجت حق کا اتمام کیا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ عوام کی بھلائی اپنے ذاتی مفاد کے مقابلہ میں ہمیشہ میرے پیش نظر رہی ہے۔ میں مرتے مرتے بھی اپنی اس روش سے کنارہ کشی نہیں کر سکتا۔ حقوق اللہ کے بعد عوام کو ان کے حقوق بہر حال برقرار رہیں گے۔"

جب حضرت عثمان رضؓ مدینے کی جانب لوٹے تو جو خاص خاص[1] لوگ آپ کے ساتھ تھے ان میں معاویہ، عبداللہ بن سعد نیز عبداللہ ابن عامر اور سعید بن عاص بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت عثمان رضؓ کی اس مستقل مزاجی پر حادی نے چند رجزیہ اشعار کہے جن میں آپ کی اس صفت کی مدح کے ساتھ اس امر کا اظہار بھی کیا کہ آپ کے بعد حضرت علی خلیفہ ہوں گے اور طلحہؓ و زبیرؓ آپ کی حمایت[2] کریں گے مگر کعب نے جو حضرت عثمان رضؓ کے پیچھے چل رہے تھے کہا کہ آپ کے بعد "صاحب البغلہ" ہیں جس سے معاویہ کی طرف اشارہ تھا۔

عثمان بن قطبہ اسدی نے بنی اسد کے ایک شخص کے حوالے سے روایت کی ہے کہ مذکورہ بالا اجتماع کے بعد حضرت عثمان رضؓ جس مجمعے میں گھر گئے تھے اس سے معاویہ کی امیدِ خلافت آخر تک زائل نہیں ہوئی۔ ایک شاعر نے جب یہ رجزیہ شعر پڑھا کہ "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضؓ خلیفہ ہوں گے اور حضرت زبیر رضؓ اس سے متفق ہیں" تو کعب نے کہا: "تو غلط کہتا ہے، آپ کے بعد "صاحب الشہبا" امیر ہوں گے۔" اس سے بھی اشارہ معاویہ کی طرف تھا۔ جب معاویہ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے کعب سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ کعب بولے "ہاں ہاں، میں یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں اور آپ دیکھیں گے کہ میری یہ بات غلط نہیں ہوگی۔" راوی کہتا ہے کہ یہی بات معاویہ کے دل میں جڑ پکڑ گئی۔

اس مقام سے آگے ابو حارثہ اور ابو عثمان رجاء بن حیوۃ وغیرہ سے جدا ہو گئے۔ ان لوگوں کا بیان ہے کہ جب حضرت عثمان رضؓ مدینے پہنچے تو جتنے عمال آپ کے ہمراہ تھے وہ سب کے سب اپنے اپنے مستقر کو واپس چلے گئے۔ صرف سعید بن عاص رہ گئے۔ جب معاویہ حضرت عثمان رضؓ سے واپسی کے لیے رخصت ہو کر باہر نکلے تو وہ سفری لباس میں تھے، تلوار کمر سے لٹک رہی تھی اور کمان ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے مہاجرین سے جن میں طلحہؓ، زبیرؓ اور حضرت علی رضؓ بھی تھے سلام کے بعد کمان سے ٹیک لگا کر یوں خطاب کیا: "آپ لوگ جانتے ہیں کہ قبل نبوت کسی معاملے میں فرداً کسی فیصلے کے مجاز نہ تھے۔ فیصلہ کی مجاز لوگوں کی اکثریت تھی۔ اس کے بعد جب محمد

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر مخطوطہ میں صرف 'شخص' درج ہے (مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے تو سب نے ان کا اتباع کیا اور اس کی بنا پر معزز ٹھہرے آپ کے بعد جو خلیفہ ہوئے ان کا بھی اتباع کیا گیا لیکن ہر فیصلہ باہمی مشورے سے کیا گیا جس میں فضیلت سابقین اتنقدمین اور لائق اجتہاد اصحاب کو دی گئی۔ پس اگر آپ لوگ بھی اسی طریقے پر کاربند رہے تو آئندہ بھی ایسے ہی لوگوں کو اعزاز حاصل رہے گا اور عوام ان کا اتباع کریں گے لیکن اس طریق کار کو دنیا کی حرص و ہوس میں رد کر کے جبراً حصول اقتدار کی کوشش کی گئی اور قدیم روش میں ردوبدل کیا گیا تو پھر اللہ جسے چاہے گا اسے (اقتدار) بخشے گا کیونکہ اللہ ردوبدل پر قادر ہے اور ہر دنیاوی امر میں اسی کی مشیّت کو دخل ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں تم سب میں عمر رسیدہ ہوں، پس آپ لوگوں کو اپنی صوابدید میں اس امر کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ اسی میں بھلائی پوشیدہ ہے۔" یہ کہہ کر معاویہ ان لوگوں سے رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت علی رضؓ نے کہا: "جہاں تک میں سمجھتا ہوں اسی میں بھلائی ہے۔" یہ سن کر حضرت زبیر رضؓ نے کہا: "بخدا ایسا نہیں ہے۔ اس وقت جو بات ہمارے اور آپ کے دلوں میں ہے وہ کل باقی نہ رہے گی۔"

دوسرے روز جب معاویہ حضرت عثمانؓ سے آخری بار رخصت کے لیے آئے تو کہنے لگے: "امیر المومنین! آپ میرے ہمراہ شام تشریف لے چلیں، وہاں آپ کو ایسے جاں نثار ملیں گے جو اس سے قبل آپ کی نظر سے نہ گزرے ہوں گے اور اس استقامت میں ان کی طرف سے کسی لغزش کا امکان نہیں ہے۔" حضرت عثمان رضؓ نے یہ سن کر فرمایا: "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کسی حالت میں ترک نہیں کر سکتا خواہ اس میں مجھے اپنی گردن ہی کیوں نہ قطع کرانی پڑے۔" اس پر معاویہ نے کہا: "اچھا تو پھر میں آپ کی حفاظت کے لیے وہاں سے ایسے گروہ کو بھیج دیتا ہوں جو میری غیبت میں آپ کی ہر طرح خبر گیری کریں گے اور میری نیابت کا حق بھی انہیں حاصل ہوگا گویا میری جگہ وہی لوگ آپ کی نیابت کریں گے۔" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "جوار رسول میں مجھے ہر قسم کا تحفظ حاصل ہے۔ میں دتا دم آخر، یہاں کے مہاجرین وانصار پر انحصار کرتا رہوں گا۔"

معاویہ نے کہا: "امیر المومنین! بخدا آپ کسی بڑی مصیبت میں گھر جائیں گے یا ہلاک کر دیے جائیں گے۔"

حضرت عثمان رضؓ نے جواب دیا: "اللہ میرا حامی و مددگار ہے۔" یہ سن کر معاویہ آپ سے رخصت ہو گئے۔

اہل امصار کی خواہشات پر مبنی بدی آمیز خطوط

اہل مصر نے اپنی خواہشات کے سلسلے میں اہل کوفہ اہل بصرہ اور ان تمام لوگوں کا اتباع کیا جن کا کہنا تھا کہ امراء کے خلاف اٹھ کھڑے ہو[1] اور جہاں جہاں ممکن ہو شخصی حکومتیں قائم کر لو مگر اہل کوفہ کے علاوہ ان میں

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر مخطوطہ میں 'بثیروا' کی جگہ 'نہزوا' درج ہے (مرتب)

سے دوسرے لوگ (کافی عرصہ تک) اس پر قائم نہ رہ سکے - اہل کوفہ میں جس شخص کا زیادہ تر اثر و نفوذ تھا وہ یزید بن قیس الارحبی تھا - چنانچہ ایک روز اس کے ساتھی اس کے پاس جمع ہوئے ان میں قعقاع بن عمرو بھی تھا - قعقاع نے یزید بن قیس سے کہا: "اس معاملے میں جو آپ کا فیصلہ ہو گا اس پر میں اور میرے سارے ساتھی عمل کریں گے"۔ یزید کے ساتھیوں نے بھی اس کی حمایت کا وعدہ کیا اور قعقاع نے یہ بھی کہا کہ سعید کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا جائے کیونکہ خواص کو عوام کے فیصلوں کا پابند ہونا چاہیے -" اس نے مزید کہا کہ یہی بات امیر المومنین پر بھی عائد ہوتی ہے - آپ نے سعید بن عاص کو عامل کوفہ مقرر کیا اگرچہ عوام نے اسے رد کر دیا تھا - اس وقت تو لوگ کچھ نہ کہہ سکے مگر اب ایسا نہیں ہونا چاہیے - اس اجتماع کے بعد یہ لوگ ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس بھی گئے مگر جب امراء مدینے سے اپنے اپنے مستقر کو لوٹے تو (کچھ دن تک) بدی کا یہ پودا پھل پھول نہ سکا یعنی مختلف شہروں سے خروج ممکن نہ ہو سکا - اس کے بعد اہل امصار نے باہمی خط و کتابت کے ذریعہ یہ طے کیا کہ مدینے چل کر دیکھا جائے کہ وہاں کیا بنتا ہے اور صورت حال کیا ہوتی ہے - یہ بھی تاکید کی گئی کہ مدینے پہنچ کر یہ ظاہر کیا جائے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سوا کچھ نہیں چاہتے - نیز عثمانؓ سے پوچھا جائے کہ آیا انہیں عوام کی خواہشات کی اطلاع ہو گئی اور انہوں نے اس کی تحقیقات کے سلسلے میں کیا اقدام کیا ہے؟[1] چنانچہ اس فیصلے کے بعد یہ لوگ مدینے پہنچے حضرت عثمانؓ نے ان کے پاس دو آدمی بھیجے جن میں سے ایک مخزومی اور دوسرا زہری تھا - آپ نے ان سے فرمایا: "جا کر دیکھو کہ یہ لوگ کس ارادے سے یہاں آئے ہیں، پھر مجھے آکر اطلاع دو -" یہ دونوں آدمی ان اصحاب میں سے تھے جنہیں حضرت عثمانؓ نے آداب و اخلاق کی تعلیم دی تھی - چنانچہ انہوں نے اظہار حق میں کسی قسم کی بے اعتدالی کو دخل نہیں دیا یعنی نہایت نرمی سے گفتگو کی - جب انہیں ان نوواردوں کی دلی خواہشات اور مقاصد کا علم ہوا تو انہوں نے ان سے دریافت کیا: "اس معاملے میں تمہارے ساتھ اہل مدینہ میں سے کون کون شریک ہیں؟" انہوں نے جواب دیا: "صرف تین آدمی -" جب ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہتے ہیں تو وہ بولے کہ ہم پہلے امیر المومنین کو لوگوں کی خواہشات سے آگاہ کریں گے پھر —— واپس جا کر لوگوں کو اس بات کی تلقین کریں گے کہ وہ اپنے عزائم پر مستقل مزاجی سے جمے رہیں - پھر ہم حجاج کی طرح اپنے اپنے شہروں سے چل کر مدینے آئیں گے اور عثمان رضی اللہ عنہ کا گھیراؤ کریں گے اور اگر ضرورت ہوئی تو ان کو قتل تک کرنے سے گریز نہ کریں گے -

جب یہ دونوں آدمی مذکورہ بالا گفتگو کی خبر لے کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہنس کر

---

[1] مطبوعہ نسخے میں 'تحقق علیہ الامر' کی جگہ صرف 'تحقق علیہ' تحریر ہے (مرتب)

فرمایا کہ اللہ ان لوگوں کو نیکی دے مگر فتنہ و فساد کی توفیق نہ دے۔" آپ نے مزید فرمایا: "مگر اس عمار کو کیا ہوا کہ ابن ابی لہب کی طرح مجھے مورد الزام ٹھہراتا ہے، پھر یہ محمد بن ابوبکر کن حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں؟ اور یہ ابن سارہ جو فساد سے دامن بچائے ہوئے بھی اس میں ملوث ہیں، آخر ایسا کیوں ہے؟"

مذکورہ بالا گفتگو کے بعد آپ نے مصریوں اور کوفیوں کو طلب فرمایا۔ جمعہ کی اذان کے بعد منبر کے قریب آپ کے آس پاس یہی لوگ بیٹھ گئے۔ جب صحابۂ رسولؐ مسجد میں داخل ہوئے تو وہ ان لوگوں کے گرد گھیرا ڈال کر بیٹھے۔

حضرت عثمان رضؓ نے منبر پر متمکن ہونے اور حمد و ثنا کے بعد حاضرین کو ان ہنگامی حالات کی اطلاع دی۔ حاضرین میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور اُن نو واردین مدینہ کو قتل کر دینے کی تجویز پیش کی، دیگر اہل مدینہ نے بھی اس تجویز کی تائید کی اور دلیل کے طور پر یہ حدیث نبوی پیش کی: "جو شخص اپنے یا کسی دوسرے شخص کے ذاتی مفاد کے لیے لوگوں کے سامنے امامت (نیابت رسولؐ) کا دعوے کرے اس پر خدا کی لعنت، اسے (فوراً) قتل کر دیا جائے۔"

اس کے بعد حضرت عمرؓ کا یہ قول پیش کیا گیا: "کسی کی امارت تم پر جائز نہیں سوائے اس شخص کے جسے تم نے بالاتفاق امیر کی حیثیت سے قبول کر لیا ہو۔"

حضرت عثمان عؓ نے فرمایا: "بہر حال ہم انہیں معاف کرتے ہیں اور ان کے جائز مطالبات کے حصول کے سلسلے میں ان کی کوششوں میں معاونت کا وعدہ کرتے ہیں۔"

ان لوگوں میں سے کچھ نے مذہبی مسائل کی آڑ لے کر کہا کہ آپ نے دوران حج قصر کی جگہ پوری نماز پڑھی۔ آپ نے اس کا یہ جواب دے کر (وہاں قریب میرے اہل و عیال مقیم جن کے پاس میرا مستقل قیام تھا) معترضین کو خاموش کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ آپ نے ہمارا حصّہ بھی لے لیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ بخدا میں نے اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں لیا جو میرے پاس پہلے ہی سے موجود تھا۔ البتہ اہل مدینہ کا واجبی حق انہیں ضرور دلایا ہے۔ اس کے سوا میرے (میرے عمال میں سے) کسی کو ایک حبہ[1] بھی زائد نہیں لینے دیا۔ البتہ اہل مدینہ کے لیے جو صدقات تم بخوشی بھیجتے ہو ان میں چاہو تو اپنی مرضی سے کمی کر سکتے ہو۔ رہا میرے پاس مال و دولت کا سوال تو تمہیں معلوم ہے کہ (قبل اسلام) مجھ سے زیادہ مال و دولت، بھیڑ بکریوں کے گلّے اور اونٹ سارے عرب میں کسی کے پاس نہیں تھے اور اب میرے پاس دو اونٹوں کے سوا کچھ نہیں جن کا مصرف ادائیگی حج بیت اللہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جواب پر وہ لوگ "اللھم نعم، اللھم نعم" یعنی آپ درست فرماتے ہیں کہتے رہے

---

[1] یہاں مطبوعہ نسخے میں 'دھم' کی جگہ 'درھم' درج ہے (مرتب)

پھر انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے قرآن پاک کے مختلف نسخوں کو منسوخ کر کے اپنا جمع کرایا ہوا صرف ایک نسخہ رہنے دیا۔ اس کا جواب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ دیا کہ قرآن ذاتِ واحد کی طرف سے نازل ہوا تو اس کا نسخہ بھی واحد کیوں نہ ہو؟ ۔ اس پر انہوں نے آپ کی صداقت کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد وہ بولے کہ آپ نے کچھ مخصوص لوگوں کو ناجائز رعایت دی ہے۔ مثال کے طور پر انہوں نے حکم کا حوالہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ حکم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے شہر بدر کر کے طائف بھیج دیا تھا مگر پھر واپسی کی اجازت دے دی تھی۔ آپ نے پوچھا کیا یہ غلط ہے؟ انہوں نے اس کی صداقت کا بھی اقرار کیا۔ پھر انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے آزاد کردہ غلاموں سے کام لینے کی اجازت دی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بات ان سے پوچھو جنہوں نے کام لیا یا ان سے جنہوں نے اپنی مرضی سے کام کیا، میں اس کا مرتکب اگر ہوا بھی تو بس اسی حد تک اور وہ بھی بہت پہلے کی بات ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ سے (ان کی آزادی کے بعد) کام نہیں لیا؟ انہوں نے اس کا جواب بھی اثبات میں دیا۔ آپ نے فرمایا: "تم لوگوں کو ان افعال کا ذمہ دار ٹھہراتے ہو جو ان سے صادر نہیں ہوئے۔" پھر آپ نے فرمایا: "تم ابی سرح کی مثال دے سکتے ہو مگر میں نے صرف ان کا حق دیا۔ جو خمس انہیں دیا گیا جس کی مالیت ایک لاکھ درہم ہوتی ہے وہ بھی ان کا حق تھا۔ کیا ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) نے بھی ایسا نہیں کیا تھا؟ اس کے علاوہ جو لوگوں کو دیا گیا اور دوسرے لوگوں نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا تو وہ بھی ان سے واپس لے لیا گیا حالانکہ وہ ان کا جائز حق تھا۔ کہو کیا ایسا نہیں ہوا؟ اس کا جواب بھی انہوں نے اثبات میں دیا۔ آپ نے فرمایا: "میں اپنے اہلِ[1] بیت سے محبت کرتا ہوں اور انہیں عطیات بھی دیتا ہوں جنہیں آپ ان کا حق کہہ سکتے ہیں یا میری بخشش مگر میں انہیں ادائیگی حقوق کا ذمہ دار بھی ٹھہراتا ہوں حالانکہ میں انہیں جو کچھ دیتا ہوں وہ اپنے مال میں سے دیتا ہوں بیت المال سے نہ خود کچھ لیتا ہوں نہ لوگوں کو (بغیر حق کے) کچھ دیتا ہوں۔ اگر میں نے سب سے زیادہ عطیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانے میں دیے تو اس میں عامۃ المسلمین کی فلاح و بہبود میرے پیشِ نظر تھی اور اے اہلِ مصر! میں نے تم سے خمس کے علاوہ کیا لیا؟ بتاؤ میرے سوا اہلِ مصر کو اتنے انعام و اکرام کس نے دیے۔ میں بیت المال کا ایک پیسہ نہ اپنے اوپر صرف کرتا ہوں نہ کسی کو کرنے دیتا ہوں۔ میں اگر کھاتا ہوں تو صرف اپنا مال کھاتا ہوں۔"

وہ بولے: "آپ نے کچھ زمینیں مفتوحہ ممالک میں صرف فاتحین کو دیں حالانکہ ان پر جملہ مہاجرین و انصار کا حق تھا۔" آپ نے فرمایا: "جو فاتحین اپنی مفتوحہ اراضیات میں مقیم ہو گئے وہ انہیں دے دی گئیں کہ یہ ان کا حق

---

[1] 'اہل' کا لفظ مطبوعہ نسخے میں اضافہ ہے (طبع اوّل ص ۲۹۵۳) مرتّب۔

تھا مگر جو لوگ اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ آئے وہ اپنا حق لے آئے۔ بس اس میں کیا کر سکتا تھا کیونکہ یہ ان کا نصیب تھا۔ کہو میرے ہاتھ میں کیا تھا یا میرے ہاتھ کیا آیا؟"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا مال اور اپنی زمینیں بنی اُمیہ میں تقسیم کی تھیں جن میں آپ کی اولاد کا بھی حصّہ تھا آپ نے اس کا آغاز حکم سے کیا تھا۔ آپ نے انہیں دس لاکھ درہم دیے تھے جو تقسیم ہو کر حکم کے حصے میں ایک لاکھ رہ گئے تھے۔ ان میں بنی عثمان، بنی عاص، بنی عیص اور بنی حرب کا بھی حصہ لگا تھا۔

اس طوائف الملوکی[1] کے جواب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فرض تھا؟ کیا وہ مسلمانوں کو قتل کر دیتے یا بنی عثمان کو چھوڑ دیتے؟ وہ لوگ جب مکّہ سے اپنے اپنے شہروں کو واپس جانے لگے تو حجاج کے ساتھ واپس گئے۔ ان کے کھانے پینے کا انتظام اس طرح کیا گیا جیسا حجاج کے لیے کیا جاتا تھا۔ انہیں ایک تحریر بھی دی گئی کہ انہیں شوّال کے مہینے میں مدینے آنے کی دعوت دی جائے گی۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینے کو واپس ہوئے تو آپ سے لوگوں نے سوالات کیے آپ نے انہیں جمع کر کے جو کچھ ان سے کہا تھا وہی دہرا دیا۔ پھر فرمایا: "تم دیکھ لو میری سواری کے لیے میرے پاس بس یہ دو اونٹ ہیں۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ اگر تم چاہو تو اہل مدینہ کے صدقات میں کمی کر سکتے ہو۔ اب تم ہزاروں لوگوں کو کھانے پینے کے لیے جو مل جائے اسی پر اکتفا اور خدا کا شکر ادا کرو۔"

وہ چند آخری خطوط جو حضرت عثمان نے اہل امصار کو لکھے

ابی حارثہ، ابی عثمان اور محمد و طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جن کے ہاتھوں آپ کو تکالیف پہنچ رہی تھیں اور آپ نے جن کی زیادتیوں پر آج تک صبر سے کام لیا درج ذیل آخری خطوط تحریر فرمائے:

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

(عبداللہ عثمان امیر المومنین کی جانب سے)[2]

مسلمانوں اور مومنوں کی طرف، سلام علیکم، امابعد، میں تمہیں اللہ کے نام کے ساتھ مخاطب کر رہا ہوں جس نے تمہیں انعام دیا اور اسلام کا سبق پڑھایا، گمراہی سے بچنے کی ہدایت کی اور کفر سے نجات دی، تمہیں

---

[1] مطبوعہ نسخے (طبع اول ص ۲۱۵۱) "الطراء" کی جگہ "الطواف" تحریر ہے (مرتب)

[2] قوسین کی عبارت اصل متن میں نہیں ہے، مطبوعہ نسخے سے اضافہ کیا گیا (مرتب)

روشنیاں دکھائیں، دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کی، تمہارے رزق میں کشادگی عطا فرمائی اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اگر تم خدا کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ہرگز شمار نہیں کر سکتے۔ انسان بہت ہی غیر منصف اور ناشکر گزار ہے" (۱۴ : ۳۴) اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے: "اے ایمان والو! خدا سے ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے اور (یہ دیکھو) کہ تم نہ مرو مگر مسلمان ہوتے ہوئے اور اللہ کی رسی کو (سب مل کر) مضبوط پکڑے رہو الخ" (۳ : ۱۰۲ - ۱۰۵) اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے: "اے ایمان والو! اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور اس میثاق کو جس کا اللہ نے تمہیں پابند بنایا جب تم نے کہا کہ تم نے سنا اور اطاعت کی (خلوص کے ساتھ) (۵ : ۷) اور اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے: "اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی بدقماش آدمی کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لو، کہیں ایسا نہ ہو کر تم لاعلمی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو الخ (۴۹ : ۶ - ۸)، اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: "وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد اور اپنی قسموں کو معمولی قیمت پر بیچ دیتے ہیں۔" اس آیت کو آخر تک پڑھو جس میں خدا نے فرمایا کہ "ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے" (۳ : ۷۷)، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "سنو (اللہ کا کلام) اور اس کی اطاعت کرو اور اس کی راہ میں خرچ کرو، اس میں تمہاری ہی بھلائی ہے (جو اپنے نفس کے لالچ سے محفوظ رہے وہی کامیاب ہیں۔" (۶۴ : ۱۶) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جب تم نے اللہ سے (کوئی) عہد کیا تو اسے پورا کرو۔" (۱۶ : ۹۱) (اور اللہ نے یہ بھی فرمایا) اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا مگر اس نے (تم سے ہر ایک کو) جو کچھ دیا ہے اس میں تمہیں آزما سکتا ہے" (۵ : ۵۱)، (اور اللہ نے یہ بھی فرمایا) اور تم اپنی قسموں اور فریب کے ذرائع کو آپس میں استعمال نہ کرو" (۱۶ : ۹۴)، اور یہ بھی فرمایا: اور میری آیات قلیل کو کم قیمت پر مت بیچو" (۵ : ۴۴)، اور یہ بھی فرمایا: "اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور (ان کی اطاعت

کرو) جو تم میں سے حکم دینے والے ہوں" (۴: ۵۹) اور یہ بھی فرمایا: "اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیے ہیں انہیں زمین پر اپنا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے خلیفہ بنا چکا ہے" (۲۴: ۵۵) اور یہ بھی فرمایا ہے: "(اے رسولؐ) جس نے تیرے ہاتھ پر بیعت کی ہے گویا اس نے خدا کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ جو لوگ اس عہد سے پھریں گے وہ اپنا ہی نقصان کریں گے اور جو اس عہد کو پورا کریں گے جو انہوں نے اللہ سے کیا ہے تو اللہ انہیں اس کا اجر عظیم دے گا" (۴۸: ۱۰)

(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اما بعد۔ خداوند تعالیٰ عزوجل تمہارے (غور سے) سماعت و اطاعت کو پسند کرتا ہے اور معصیت، جدائی اور اختلاف کو ناپسند اور تم لوگوں سے قبل جو لوگ تھے انہیں اس سلسلے میں (اللہ) آگاہ کر چکا ہے اور پیش کش بھی کر چکا ہے تاکہ اس پر تمہاری کوئی حجت باقی نہ رہ جائے اگر تم معصیت کا ارتکاب کرو، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول کرو اور اس کے عذاب سے ڈرو۔ تم کسی ایسی امت کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو (باہمی) اختلاف کا شکار ہوئی ہو اور (پھر بھی) ہلاکت سے بچی رہی ہو یا ان میں کوئی ایسا امام نہ تھا جو انہیں باہم مجتمع رکھتا، خدا نہ کرے کہ تم ایسے ہو کہ مل کر نماز نہ پڑھ سکو اور تم پر دشمن مسلّط ہو جائے اور تم میں سے بعض کے لیے کچھ چیزیں حلال اور وہی چیزیں بعض کے لیے حرام کر دے، کاش تم دین میں تفرقہ اندازی اور گروہ بندی سے بچے رہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے: "یقیناً جن لوگوں نے دین میں تفرقہ اندازی کی اور گروہوں میں بٹ گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، ان کا معاملہ خدا کے ہاتھ ہے اور وہی انہیں بتائے گا کہ انہوں نے کیا کیا" (۶: ۱۵۹) میں نے تمہیں وہی وصیت و نصیحت کی ہے جو اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور تمہیں اس کے عذاب سے ڈرایا ہے، یقیناً قرآن نازل ہوا،

اس کا اعتبار کیا گیا اور اس پر آخر تک اعتبار کیا جائے گا۔ کیا تم شعیب علیہ السلام کو نہیں دیکھتے جنہوں نے (قرآن کے الفاظ ہیں) اپنی قوم سے یوں خطاب فرمایا "اے میری قوم والو! تم میری مخالفت میں ایسے گناہ کے مرتکب نہ ہو جس سے تم پر وہی عذاب نازل ہو جو نوحؑ کی قوم اور ہودؑ کی قوم اور صالحؑ کی قوم پر نازل ہوا تھا اور لوطؑ کی قوم کا تو تم سے کچھ (زیادہ) فصل نہیں ہے اپنے رب سے معافی مانگو اور اسی کی طرف رخ کرو، یقیناً میرا رب بڑا رحم کرنے والا اور محبت کرنے والا مہربان ہے" (۱۱: ۸۹ - ۹۰)

(۳) یہ تیسرا خط آخری خط ہے جو حضرت عثمانؓ نے عوام کو لکھا آپ نے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

یہ یقیناً وہی اقوام ہیں جن کے متعلق اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ وہ یہ ظاہر کرتی ہیں جیسے (فی الحقیقت) وہ کتاب اللہ اور حق کی طرف دعوت دے رہی ہیں اور دنیا اور اس کے جھگڑوں سے انہیں کوئی غرض و مطلب نہیں ہے مگر جب ان کے سامنے حق پیش کیا جاتا ہے[1] تو وہ بھی اسی تفریق میں مبتلا ہو جاتی ہیں جس میں عام لوگ ہوتے ہیں اور جب ان کے حصول حق کے مطالبات تسلیم کر کے انہیں ان کے حقوق دیے جاتے ہیں تو وہ ان میں بھی تنازعہ پیدا کر دیتی ہیں انہیں ترک حق سے رغبت ہے وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مطالبات بغیر حق جبراً منوالیں۔ میں نے ایسے لوگوں میں عمر گزاری ہے۔ انہیں ان کی موہوم اُمید ورثہ میں ملی ہیں اور وہ قضا و قدر کے فیصلوں میں بھی عجلت کے طالب ہوتے ہیں۔ میں نے مہاجرین و انصار کو مجتمع کیا اور ان کے لیے جو کچھ کیا اور جن راہوں کی نشاندہی کی اس سے وہ خوب واقف ہیں۔ وہ کون تھا جس نے یہ کہا کہ جو شخص اپنے ذاتی مفاد یا کسی دوسرے فردِ واحد کے ذاتی مفاد کے لیے کوئی دعوے کرتا ہو واجب القتل ہے؟ وہ کون تھا جس نے ان کے عذر معذرت کو قبول کیا اور ان کے قابل قبول جائز مطالبات کی شہادت دی اور انہیں تسلیم کیا۔

---

[1] اصل متن میں یہی ہے مگر مطبوعہ نسخے (طبع اوّل ۳۰۴۲) میں 'عَرَضَ' کی جگہ 'عَرَضُو' درج ہے (مرتب)

مگر ان کی طرف ایسے لوگوں نے رجوع کیا جن کا امتیاز صرف یہ تھا کہ انہیں اظہار حق کی استطاعت نہ تھی حتیٰ کہ شوال کا دوسرا عشرہ آپہنچا اور یہ لوگ حجاج کی طرح وارد ہوئے اور مدینے کے قریب ٹھہر گئے۔"

حضرت عثمانؓ کا محاصرہ

محمد و طلحہ اور ابی عثمان و ابی حارثہ کہتے ہیں: "ماہ شوال ۳۵ھ میں اہل مصر یہ چار گروہ بنا کر نکلے، ان چاروں گروہوں پر چار سردار تھے، المقلل کا بیان ہے کہ ان کی مجموعی تعداد چھ سو تھی مگر المکثر ان کی تعداد ایک ہزار بتاتے ہیں، ان گروہوں کے سردار عبدالرحمٰن بن عدیس البلوی، کنانہ بن بشر اللیثی، سودان بن حمران السکونی اور قتیرہ بن فلان السکونی تھے اور ان سرداروں کا امیر اعلیٰ الغافقی بن حرب العکیؒ تھا۔ ان سرداروں اور ان کے امیر اعلیٰ نے لوگوں کو یہ نہیں بتایا کہ وہ لڑائی کے ارادے سے نکلے ہیں بلکہ وہ اپنے مستقر سے حُجاج کی طرح نکلے، ان کے ساتھ ابن سودا (عبداللہ بن سبا)[1] بھی تھا۔

اہل کوفہ چار گروہ بنا کر نکلے، ان پر سردار زید بن صوحان العبدی، الاشتر نخعی، زیاد بن النضر[2] الحارثی اور بنی عامر بن صعصعہ کا ایک شخص عبداللہ بن الاصم تھا اور ان کا امیر الامرا عمرو بن الاصم تھا۔ ان کی مجموعی تعداد بھی اہل مصر کے برابر تھی۔

اسی طرح اہل بصرہ بھی چار گروہوں میں نکلے۔ ان کے سردار حکیم بن جبلہ العبدی، ذریح بن عباد العبدی، بشر بن شُریح بن الحطم بن ضُبیعہ القیسی اور ابن مُحرّش بن عبد عمرو الحنفی تھے۔ ان کا امیر الامرا حرقوص بن زُہیر السعدی تھا۔ ان کی مجموعی تعداد بھی اہل مصر جتنی تھی۔ ان کے علاوہ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو راستے میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔

اہل مصر حضرت علیؓ کی طرف مائل تھے، اہل بصرہ طلحہ کی طرف اور اہل کوفہ زبیرؓ کی طرف۔ یہ لوگ بغاوت میں تو متفق تھے مگر مقاصد میں مختلف الخیال تھے تاہم کامیابی و فتح مندی میں کسی کو شک نہ تھا اور یہ کہ آخر تک ان کے عزائم ناقابل شکست رہیں گے۔ جب یہ سب کے سب مدینے سے تین (فرسخ)[3] رہ گئے تو انہوں نے وہیں قیام کیا۔ اس کے بعد یہ سب لوگ آپس میں مل جُل گئے، اہل کوفہ کے کچھ لوگ اعوص میں جا ٹھہرے، اہل مصر کے کچھ لوگ آگے بڑھے اور عام لوگوں کو ذی المروہ میں چھوڑ دیا۔ اہل مصر اور اہل بصرہ میں علی الترتیب زیاد بن النضر اور عبداللہ بن الاصم بھی تھے ان دونوں نے کہا: نہ جلدی کرو نہ کسی کو جلدی کرنے کی اجازت دو۔ اگر اہل مدینہ کو ہمارے ارادوں کی خبر نہ ہوئی

---

[1] اضافہ از مترجم ۱۲۔

[2] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اصل متن میں "النضر" کی جگہ "النصر" تحریر ہے (مرتب) ۱۲۔

[3] اضافہ از مترجم ۱۲۔

تو وہ یقیناً ہماری مدد کریں گے لیکن اگر انہیں یہ اطلاع مل گئی کہ ہم لڑائی کے ارادے سے نکلے ہیں تو وہ ہمارے عزائم کو باطل ٹھہرائیں گے۔ بہر حال مخالفت اور مزاحمت کی صورت میں ہمیں ان پر بے خبری میں جا پڑنا چاہیے۔ چنانچہ یہ صلاح کرکے دونوں آگے بڑھے۔ انہیں اہل مدینہ میں سب سے پہلے ملنے والوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات طلحہ رضؓ، حضرت علی رضؓ اور زبیر رضؓ تھے۔ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ مدینے کیوں آئے ہیں تو وہ بولے کہ ہم حج کے لیے مکہ جا رہے ہیں، یہاں ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے عمال کے متعلق کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور اس کے سوا ہمارا کچھ مقصد نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اور لوگوں کو بھی مدینے میں داخلہ کی اجازت دی جائے ان لوگوں نے اثبات و نفی میں جواب دیا اور کہا کہ کوئی ایسی ویسی بات نہ ہو مگر انہوں نے یقین دلایا اور اپنے لوگوں میں واپس چلے گئے۔

اہل مصر جمع ہوئے پھر ان میں سے کچھ لوگ حضرت علی رضؓ کے پاس پہنچے، اہل بصرہ کے کچھ لوگ حضرت طلحہ رضؓ کے پاس اور اہل کوفہ کے کچھ لوگ حضرت زبیر رضؓ کے پاس پہنچے اور انہوں نے ان تینوں حضرات کو الگ الگ۔ اپنی اطاعت کا یقین دلایا اور کہا کہ اگر وہ ان سے بیعت لے لیں اور ان کی مقصد برآری میں ان کی امداد کا وعدہ کریں تو وہ حضرت عثمان کو معزول کرکے انہیں مسندِ خلافت پر متمکن کرنے کی کوشش کریں گے۔ جب مصری حضرت علی رضؓ کے پاس گئے اس وقت آپ کے جسم پر ہلکا لباس تھا جس میں قمیص بھی نہ تھی مگر کمر میں یمنی ٹپکا تھا جس میں تلوار لٹک رہی تھی، آپ احجار الزیت کے قریب عسکر میں تھے، آپ نے حضرت حسن رضؓ کو حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں بھیج دیا اور ان لوگوں کے مقصد کی بھی اطلاع دے دی وہ لوگ آپ سے کہنے لگے کہ آپ ہماری طرف سے خلافت قبول کر لیجیے مگر آپ نے انہیں جھڑک دیا اور فرمایا: صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ آپ کی زبان مبارک پر ذی مروہ، ذی خشب اور اعوص کے عساکر کے لیے ملعون کا لفظ آیا تھا۔ خدا تمہیں صبح دیکھنا نصیب نہ کرے تاہم جو کچھ کہنا ہے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جا کر کہو۔

حضرت طلحہ رضؓ حضرت علی رضؓ سے کچھ دور ان کے عقب میں تھے۔ جب بصرے کے لوگ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کو حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ بصرے والوں نے آپ کو خلافت کی پیش کش کی آپ نے بھی انہیں جھڑک کر وہی جواب دیا جو حضرت علی رضؓ نے مصریوں کو دیا تھا۔ جب اہل کوفہ حضرت زبیر رضؓ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے بھی اپنے بیٹے عبداللہ کو حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں اطلاع دے کر بھیج دیا۔ اہل کوفہ نے آپ کو سلام کیا اور خلافت کی پیش کش کی تو آپ نے بھی ان سے ڈانٹ ڈپٹ کر وہی کہا جو آپ سے پہلے حضرت علی رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ اہل مصر سے اور اہل بصرہ سے کہہ چکے تھے فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت علی رضؓ نے، جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی تھی تو حضرت علی رضؓ نے 'صحابہ یا صالحون' کے الفاظ استعمال کیے تھے، حضرت طلحہ رضؓ نے 'مومنون' کہا تھا اور حضرت زبیر رضؓ نے 'مسلمون' کہا۔

ان تینوں حضرات سے ملنے اور اپنے مقاصد میں ناکامی اور مایوسی کے بعد ان لوگوں نے ایسا ظاہر کیا جیسے وہ واپس جا رہے ہوں مگر واپسی کے راستہ پر تین منزل تک جانے کے بعد سب کے سب لوٹ آئے۔ اہل مدینہ نے صبح اُٹھ کر ان کی تکبیروں کی آوازیں سُنیں تو اُن کے عساکر میں پہنچے اور انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ اس کے علاوہ حضرت عثمان رضؓ کے مکان کے ہر طرف لوگ پھیل گئے[1] تاکہ ان پر حملہ نہ ہو سکے۔ جو لوگ حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کو بالکل مطمئن اور پر سکون پایا۔ حضرت علی رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ نے ان کے عساکر میں جا کر ان کی واپسی کا سبب پوچھا تو وہ بولے کہ اپنے ساتھیوں کی امداد کے لیے آئے ہیں اور ایک معینہ مدت تک وہاں ٹھہریں گے۔

حضرت علی رضؓ نے ان سے پوچھا[2]: "اے اہل بصرہ! اور اہل کوفہ! تم یہ بتاؤ کہ تمہیں اہل مصر کی بابت کس طرح اطلاع ہوئی کہ تم سب مل کر ہماری طرف آئے، مدینے میں بخدا کبھی ایسا نہیں ہوا۔" وہ بولے: "آپ ہی لوگوں نے اسے اپنی مرضی سے ایسا بنا دیا ہے۔ ہم اس شخص (عثمان رضی اللہ عنہ) کو نہیں چاہتے، ہم انہیں معزول کر کے رہیں گے وہ ابھی تک لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور آپ لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت علی رضؓ نے انہیں پتھر سے زیادہ سخت پایا اور واپس چلے آئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے گروہ در گروہ جمع ہو کر لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا ہونے اور باہم گفتگو کرنے سے روک دیا۔

اس کے بعد بھی حضرت عثمان رضؓ نے اہل امصار کو استمداد کے بطور لکھا:

"امابعد، اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا، آپ نے ہمیں خدا کا پیغام پہنچایا اور تشریف لے گئے، آپ نے اپنی پیروی ہمارے سپرد کی اور اپنے بعد خدا کی کتاب بھی چھوڑ گئے، جس میں حلال و حرام کے علاوہ ان امور کا بیان بھی ہے جو امور قضا و قدر کہلاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو لوگوں کو سب سے زیادہ عزیز تھے انہیں خلیفہ منتخب کیا گیا، پھر حضرت عمر رضؓ کو ان کے بعد مجلسِ شوریٰ میں مجھے بلایا گیا میں اس سے لاعلم تھا کہ خلیفہ اب کسے منتخب کیا جائے گا نہ میں نے اپنی

---

[1] مطبوعہ نسخے (طبع اوّل ۱۹۵۸ء) سے اضافہ (مرتّب)

[2] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر قلمی نسخے کے متن میں لفظ 'ابرم' کی جگہ صرف 'برم' تحریر ہے (مرتّب)
نسخے میں یہی ہے مگر قلمی متن کے اس صفحے پر 'بلغ' کی جگہ 'بلیغ' تحریر ہے (مرتّب)

طرفداری کے لیے کسی کو آمادہ کیا نہ کسی سے مدد چاہی مگر جب کثرت رائے سے خلافت کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی جس کی مجھے خواہش نہ تھی، تو میں نے احکام الٰہی کے علاوہ اپنے پیشروؤں کی اقتدا کی کوشش کی، اپنے ذاتی احکام کا کسی کو مکلّف نہیں بنایا۔ اب تمہیں بتاؤ کہ بات یہاں تک کس طرح پہنچی کہ میرے اور میرے اہل خانہ کے ساتھ فساد و شر کی باتیں ہونے لگیں۔ بتاؤ کہ اس کینہ پروری ریشہ دوانی اور ان کے ناواجب[1] مطالبات و خواہشات نے کیوں سر ابھارا ہے؟ کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم سے بجز احکام قرآنی کی اتباع کے اور کچھ صدور میں آیا ہے؟ اب یہ کسی حق کے بغیر وہ مطالبات کر رہے ہیں جس کے لیے کوئی دلیل، حجت اور عذر نہیں ہے، ہم پر وہ الزامات عائد کر رہے ہیں جو صرف ان کی ذاتی خواہشات کے خلاف ہیں۔ اور اب اس جسارت کی حد تک آگئے ہیں کہ ہم پر جوار رسولؐ، حرم رسولؐ اور ارض ہجرت میں ہمارے خلاف چڑھ دوڑے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ اہل مدینہ وہ لوگ ہیں جو ایام احزاب میں احزاب کی طرح تھے یا ہمارے شانہ بشانہ غزوۂ احد میں لڑ رہے تھے اور اب بر حق مویدین کی طرح ہماری تائید کر رہے ہیں۔"

جب حضرت عثمان رضؓ کا یہ خط اہل امصار کو ملا تو وہ صعبہ اور ذلول کی طرف نکلے۔ معاویہ نے حبیب بن مسلمہ الفہری کو لشکر میں بھیجا، قعقاع بن عمرو کوفے سے نکلے اور وہ لوگ جو اہل مدینہ سے تھے مگر اب مدت سے کوفہ میں مقیم تھے مثلاً عقبہ بن عمرو، عبداللہ بن ابی اوفی[2] اور حنظلہ بن ربیع تمیمی نیز ان جیسے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کے علاوہ کچھ تابعین اصحاب بھی جو کوفہ میں گوشہ گیری کی زندگی بسر کر رہے تھے مثلاً عبداللہ بن مسروق بن اجدع، اسود بن یزید شریح بن حارث اور عبداللہ بن عکیم اور ان جیسے دوسرے سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے، تمام شہر میں چکر لگانے لگے اور بزرگوں کی مجالس کا طواف کرتے ہوئے اعلان کرنے لگے: "لوگو! بات چیت کا موقع آج ہے کل نہیں دیکھو! اچھائی کا دن آج ہے کل برائی کا دن ہوگا، آج قتال جائز ہے کل حرام ہوگا، اپنے خلیفہ کی طرف چلو اور عصمت امر الٰہی کی حفاظت کرو۔"

---

[1] مطبوعہ نسخے میں "احترام" کی جگہ 'اجرام' درج ہے (مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر قلمی متن میں 'اوفی' کی جگہ 'افی' درج ہے (مرتب)

بصرے میں عمران بن حصین، انس بن مالک، ہشام بن مالک اور ان جیسے دوسرے جو سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں تھے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تابعین میں کعب بن سور، ہرم بن حیان العبدی اور ان دونوں جیسے دوسرے سے ایسے ہی اعلانات کرنے لگے۔

شام میں عبادہ بن صامت، ابو درداء، ابو امامہ اور ان جیسے دوسرے جو سب صحابہ رسولؐ تھے تیار ہو کر (یہی کہنے لگے)[1] یہاں تابعین میں شریک بن حباسہ النمیری، ابو مسلم الخولانی، عبد الرحمٰن بن غنم اور ان جیسے دوسرے مدینے کی طرف چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔

مصر میں خارجہ بن زید اور انہیں جیسے دوسرے مدینہ کے لیے چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ بہت سے گوشہ نشین بھی تھے جنہوں نے ان لوگوں کی تیاریوں کی شہادت تھی تو دوسرے بہت سے اپنے اپنے مقامات سے ان شہروں کے روانہ ہو کر ان کے ساتھ مل گئے۔

جب یہ لوگ مصریوں کے پڑاؤ سے گزر کر مسجد نبوی کے قریب پہنچے تو حضرت عثمانؓ اپنے مکان سے باہر تشریف لائے اور ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ مقتدیوں میں باغی بھی شریک تھے۔ اس کے بعد آپ نے منبر پر تشریف لے جا کر ان لوگوں سے یوں خطاب فرمایا: "اے جنگجو لوگو! اللہ اللہ اللہ! اللہ کی قسم، اہل مدینہ جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر تمہارے لیے لفظ ملعون آیا تھا۔ میں خطاؤں کو نیکیوں کے ذریعہ مٹانے والا ہوں۔ لہٰذا میں برائی کو بھلائی کے سوا کسی دوسری چیز سے نہ مٹاؤں گا۔ یہ سن کر محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا حدیث کی گواہی دی مگر حکیم بن جبلہ نے انہیں پکڑ کر بٹھا دیا۔ اس کے بعد زید بن ثابت نے کھڑے ہو کر محمد بن مسلمہ کی تائید کی تو محمد بن ابی قتیرہ نے آخری صف سے ان کی پشت پر آ کر انہیں بٹھا دیا اور بولا: "ارے چھوڑو ساری قوم اپنے مطالبے میں متفق ہے۔" یہ سن کر لوگوں نے باغیوں کو گھیر لیا اور انہیں مسجد سے نکال دیا۔ اس کے بعد اہل مدینہ نے عثمانؓ کے گرد حفاظتی گھیرا ڈال لیا۔ آپ منبر سے نیم بے ہوشی کی حالت میں اترے تو لوگ آپ کو اٹھا کر آپ کے مکان میں لے گئے۔

اہل مصر کو اہل مدینہ میں سے سوائے محمد بن ابوبکر، محمد بن حذیفہ اور عمار بن یاسر کے سوا کسی نے کھانا نہیں کھلایا قریب تھا اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ باغیوں سے لڑ پڑیں جن میں سعد بن مالک، ابو ہریرہؓ، زید بن ثابت اور حسن بن علیؓ پیش پیش تھے مگر حضرت عثمانؓ نے انہیں (سختی سے) روک کر اپنے گھر جانے کے لیے کہا تو وہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ آئے اور حضرت عثمانؓ کے مکان میں تشریف لے گئے، پھر یکے بعد دیگرے طلحہ اور

---

[1] مطبوعہ نسخے سے اضافہ (مرتب)

زبیر (رضی اللہ عنہما) بھی آئے اور حضرت عثمانؓ کے مکان میں داخل ہوئے۔ ان سب حضرات نے انفرادی و اجتماعی طور پر آپ کو اپنی امداد کا یقین دلایا اور پھر اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ[1] علی، طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو تسلی دی اور شہر کے حالات سے آگاہ کیا۔ اس وقت آپ کے پاس بنی اُمیہ کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ بولے: "اے علی! تم نے ہمیں ہلاکت میں ڈال دیا ہے، یہ سب کیا دھرا تمہارا ہے"۔ یہ سُن کر حضرت علیؓ غضب ناک ہو گئے۔ پھر وہ اور ان کے ساتھ طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہما) بھی اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے آئے۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے تین روز تک مسجد میں نماز ادا کی مگر پھر انہیں نماز سے روک دیا گیا اور باغیوں کو ان کے سردار الغافقی نے نماز پڑھائی۔ پھر اہل مدینہ کو جب حضرت عثمانؓ کے مکان کے ارد گرد رہنے سے روکا گیا (اور وہ مختلف الخیال ہو گئے)[2] تو اپنے اپنے گھروں میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ چالیس روز تک جاری رہا۔ جن لوگوں نے اعتراض کیا انہیں قتل کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ باغیوں نے حضرت عثمانؓ کا پانی بھی بند کر دیا۔

حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ اور باغیوں کے درمیان پڑ کر باغیوں کو سخت و سست کہا اور انہیں لوٹ جانے کی ترغیب دی مگر انہوں نے آپ کی بات نہیں مانی۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ آپ نے استقلال کے ساتھ جو روش اختیار کی ہیں اس سے اتفاق کرتا ہوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مروان کی بات سنی مگر میری بات نہیں سُنی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو بیت المال کا مختار کل بنا دیا اور آپ نے اسے کھول کر جو کچھ تھا لوگوں (اہل مدینہ اور صالحین)[3] میں تقسیم کر دیا، لوگ طلحہؓ کے پاس آیا کرتے تھے، اس روز سب اُٹھ کر چل دیے اور صرف ایک شخص رہ گیا تو آپ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یا امیر المومنین! میں ایک بات کا ارادہ کر رہا تھا مگر لوگ میرے اور میرے ارادے کے درمیان حائل ہو گئے۔" آپ نے فرمایا: "اے طلحہ! معلوم ہوتا ہے کہ تم تائب ہو کر نہیں بلکہ مغلوب ہو کر آئے ہو (حالانکہ)، اے طلحہ! تمہارے لیے اللہ کی ذات کافی ہے۔"

محمد بن سعد نے اپنی کتاب "طبقات" میں روایت کی ہے[4] کہ جب اہل مصر مدینے کی طرف آئے تو وہ حضرت عثمانؓ

---

[1] ابن اثیر، ۲ : ۶۲ (حوالہ از مرتب)

[2] اضافہ از ابن اثیر (مرتب)

[3] اضافہ از مترجم ۱۲۔ [4] طبقات ۳ / ۱ : ۴۴ (حوالہ از مرتب)

کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے محمد بن مسلمہ کو بلا کر کہا کہ انہیں واپس بھیجنے کی کوشش کرو اور میری طرف سے اجازت بھی دو، نیز یہ بھی کہو کہ میں نے ان کے وہ مطالبات منظور کر لیے ہیں جن کا مجھے اختیار ہے، دوسرے مطالبات جو متنازعہ فیہ ہیں ان پر غور کیا جائے گا۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ سوار ہو کر ان لوگوں کے پاس پہنچے۔ جابر کی روایت ہے کہ آپ نے محمد بن مسلمہ کے ہمراہ پچاس سوار اور بھیجے تھے جن میں (جابر) بھی شامل تھا۔ ان لوگوں کے چار سردار تھے جن کے نام یہ ہیں: عبدالرحمٰن بن عُدَیس البلوی، سودان بن حمران المرادی، ابن النباع[1]، عمرو بن حمق الخزاعی۔ محمد بن مسلمہ ان سرداروں کے پاس پہنچے اور ان سے کہا:

"امیر المومنین! یہ بات کہتے ہیں" پھر انہیں حضرت عثمانؓ نے جو کچھ فرمایا تھا تفصیل سے سنایا۔ ابھی محمد بن مسلمہ گھوڑے سے اترے بھی نہ تھے کہ ان لوگوں نے واپسی کی تیاری کی اور چل بھی پڑے مگر وہ ابھی راستے ہی میں تھے کہ انہیں ایک اونٹ نظر آیا۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا، اس پر صدقہ کا مال لدا ہوا تھا، پھر انہیں نزدیک ہی حضرت عثمان کا غلام بھی مل گیا۔ انہوں نے اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس سے ایک خط برآمد ہوا جو عبداللہ بن سعد کو لکھا گیا تھا۔ اس میں حضرت عثمانؓ کی جانب سے تحریر تھا کہ میں فلاں فلاں کے ساتھ ایسا ایسا کرنے والا ہوں جو لوگ میری فرماں برداری کریں گے ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے گا۔

اس خط کو پڑھ کر وہ لوگ پھر مدینے کی سمت لوٹے اور پھر آکر ذی خشب میں مقیم ہو گئے اور اس کے بعد آگے بڑھ کر حضرت عثمان رضؓ کے مکان کا دوبارہ محاصرہ کر لیا۔

اس کے بعد جابر کہتے ہیں: "مجھ سے عبداللہ بن حارث بن فضل نے اپنے باپ اور سفیان بن ابی العوجار کے حوالے سے بیان کیا، آخر الذکر نے کہا: "حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ نہ یہ خط میرا ہے نہ میں نے ایسا کوئی خط کسی قاصد کو دیا ہے بلکہ یہ کسی اور ہی کی حرکت ہے۔" ایک دوسری روایت یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ نے یہ کہا کہ حضرت عثمان رضؓ نے سچ کہا تھا کیونکہ اس سازش کا مرتکب مروان تھا۔

ابی اسحٰق سے بحوالہ عمرو بن الاصم مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ ان لوگوں کے عساکر سے پیغام لے کر ذی خشب مدینے کو لوٹے ان میں میں بھی شامل تھا۔ ان لوگوں کا پیغام یہ تھا: مدینے میں اصحاب رسول سے ہمارا اسلام کہو اور ان کی رائے معلوم کرو۔"

عمرو بن عاصم کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا مگر ہم جس کے پاس گئے اس نے یہی کہا کہ اوروں سے ان کی رائے معلوم کیجیے۔ سب سے آخر میں جس شخص کو ہم نے ان لوگوں کا سلام و پیام پہنچایا وہ حضرت علی رضؓ تھے۔ آپ نے

---

[1] طبقات میں 'البباع' تحریر ہے (مرتب)

فرمایا: "آج (ہم میں سے) حکم دینے والا کوئی نہیں ہے (یہاں ہر لمحے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے لہٰذا) بہتر یہی ہے کہ ہر شخص اپنے گھر میں رہے۔"

سیف بن عمر تمیمی نے ابی عمرو سے اور انہوں نے حسنؓ سے روایت کی ہے۔ ابی عمرو کہتے ہیں کہ میں نے حسنؓ سے دریافت کیا کہ آیا ان کا خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ پھر ہوگا۔ انہوں نے کہا ہاں مگر میری جگہ مسجد ہے، اگر فتنہ و فساد زیادہ ہوا اور مجھے بولنا پڑا[1] تو دیکھا جائے گا۔"

ابی عمرو کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ لوگ (ذی خُشب سے) پھر مدینے میں آگئے اور مسجد اور اس کے گرد و پیش پھیل گئے۔ اہل مدینہ ان کے پاس گئے، ان سے کہا کہ انہوں نے یہ کیا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ پھر انہوں نے انہیں سمجھایا مگر وہ ان پر بھی ٹوٹ پڑے اور حضرت عثمانؓ کے مکان کا دروازہ توڑنے لگے[2]۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمانؓ مکان سے باہر تشریف لائے۔ لوگوں نے سمجھا کہ جو آگ بھڑکنے لگی تھی اب بُجھ گئی ہے۔ حضرت عثمانؓ مسجد میں تشریف لے گئے اور پھر منبر پہ رونق افروز ہوئے۔ آپ ابھی حمد و ثنا ختم نہ کر پائے تھے کہ ایک شخص آگے بڑھ کر کچھ کہنے لگا مگر اسے ایک شخص نے (پکڑ کر) بٹھا دیا۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا تو اسے بھی کسی نے بٹھا دیا۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں کو نصیحت کی مگر آپ کو (ضعف کے باعث) دورہ پڑ گیا اور لوگ آپ کو اٹھا کر آپ کے مکان میں لے گئے۔ یوں ہی آپ نے کسی نہ کسی طرح بیس روز تک مسجد میں نماز ادا کی جس کے بعد باغیوں نے آپ کو مسجد میں نماز کی ادائیگی سے روک دیا۔

محمد و طلحہ اور ابی حارثہ سے مروی ہے کہ ان لوگوں کے مدینے میں داخلے کے بعد حضرت عثمانؓ نے ایک مہینے تک مسجد میں نماز ادا کی، اس کے بعد آپ کو مسجد میں نماز ادا کرنے سے روک دیا گیا اور ان کے امیر الغافقی نے نماز پڑھائی مقتدیوں میں صرف مصر، کوفہ اور بصرے کے لوگ تھے۔ ان کے اس عمل پر اہل مدینہ میں اختلاف رائے پیدا ہوا۔ لہٰذا سب نے اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ الا ماشاء اللہ جو لوگ باہر نکلے وہ تلوار سے مسلح تھے جس کے ذریعہ انہوں نے اہل مدینہ کو مداخلت سے باز رکھا۔

آگے چل کر راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ چالیس روز تک جاری رہا اور اسی دوران آپ کو قتل کر دیا گیا اور جس شخص نے روکنے کی کوشش کی اسے قتل کر دیا گیا مگر اس سے قبل تیس دن تک وہ لوگ اہل مدینہ سے تعارض نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی باتوں کو برداشت کرتے رہے۔

---

[1] نسخہ مطبوعہ ۱: ۲۹۶۲ (حوالہ از مرتّب)

[2] نسخہ مطبوعہ میں 'حوّل' (ہلانے لگے) درج ہے (حوالہ از مرتّب)

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جب یہ دیکھا کہ وہ لوگ ان کی کوئی بات مانتے ہی نہیں ہیں تو وہ اہل کوفہ کے پاس سے واپس لوٹ آئے۔ پھر عثمان رضؓ نے ایک خط کے ذریعہ امراء کو یوں مخاطب کیا: "امر حق پورا ہو چکا ہے۔ ان لوگوں نے اسلام سے روگردانی کی ہے اور مبادیات اسلام تک کو ترک کر دیا ہے اگر بر زندہ رہے تو دیکھیں گے کہ انہوں نے کیا کیا تھا۔ ہم نے (جہاں تک ہو سکا) قوم کے سامنے بار عذر و معذرت اور دلائل پیش کیے ہیں تاکہ ہماری طرف سے اتمام حجت ہو جائے۔ وہ مدینے میں گروہ در گروہ خون خرابہ کرتے پھر رہے ہیں، ہمیں نماز سے روک دیا ہے اور ہمارے اور مسجد کے درمیان حائل ہو گئے ہیں۔ اکثر بات بات پر جھگڑتے ہیں، ان کے نزدیک اہل امصار ہی قابل عزت ہیں، جب انہیں گفتگو کے لیے کوئی دلیل نہیں ملتی تو قتل و غارت پر اتر آتے ہیں۔ حالانکہ حرب و ضرب اور ایک درہم بھی لینا صرف حق کے لیے ضروری ہے۔ وہ ہماری معزولی سے کم کسی بات پر رضامند نہیں ہیں، ان کی یہ باتیں ایسی ہیں جنھیں سن کر شیطان بھی فریاد کرنے لگے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں خلیفہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پس سوچ کر ایسا قدم اٹھاؤ جس سے یہ فتنہ دب جائے۔ اگر آج ہی ایسا نہ کیا گیا تو پھر اس کا مداوا ناممکن ہو گا۔"

جب یہ خط امیر معاویہ کو ملا تو آپ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر کہا: "اللہ تعالیٰ حق کی اعانت کرتا ہے۔ جو حق کے ساتھ ہوتا ہے اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے، جاؤ خلیفہ رسول کے پاس جاؤ، ان کی عزت کرو، اللہ تمہاری عزت اور مدد کرے گا۔ ان کی توہین نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ کسی غیر کو تم پر مسلط کر دے گا اور تم سے بری الذمہ ہو جائے گا۔"

اہل امصار میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جب انہوں نے یہ حالات دیکھے تو فوراً اپنے اپنے شہروں کو واپس گئے۔ ان میں سے عمرو بن العاص فلسطین گئے، حنظلہ الکاتب کوفے گئے۔ ابو امامہ شام اور سمرہ بن جندب بصرے گئے۔

بصرے میں ابن عامر نے لوگوں سے کہا: "اپنے خلیفہ کی مدد کرو، ان سے فتنے کو دور کرو۔ ان کے اوپر خدا اور مسلمانوں کے دشمن چڑھ دوڑے ہیں، بخدا اگر تم اس فتنے کے ادراک سے قاصر رہے تو گنہ گار ہو گے اور اگر آپ کے پاس پہنچنے میں سبقت کی[1] تو اللہ سے، اس کا اجر پاؤ گے۔" ابو موسیٰ رضؓ نے کہا: اللہ نے تم پر دین کی مدد فرض کی ہے۔ دین کا شیرازہ خلیفہ کی ذات ہے۔ سمجھ لو کہ خلیفہ کی تذلیل نہ ہونے پائے۔" چنانچہ لوگ اپنے اپنے شہروں سے[2] نکلے اور فوراً مدینے کی جانب روانہ ہو گئے۔ یہ خبر مدینے میں ان لوگوں کو بھی جا پہنچی تو وہ شیطان کے فریب میں آکر اور دیدہ دلیر ہو گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضؓ پر سختیوں کا دائرہ اور تنگ کر دیا اور جو لوگ معترض ہوئے ان پر پہلے

---

[1] قلمی نسخے میں "الیہ" کی جگہ "بہ" درج ہے (مرتب)

[2] پہلی عبارت سے ربط کے لیے اضافہ کیا گیا (مرتب)

سے زیادہ سختی شروع کردی۔

حضرت عثمان رضؓ نے اپنے مکان کا دروازہ کھولا۔ اس کی آواز سن کر ابوہریرہؓ آگے بڑھے۔ حضرت عثمان رضؓ کو انہوں نے یہ فرماتے ہوئے سنا: "بہتر ہے کہ تم جلال وقتال سے باز رہو۔" زید بن ثابتؓ نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "اے گروہ انصار! تم نے دوبار اللہ (دین) کی مدد کی ہے۔ یہی بات سعد بن مالک نے سنی اور اپنی کمان اور تلوار لے کر آگے بڑھے مگر آپ نے آگے آکر فرمایا: "اگر تم لوگ اطاعت اور حق کا مطلب سمجھتے ہو تو اپنی اپنی تلواریں میان میں ڈال لو اور چلے جاؤ۔ جدال وقتال میں ہرگز ملوّث نہ ہو۔"

کثیر بن صلت عدید بنی امیہ میں پہنچے، پھر حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ لوگوں کے سامنے جائیے، وہ آپ کو دیکھیں گے تو انکسار کا اظہار کریں گے۔" آپ نے فرمایا: "اے کثیر! میں نے کل رات دیکھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں وہاں ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) بھی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "یقیناً تم نے صبر کیا ہے مگر مسلمان اسے (صبر کو) سمجھے نہیں، وہ تمہیں قتل کر دیں گے، لہٰذا لوٹ جاؤ تم ہمارے پاس آکر فلاں فلاں دن روزہ افطار کرو گے۔" اس کے بعد آپ نے فرمایا: "پس اے کثیر! سورج غروب نہ ہوگا اور آج کا دن وہی دن ہے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے (سمجھ لو) میں اہل آخرت سے ہوں۔"

ایک روایت میں ہے کہ کثیر بن صلت آپ (حضرت عثمان رضؓ) کے پاس آئے اور عرض کیا: "آپ موت کے منہ میں بیٹھے ہیں۔ لوگوں کے سامنے تشریف لے جائیے۔ وہ آپ کو دیکھیں گے تو (شرمندہ ہو کر) لوٹ جائیں گے۔" یہ سن کر آپ نے تبسّم فرمایا اور بولے: "اے کثیر! میں نے (کل شب خواب میں) دیکھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں وہاں ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) بھی ہیں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ (اے عثمان رضؓ) لوٹ جاؤ تم کل میرے ساتھ روزہ افطار کرو گے۔" یہ کہہ کر حضرت عثمان رضؓ بولے: "آج سورج غروب نہ ہوگا۔ جس 'کل' کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے وہ آج ہی کا دن ہے، یاد رکھو! میں اہل آخرت سے ہوں۔"

اسی طرح سعد اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہتھیار سجائے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر آپ نے ان سے بھی وہی کہا جو کثیر بن صلت سے کہہ چکے تھے۔

عثمان رضؓ کا لوگوں کو قتال سے باز رہنے کا حکم

کہا جاتا ہے کہ جب ابوہریرہؓ، زید بن ثابتؓ اور سعد بن مالک رضؓ ہتھیار سجا کر حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ محصور تھے تو آپ نے ان سے فرمایا: "آپ لوگ چلے جائیں کیونکہ آپ لوگ حق اور اطاعت کی سوجھ بوجھ رکھنے والے ہیں۔ اپنی اپنی تلواروں کو میان میں ڈال لیجیے اور جدال وقتال سے باز رہیے۔"

محمد و طلحہ اور ابی حارثہ و ابی عثمان رضؓ کہتے ہیں کہ جب کچھ لوگ حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں ہتھیار سجا کر حاضر ہوئے اور (باغیوں سے لڑائی کے بارے میں) آپ کی رائے معلوم کی، اور عرض کیا آیا آپ ہمیں باغیوں سے جم کر لڑنے کی اجازت دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا: "پھر کل کیا ہوگا؟ دیکھتے ہو آج کیا ہو رہا ہے؟ جس چیز کی وضاحت تمہیں کل کرنا پڑے گی اسے آج پوشیدہ رکھنے سے کیا حاصل؟ میری آج اور کل دونوں پر نظر ہے، للذا مجھے تنہا چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔"

آپ نے جبر کے مقابلہ میں استقلال کا ایسا اظہار کیا کہ کہیں دیکھنے سننے میں نہیں آیا۔ آپ نے ایسی چیز کو پسند فرمایا جس کا جواب آپ چاہتے تو دے سکتے تھے مگر آپ نے جبر پر صبر کو ترجیح دی۔ آپ کو جو طاقت و اعانت حاصل تھی اس کے صرف پر بھی آپ کو قدرت تھی مگر آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔ آپ کے پاس سب سے آخر میں آنے والے عبد اللہ بن سلام تھے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: "اے ابن سلام! تم شر اور اس کے جواب میں استقلال کے بارے میں کیا کہتے ہو؟" وہ بولے: "امیر المومنین! آپ کے صبر کی مدت بہت قلیل ہے، ہمیں کتاب اللہ کے ذریعہ سے معلوم ہے کہ کل قیامت میں آپ آج کے قاتل اور آمر دونوں کے امیر ہوں گے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ سب سے آخر میں جب عبد اللہ بن سلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا: "اے عبد اللہ! تم جدال و قتال اور اس سے باز رہنے کے متعلق کیا کہتے ہو؟" انہوں نے جواب دیا: "جدال و قتال سے ہاتھ اٹھانا حجت حق کے لیے بہتر ہے۔ ہم کتاب اللہ کے ذریعہ سے جانتے ہیں کہ کل قیامت میں آپ (آج کے) قاتل و آمر دونوں کے امیر ہوں گے۔"

محمد و طلحہ اور ابی حارثہ و ابی عثمان رضؓ سے روایت ہے کہ جب ان لوگوں (باغیوں) نے دیکھا کہ اہل مدینہ حضرت عثمان رضؓ کی حمایت میں ثابت قدم ہیں تو انہوں نے ایک اور جال پھیلایا۔ چونکہ انہیں علی رضؓ، طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) کی طرف سے مزاحمت کا اندیشہ تھا اس لیے انہوں نے ان تینوں کو مزاحمت سے روکنے کے لیے علی الترتیب، خالد بن ملجم، ابن سوداء، اور قتیرہ کو مقرر کر دیا، اسی طرح جن اہل مدینہ سے انہیں مزاحمت کا خوف تھا ان پر دوسرے آدمی مقرر کر دیے گئے اور انہیں حکم دے دیا کہ اگر یہ لوگ مزاحمت کے لیے کوئی قدم اٹھائیں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔

لوگ حضرت عمر رضؓ کی بصیرت کا بھی آپس میں ذکر کرتے تھے کہ انہوں نے اقوام عرب کو کس طرح اتحاد و اتفاق کی لڑی میں پرو رکھا تھا، اس وقت کس کی مجال تھی کہ اس قسم کے باغیانہ خیالات کا اظہار بھی کر سکتے اور یہ کہ علما بھی عوام کی سیاسی بصیرت میں اضافہ کا باعث تھے۔

جب مذکورہ تینوں حضرات کی حضرت عثمان رضؓ کے پاس آمد و رفت ممکن نہ رہی تو انہوں نے یکے بعد دیگرے اپنے اپنے بیٹوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ آپ کے پاس سب سے پہلے حضرت علی رضؓ کے بیٹے حسن رضؓ کسی نہ کسی طرح پہنچے اور

ان کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے ہم لوگوں کو جو حکم دیا ہے کیا وہ درست ہے؟ تو آپ نے فرمایا "اے میرے بھائی کے بیٹے! تم نے میرا جو حکم سُنا وہ درست ہے۔ میں نے جو کچھ اپنے لیے پسند کیا وہی تمہارے لیے بھی پسند کیا ہے۔ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

"اے رسول! صبر کیجیے، آپ کا صبر اللہ کے لیے ہے، جو لوگ آپ کے ساتھ مکر کریں اس سے پریشانی اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔" (۱۶: ۱۲۷)

پھر فرمایا: "مجھے تمہاری صداقت و اعانت کا یقین ہے مگر میں نے دوسرے لوگوں کو بھی مزاحمت سے روک دیا ہے۔"

اس کے بعد نعمان بن بشیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی کہا جو جناب حسنؓ نے کہا تھا۔ آپ نے انہیں بھی وہی جواب دیا جو جناب حسنؓ کو دے چکے تھے۔ پھر جب عبداللہ بن زبیرؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں بھی وہی جواب دیا۔ اس کے بعد جب محمد بن طلحہؓ حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں بھی وہی جواب دیا اور جب ابوالہیثم بن تیہان حاضر ہوئے اور آپ سے دریافت کیا کہ اے امیر المومنین! اس محاصرے کی حالت میں آپ کا کیا حال ہے تو آپ نے فرمایا کہ بہت اچھا ہے۔ جب ابوالہیثم نے کہا آپ مجھے اپنے ماں باپ سے بڑھ کر ہیں، آپ اس دنائت اور جبر و ظلم کے سامنے ہرگز سر خم نہ کیجیے اور ایوانِ الٰہی یعنی قصرِ خلافت کو منہدم ہونے سے بچائیے تو آپ نے مثالاً یہ شعر پڑھا ؎

"زندگی کی تکالیف موت تک ہیں پھر کوئی تکلیف نہیں جو چیز
ختم ہو جائے اس کا کیا فکر، جو زائل نہ ہو اس کو سوچو"

چونکہ آپ جانتے تھے کہ اب آپ لوگوں کو کچھ اور تو دے نہیں سکتے لہٰذا اسی طرح ان کا دل خوش کر دیتے تھے۔

ابوالقاسم التنوی نافع کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نافع سے ساحل پر ملا اور پوچھا کہ حضرت عثمانؓ کے بارے میں کچھ بتاؤ تو وہ بولے کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے سُنا ہے کہ عثمانؓ نے انہیں بلایا تھا مگر جب وہ آپ کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ آپ اہل مدینہ کو جدال و قتال سے روک رہے ہیں جب کہ باغیوں کا کہنا ہے کہ یا تو آپ خلافت سے معزولی پر آمادہ ہو جائیں ورنہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے دریافت کیا کہ ان باغیوں کو آپ پر یا آپ کی خلافت پر کیا اعتراض ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ساری بات ان حالات میں میرے استقلال کی ہے، میں ان کے ساتھ زور و ظلم بھی مناسب نہیں سمجھتا نہ اُن کے اعتراضات و مطالبات پر گفتگو سے مجھے احتراز ہے مگر یہ تو میری معزولی یا قتل پر اڑے ہوئے ہیں حالانکہ میں چاہتا ہوں کہ میں حق پر ہوں۔ اس کے بعد عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ ان کی قوت برداشت، ثابت قدمی اور باغیوں کی حرکات سے اغماض اظہارِ دین کی خاطر

ہے۔ پھر باقی کیا رہ جائے گا۔ اگر انہوں نے معزولی پر آمادگی کا اظہار کیا تو وہ بھی حق کے خلاف ہو گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ آپ کو قتل کر دیں گے۔ پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ آیا ان باغیوں کو ایک دن کے لیے بھی آپ کی زندگی یا موت پر تقدیم و تاخیر کی قدرت حاصل ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں" پھر میں نے پوچھا کہ آیا وہ آپ کو جنت یا نارِ جہنم کا مستحق قرار دینے پر قدرت رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ہرگز نہیں" پھر میں نے عرض کیا کہ اگر میں یا میرے ساتھ کوئی دوسرا اس میں شریک ہو تو آپ جو انصاف کا تقاضا ہو وہی کیجیے بلکہ جو لوگ کھلی آنکھوں یہ سب دیکھ رہے ہیں یا عموماً غیر جانب داری کا ثبوت دے رہے ہیں ان کے ساتھ بھی آپ انصاف کے مطابق سلوک کیجیے اگرچہ میں بھی جانتا ہوں کہ صبر میں خیر پوشیدہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہیں مگر دین کی بھلائی کے لیے عمل اپنے ضمیر کے مشورے پر کر رہے ہیں اور ہر معاملے میں اللہ پر نظر رکھتے ہیں۔

مذکورہ بالا بیان کے بعد عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا: "واقعی حضرت عثمانؓ اللہ پر نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے بہت بڑی قربانی دی مگر مسلمانوں کا خون نہیں بہنے دیا۔"

اہل مصر کے پیچھے نماز

مُبشّر بن فضیل سالم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سالم سے دریافت کیا کہ اہلِ مصر کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق ان کا کیا خیال ہے تو وہ بولے کہ اسے سب ناپسند کرتے تھے مگر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرتے تھے کیونکہ انہیں اپنی جان کا خوف تھا، کچھ لوگ دوسروں کا عمل دیکھ کر اس میں شریک ہو گئے۔ اگر نہ بھی پڑھتے تو کیا کرتے کیونکہ اس میں بھی ضیاعِ دین اور گناہ کا اندیشہ تھا۔

سہل بن یوسف اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب سے حضرت عثمانؓ کو مسجد میں نماز کے لیے تشریف[1] لانے سے روکا گیا لوگ مصریوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے کراہیت کرتے تھے مگر خود حضرت عثمانؓ نے ارشاد فرمایا کہ اگر نماز کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کر لو کیونکہ ہماری اطاعت میں ثابت قدمی دکھا کر مسجد میں ترکِ نماز پر عمل کیا تو پھر سزا کے مستوجب ہو گے یا گزشتہ عمل پر توبہ کرنی پڑے گی۔

یاسین معاذ الزیّات زہری، حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف اور عبد اللہ بن عدی بن خیار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ موخر الذکر نے کہا کہ جب حضرت عثمانؓ اپنے مکان میں محصور تھے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت کنانہ بن بشر ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ (حضرت عثمانؓ) سے دریافت کیا کہ ایسی نماز کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے جب کہ آپ مسلمانوں کے امیر ہیں تو آپ نے فرمایا: "نماز بہترین عمل ہے۔ اگر یہ بہترین عمل دوسروں سے وقوع پذیر ہو تو اس (احسن عمل[2]) میں تم بھی شریک ہو جاؤ، اگر اس کے کسی پہلو میں دوسروں کا عمل بُرا بھی ہو تو تم

سابقہ عبارت سے ربط کے لیے اضافہ (مرتب)

صرف حسن عمل کی بنا پر اس خامی کے باوجود بھلائی میں شامل رہو۔

حضرت عثمان رضؓ کے اسی قول کی وجہ سے باغیوں اور غلبہ کرنے والوں کے پیچھے ادائیگی نماز کے جواز کی صورت نکلتی ہے۔

بدر بن عثمانؓ اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ نے مسجد میں نماز با جماعت سے قبل آخری خطبہ دیا تو اس میں فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا عطا فرمائی ہے اسی دنیا میں رہ کر اور بھلائی کے کام کر کے ثواب آخرت حاصل کرو کیونکہ جیتے جی ترک دنیا لا حاصل ہے۔ ویسے دنیا فانی ہے اور آخرت ہی وہ چیز ہے جو باقی رہنے والی ہے۔ چنانچہ فانی چیز کو باقی رہنے والی چیز پر ترجیح نہ دو۔ دنیا کا رشتہ منقطع ہونے والا ہے، لوٹنا اللہ کی طرف ہے، اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ اس کا خوف برائیوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ اور اس کی قربت کا وسیلہ ہے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جماعت کے ساتھ منسلک رہو، منتشر ہو کر الگ الگ نہ ہو جاؤ۔" آخر میں آپ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی: "اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اسی نے تمہارے دلوں میں باہمی محبت پیدا کی، اللہ کی اسی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے (۳ : ۱۰۳)

باب ششم

حضرت عثمانؓ کی باغیوں سے اپنی معزولی کے متعلق گفتگو

محمد و طلحہ اور ابی حارثہ و ابی عثمان[1] سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان رضؓ نے لوگوں (اہل مدینہ) سے مشورہ کیا اور انہوں نے آپ کو صبر کرنے اور باغیوں کو خلافت سے دست برداری کے سلسلے میں صاف جواب دینے کی رائے دی تو آپ نے فرمایا کہ آپ لوگ جائیں، اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر رحم فرمائے، تم لوگ اپنے اپنے گھروں میں رہو، اگر یہ لوگ تمہیں جمع کرنے کی کوشش کریں پھر بھی مجھ سے دُور رہنا۔ اس کے بعد آپ نے علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا کہ اب جب میں آپ لوگوں کو بلاؤں تو آنا۔ پھر آپ نے ان ہر سہ حضرات کو اور ان کے ساتھ کچھ دوسرے اہل مدینہ کو جن میں محارب الطاری[2] اور سالم المقیم بھی تھے جو آپ کے حامی تھے طلب کرکے بیٹھنے کے لیے کہا۔ جب وہ بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: میں تم لوگوں کے لیے اللہ سے دعا کر رہا ہوں کہ میرے بعد تمہیں کوئی خلیفہ ملے تو وہ تمہارے حق میں اچھا ہو۔ البتہ آج کے بعد تم میں سے کوئی بھی میرے پاس نہ آنا تاکہ میرے متعلق خدا کا جو حکم ہو پورا ہو جائے۔ تاہم دروازے کے قریب رہنا اور دینی مسائل ہوں یا دنیوی ان لوگوں کی کوئی بات قبول نہ کرنا۔ یہ کہہ کر آپ نے ان کو واپسی کا حکم دیا اور خدا کی قسم بھی دی۔ چنانچہ وہ لوگ (مجبوراً) رخصت ہوئے مگر حسن (ابن علی رضؓ)، محمد (بن طلحہ رضؓ) اور عبداللہ (بن زبیر رضؓ) دروازے ہی پر اپنے والدوں کے حکم سے جمے رہے۔ لوگ ان بینوں کے پاس آتے جاتے رہے مگر حضرت عثمان رضؓ دروازہ بند کرکے گھر میں مقید ہو گئے۔

ابن سعد نے طبقات میں اپنی اسناد کے ساتھ ابن عمر رضؓ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضؓ نے ان سے

---

[1] نسخہ مطبوعہ، ۱: ۳۰۰۸ (حوالہ از مرتّب)

[2] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر قلمی نسخے میں محارب اور الطاری کے درمیان 'اور' کا اضافہ ہے (مرتّب)

کہا کہ جب حضرت عثمان رضؓ اپنے مکان میں محصور تھے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان سے دریافت کیا کہ آیا مغیرہ بن اخنس نے آپ کو جو مشورہ دیا وہ انہیں معلوم ہے ابن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے پوچھا: "مغیرہ نے آپ کو کیا مشورہ دیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں خلافت سے دستبردار ہو جاؤں تو یہ مجھے چھوڑ دیں گے ورنہ قتل کر دیں گے۔ عبداللہ بن عمر رضؓ نے آپ سے پوچھا: "اگر آپ خلافت سے ان لوگوں کے مجبور کرنے سے دستبردار بھی ہو گئے تو کیا آپ کو ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے؟" آپ نے جواب دیا: "نہیں" عبداللہ بن عمر رضؓ نے اس کے بعد پوچھا کیا جنت دوزخ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے؟" آپ نے فرمایا: "نہیں" اس پر عبداللہ بن عمر رضؓ بولے تو پھر آپ اسلام میں اس قسم کا رواج کیوں ڈالتے ہیں کہ جب قوم زور و ظلم سے جب چاہے خلیفہ کو معزول کر دے۔ آپ کو اللہ نے جو لباس آپ کو پہنایا ہے کسی کے کہے سننے سے آپ اسے کیوں اتارتے ہیں؟" عبداللہ بن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ آپ میرا مطلب سمجھ گئے۔ جب لوگ آپ کے مکان میں داخل ہوئے اور کہا کہ ہم نے آپ کو معزول کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جس سیڑھی پر اللہ تعالیٰ نے مجھے چڑھایا ہے میں اس سے نیچے آنے پر تیار نہیں ہوں جس چیز کو تم لوگ ناپسند کرتے ہو اور مجھے بھی اس پر آمادہ کرنا چاہتے ہو وہ میرے لیے قابل قبول نہیں ہے۔

ابن سعد ہی نے طبقات میں اپنی اسناد کے ساتھ لکھا ہے کہ اسماعیل بن ابی خالد اور انہوں نے قیس سے سن کر یہ روایت بیان کی ہے۔ قیس کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت عثمانؓ کے غلام ابو سہلہ[1] نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض کے دوران فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ میرے اصحاب میرے پاس ہوتے۔" یہ سن کر حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میں اپنے والد (ابوبکر رضؓ) کو بلاؤں؟" حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا تو میں سمجھی کہ وہ میرے والد (ابوبکر رضؓ) کو بلانا نہیں چاہتے۔ اس کے بعد میں نے پوچھا: "کیا حضرت علی رضؓ کو بلاؤں" آپ نے پھر بھی سکوت فرمایا تو میں سمجھی کہ آپ انہیں بھی بلانا نہیں چاہتے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں: "پھر میں نے پوچھا: "کیا ابن عفان (عثمان رضؓ) کو بلاؤں؟ تو آپ نے فرمایا: "ہاں" چنانچہ میں نے عثمان رضؓ کو بلا بھیجا۔ جب عثمان رضؓ آئے تو آپ نے انہیں اپنے قریب بلایا اور (آہستہ آہستہ) گفتگو فرمانے لگے۔ عثمان رضؓ کے چہرے کا رنگ اس وقت اڑا ہوا تھا۔

قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے دن جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ چاہیں تو باغیوں سے جنگ کی جائے۔ آپ نے فرمایا: "مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (آج کے دن کے لیے) ایک عہد لیا تھا چنانچہ میں اس عہد کی پابندی کرتے ہوئے صبر کر رہا ہوں۔" یہ سن کر لوگ سمجھ گئے کہ وہ وہی دن تھا۔

---

[1] طبقات ابن سعد میں 'سہلہ' کی بغیر اعراب کے 'مسھلہ' درج ہے (مرتب)

طبقات: ابن سعد ہی میں ابن سعد نے ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم کے حوالے سے عبداللہ بن جُبیر کی یہ روایت نقل کی ہے ابن جبیر کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضؓ سے فرمایا: "تمہیں جو خلعت[1] اللہ تعالیٰ عطا فرمائے اسے اگر منافقین چاہیں تو ظلم کی وجہ سے اتار نہ پھینکنا۔"

ابوامامہ بن سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضؓ اپنے مکان میں محصور تھے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہم ان دنوں کبھی کبھی کسی نہ کسی طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ آپ ایک اندرونی دروازے سے باہر تشریف لائے، آپ کا رنگ متغیر تھا مگر آپ نے فرمایا: "آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ یہ لوگ مجھے بے قصور قتل کرنا چاہتے ہیں۔" ابوامامہ بن سہل بن حنیف کہتے ہیں: ہم نے عرض کیا: "امیرالمومنین! اللہ آپ کے لیے کافی وافی ہے" آپ نے فرمایا: "یہ لوگ مجھے قتل نہیں کرسکتے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ کسی مردِ مسلم کو کوئی شخص ان تین صورتوں کے علاوہ قتل نہیں کرسکتا کہ یا تو وہ ایمان لانے کے بعد مرتد ہوگیا ہو یا گرفت کے بعد پھر زنا کا مرتکب ہوا ہو یا بدلے میں قتل کرنے کے بجائے کسی مردِ مسلم کو یونہی (بے گناہ) قتل کردے یعنی ایسے ہی تین افراد قتل کیے جاسکتے ہیں۔" یہ حدیث سُنا کر آپ نے فرمایا: "میں نے زمانہ جاہلیت میں بھی زنا نہیں کیا، نہ میں نے کسی کو بے جرم قتل کیا ہے نہ میں خدانخواستہ اپنے مذہب کو بدلنے کی تمنا رکھتا ہوں لہٰذا (سوچو) کہ یہ لوگ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں؟"

مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضؓ محاصرے کے دوران (ایک روز) محاصرہ کرنے والوں کے سامنے تشریف لائے اور فرمایا: "اے قوم! مجھے قتل نہ کرو کیونکہ میرے قتل کے بعد تم نہ کبھی مل کر نماز پڑھ سکو گے، نہ کھانا کھا سکو گے نہ تمہاری قسموں کا آپس میں اعتبار رہے گا۔" مجاہد کہتے ہیں کہ جب ان لوگوں نے آپ کے ان ارشادات کو قبول کرنے سے انکار کردیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے مجھے امیرالمومنین کی حیثیت سے متفقہ طور پر قبول نہیں کیا تھا خدا کو گواہ کرکے کہو کہ آیا میں تمہاری ہی طرح اہل دین اور اہل حق میں سے نہ تھا؟ کہو کیا اللہ تعالیٰ نے تمہاری متفقہ رائے کو قبول نہیں کیا تھا، بتاؤ! کیا میں نے تلوار یا غلبہ کے ذریعہ مجلس شوریٰ کے مشورہ کے علی الرغم خلافت حاصل کی؟ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اوّل سے آخر تک میرے کسی عمل کا علم نہ تھا؟ جب وہ لوگ آپ کے ان ارشادات سے بھی متاثر نہ ہوئے تو آپ نے فرمایا: "اے اللہ! ان کو گھیر لے، انہیں ان کی بدی کے بدلے میں ہلاک کردے کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے۔"

مجاہد اس کے بعد کہتے ہیں کہ اس فتنے کے دوران جو لوگ ہلاک ہوئے یقیناً انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا۔ مجاہد کا

---

[1] طبقات ابن سعد میں یہاں لفظ 'یوماً' آیا ہے مگر قلمی نسخے میں 'ثوباً' درج ہے (مرتب)

یہ بھی بیان ہے کہ یزید نے مدینے کی طرف بیس ہزار فوج بھیجی تھی مگر وہ تین دن تک نواح مدینہ میں مقیم رہی اور جو کچھ حضرت عثمان رضہ پر گزرا دیکھتی رہی۔

مجاہد ہی سے بہ اسناد عمرو بن عثمان بن ابی لبیبہ کے حوالے سے مروی ہے کہ جب عثمان رضہ محصور تھے تو ایک روز آپ نے گھر[1] کے روشندان سے جھانک کر پوچھا: "برائے خدا بتاؤ کہ تم میں طلحہ رضہ ہیں؟" لوگوں نے کہا: "ہاں" تو آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کو بھائی بھائی بنایا تھا تو مجھے اور خود کو بھائی بھائی بنایا تھا؟" طلحہ رضہ نے آگے بڑھ کر کہا: "بخدا آپ سچ فرماتے ہیں، میں نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میں خدا کی قسم کھا کر اس کی گواہی دیتا ہوں۔"

راشد بن کیسان العبسی[2] سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان رضہ اپنے مکان میں محصور تھے تو آپ نے ایک قاصد کو پیغام دے کر علی رضہ کے پاس بھیجا تھا۔ علی رضہ آپ کے پاس جانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اس وقت آپ کے فرزندوں میں سے ایک اُٹھے تو آپ نے انہیں روک کر فرمایا: "کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے ہاتھ میں کچھ ایسے خطوط ہیں جن پر راقم کا نام تحریر نہیں ہے؟" یہ کہہ کر آپ بازارِ مدینہ میں اُحجارِ زیت تک پہنچے تھے کہ آپ کو حضرت عثمان رضہ کے قتل کی اطلاع ہوئی۔ حضرت عثمان رضہ کا قاصد کچھ دُور آگے آگے چل رہا تھا۔ آپ مسجد سے گزر کر دوڑتے ہوئے اس کے پاس اس حال میں پہنچے کہ آپ نے عمامہ سر سے اُتار[3] کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔ آپ نے قاصد سے فرمایا: "تم میرا یہ حال دیکھ رہے ہو؟" پھر آپ آسمان کی طرف منہ کر کے کہا: "اے اللہ! تو دیکھ رہا ہے کہ میں نے عثمان رضہ کو قتل کیا نہ میری یہ خواہش تھی کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔"

علقمہ بن وقاص کہتے ہیں کہ ایک دفعہ عمرو بن عاص نے حضرت عثمان رضہ کے متعلق مجھ سے بیان کیا (ایک دن) عثمان رضہ منبر پر تھے تو میں نے پوچھا: "کیا آپ کو کبھی خیال آیا ہے کہ اُمت کے لیے آپ کے احکام میں کوئی سختی بھی تھی؟ اگر ایسا ہو تو آپ خدا سے توبہ کر لیجیے۔" عمرو بن عاص نے اس کے بعد بیان کیا کہ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اگر کبھی (سہواً بھی) ایسا ہوا ہو تو میں خدا کے سامنے توبہ و استغفار کرتا ہوں" عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ یہ دیکھ کر لوگوں نے بھی (دُعا کے لیے) ہاتھ اٹھا دیے۔

شبابہ بن سوّار الفزاری (کہتے ہیں[4]): میں نے ابراہیم بن سعد سے سُنا اور انہوں نے اپنے والد سے اور ان کے

---

[1] طبقات ابن سعد میں 'دار' کی جگہ 'طمار' درج ہے (مرتّب)

[2] طبقات، ۳/ ۱: ۷۴ (حوالہ از مرتّب)

[3] طبقات ابن سعد میں 'نقفھا' کی جگہ 'نقفھا' درج ہے (مرتّب) [4] طبقات ابن سعد سے اضافہ (مرتّب)

والد نے اپنے والد سے سُن کر بیان کیا کہ ایک بار حضرت عثمان رضؓ کو فرماتے ہوئے سنا گیا کہ اگر کتاب اللہ میں سے تمہارے سامنے کوئی ایسی بات آئے جس سے تم یہ محسوس کرو کہ میں نے کسی کو (بے جرم) بیڑی پہنائی ہے تو تم میرے دونوں ٹخنے کاٹ ڈالنا۔

سیف بن عمر نے مضریس بن معاویہ بن صعصعہ سے اور مُضریس نے ہلال بن جاوان سے اور انہوں نے صعصعہ بن معاویہ تمیمی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے جب کہ آپ اپنے مکان میں محصور تھے ایک دن علی، طلحہ اور زبیر اور چند دوسرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو بلایا اور ان سے فرمایا: "کل تم یہاں آنا اور جو کچھ میں ان لوگوں (باغیوں) سے کہوں وہ سُننا۔" جب اگلے روز یہ حضرات آپ کے سامنے آئے تو آپ نے سب کو خدا کی قسم دلا کر پوچھا: "کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہیں سُنا کہ جس نے یہ زمین کا ٹکڑا خرید کر اسے میری مسجد میں ملایا تو اس کے لیے جنت ہے، اس کا اجر اسے دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں اس کے درجات بلند ہوں گے۔ اس کے بعد آپ (حضرت عثمان رضؓ) نے فرمایا: "حضور سے یہ سُن کر میں نے زمین کا وہ ٹکڑا بیس ہزار میں خرید کر اسے مسجد نبوی میں ملا دیا۔" مذکورہ بالا حضرات نے کہا: "بخدا آپ سچ فرماتے ہیں۔" صعصعہ بن معاویہ تمیمی کہتے ہیں[1] کہ اس کی تصدیق باغیوں نے بھی کی، پھر بولے: "مگر اب آپ بدل گئے ہیں" اس کے بعد آپ نے مذکورہ بالا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے مخاطب ہو کر فرمایا: "میں تم سے[2] خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا یا نہیں کہ جس نے لشکر عُسرہ کے لیے سامان جنگ فراہم کیا اس کے لیے جنت ہے؟ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس لشکر کے لیے اتنا سامان فراہم کیا کہ کسی ایک کو بھی ساز و براق تک کی کمی نہ رہی۔ مذکورہ بالا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے اس کی تصدیق کی۔ باغیوں نے بھی آپ کے اس ارشاد کی تصدیق کی اور کہا کہ یہ لوگ دُرست کہتے ہیں پھر بولے: "مگر اب آپ بدل گئے ہیں۔"

اس کے بعد آپ نے ان صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے خدا کی قسم دے کر پوچھا: "کیا آپ حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جس نے (مسلمانوں کے لیے) بئر رومہ (رومہ کا کنواں) خریدا اس کے لیے جنت ہے؟" پھر آپ نے فرمایا: "وہ میں ہی ہوں جس نے وہ کنواں خریدا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "تم اسے مساکین کے لیے وقف کر دو، خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔" مذکورہ بالا صحابہ کرام رضؓ نے اس کی تصدیق کی تو باغی بولے: "یہ حضرات دُرست کہتے ہیں مگر اب آپ بدل گئے ہیں۔" یہ سُن کر آپ نے فرمایا

---

[1] سیاق عبارت کی بنا پر یہ اضافہ کیا گیا (مرتّب)

[2] اصل متن میں "قال" کی جگہ "قالو" درج ہے (مرتّب)

"تم پر افسوس ہے، بھلا کوئی اور کہہ سکتا ہے کہ جس نے یہ سب کچھ کیا ہو وہ اب بدل گیا ہے۔" پھر آپ نے اہل شوریٰ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"جو کچھ یہ لوگ آج مجھ سے کہہ رہے ہیں یہی کل تم سے بھی کہیں گے۔" چنانچہ جب باغیوں نے حضرت علیؓ کے خلاف خروج کیا تو آپ نے بالکل حضرت عثمان کی طرح اپنے فضائل کے بارے میں احادیث نبوی کی تصدیق دوسرے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے چاہی اور ان سب نے یک زبان ہو کر ان کی تصدیق کی تو باغی بولے: "یہ حضرات درست کہتے ہیں مگر اب آپ بدل گئے ہیں۔"

حضرت علیؓ نے اپنی شہادت کے موقع پر فرمایا تھا: "مجھے آج قتل نہیں کیا گیا بلکہ اسی روز قتل کر دیا گیا تھا جب ابن بیضا یعنی عثمانؓ قتل کیے گئے تھے۔"

مذکورہ بالا روایت (امام) احمدؒ نے اپنی مسند میں درج کی ہے۔

عثمانؓ پر پانی کی بندش

ابی حارثہ و ابی عثمان اور محمد و طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مکان کے محاصرے کی میعاد چالیس راتیں اور مدینے میں باغیوں کی آمد اس سے تیس راتیں قبل ہوئی محاصرے کو ابھی اٹھارہ راتیں گزری تھیں کہ باغیوں کو معلوم ہوا کہ آپ کی مدد کے لیے جگہ جگہ سے لوگ آرہے ہیں مثلاً شام سے حبیب مصر سے معاویہ، کوفے سے قعقاع اور بصرے سے مجاشع۔ چنانچہ وہ لوگ ان امدادی سواروں اور آپ کے مکان کے درمیان حائل ہو گئے۔ حتیٰ کہ خود اہل مدینہ کو آپ تک کوئی شے بلکہ پانی تک پہنچانے سے روک دیا۔ اگر کوئی شخص آپ کے مکان کا رخ کرتا تو وہ اس سے وہاں جانے کی وجہ پوچھتے، اگر وہ وجہ نہ بتا سکتا یا بتانا نہ چاہتا، تو وہ اسے پتھر مار کر بھگا دیتے بلکہ اس کے گھر تک اس کا پیچھا کرتے۔ کسی سے کہتے رات کے وقت یہاں آنے کا کیا مطلب ہے؟ لوگ ان سے کہتے "کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جو ہمیں اس طرح بھگاتے ہو؟ وہ جواب دیتے: "ہم تو تمہیں نہیں بھگاتے" لوگ پوچھتے: "پھر کون بھگا رہا ہے" وہ کہتے: "تمہیں اللہ بھگا رہا ہے۔" لوگ کہتے "اللہ ہمیں نہیں بھگاتا، تم بھگاتے ہو اور تم سراسر غلطی پر ہو۔"

حضرت عثمانؓ کے پڑوس میں آل حزم کا مکان تھا۔ آپ نے عمرو بن حزم کو حضرت علیؓ کے پاس بھیجا اور یہ کہلایا کہ ان لوگوں نے مجھ پر پانی بند کر دیا ہے۔ اسی طرح آپ نے طلحہ و زبیر (رضی اللہ عنہما) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس بھی پیغام بھجوایا کہ اگر ممکن ہو سکے تو مجھے پینے کے لیے پانی پہنچاؤ۔ ان میں سے سب سے پہلے جو آپ کے مکان کی طرف گئے وہ حضرت علیؓ تھے جو رات کی تاریکی میں آئے مگر آپ کو دیکھ لیا گیا، تو آپ نے ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ ان (عثمانؓ) تک خوراک اور پانی تو جانے دو۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم مسلمانوں کے شعار پر عمل کرتے ہو نہ کہ کفار کے مگر روم اور فارس کے کفار بھی قیدیوں کو کھلاتے پلاتے اور ان کو سہولتیں

بہم پہنچاتے ہیں۔ دوسرے عثمانؓ نے تمہیں کس چیز سے روکا ہے جو تم ان کے محاصرے کو جائز سمجھتے ہو اور ان کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ حضرت علی رضؓ کی اس گفتگو کے جواب میں وہ لوگ دبڑی ڈھٹائی سے، بولے "سہولت تو کیا ہم چاہتے ہیں کہ انہیں دانہ پانی تک میسر نہ آسکے۔"

یہ دیکھ کر حضرت علی رضؓ اپنا گیلا عمامہ لے کر آپ کے مکان کی طرف دوڑے اور اسے اندر پھینک دیا۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اسے نچوڑ کر آپ کم سے کم اپنا حلق تو تر کر سکیں۔ جب حضرت اُم حبیبہؓ آپ کے مکان کے پاس خچر پر سوار ہو کر کچھ خورد و نوش کے سامان کے ساتھ تشریف لے گیئں تو اعلان ہوا: "ام المومنین اُم حبیبہؓ" مگر ان میں سے کسی نے آپ کی سواری کے منہ پر ڈنڈا مارا، پھر ان سے پوچھا گیا: "تم کیوں آئی ہو؟" آپ نے فرمایا: "عثمانؓ کے پاس بنی امیہ کے کچھ یتیم و غریب لوگوں کی کچھ امانتیں بتائی جاتی ہیں، میں ان کے متعلق آپ سے استفسار کرنے آئی ہوں۔" کسی طرف سے آواز آئی: "جھوٹی ہے!" اس کے بعد کسی نے آپ کی سواری کی تلوار سے لگام کاٹ دی۔ آپ کا خچر بدک گیا اور قریب تھا کہ آپ گر کر ہلاک ہو جائیں مگر کچھ لوگ خچر کو پکڑ کر آپ کے گھر تک پہنچا آئے۔

جب حضرت عائشہ رضؓ اس طرح سامان لے کر نکلیں کہ جیسے کوئی حج کے لیے جاتا ہے تو انہیں ان کے بھائی محمد بن ابوبکر رضؓ ملے۔ آپ نے انہیں سخت و سست کہا اور فرمایا کہ تم بھی ان حرکات میں ملوث ہو کہ عصمت البیہ اور حرمت دین تک کا خیال بھلا بیٹھے۔ اسی وقت کاتب حنظلہ وہاں آیا۔ اس نے بھی محمد بن ابوبکر سے کہا کہ تم اپنی بہن کی فہمائش کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے اور ان کا حکم نہیں مانتے۔ تم ذوبان العرب کہلاتے ہو مگر تمہارا کونسا عمل اس کا مصداق ہے یہ کہہ کر وہ مندرجہ ذیل اشعار پڑھتا ہوا چلا گیا:

"مجھے تعجب ہے کہ لوگ عزل خلافت کی بابت سوچ رہے ہیں
اگر خلافت کو زوال آیا تو ان سے بھلائی بھی زائل ہو جائے گی
اور اس کے بعد وہ خود ذلیل ہو جائیں گے۔
وہ بالکل یہود و نصاریٰ کی طرح ہو گئے ہیں جو گمراہی کے راستے
پر پڑ گئے ہیں۔"

اس کے بعد جب حضرت عائشہ رضؓ آگے بڑھیں تو آپ کو مروان بن حکم ملا اور بولا: "برائے خدا آپ ہی ان کے لیے کچھ بھجوایئے۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم چاہتے ہو کہ میرا بھی وہی حشر ہو جو علی اور ام حبیبہ (رضی اللہ عنہما) کا ہوا ہے حضرت عائشہ رضؓ کو اہل مصر پر بہت غصہ تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: "مجھے بھلا کون روک سکتا ہے، جو کچھ ہو رہا ہے میں اسے ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔"

جب طلحہ و زبیر کو علی اور ام حبیبہؓ کا واقعہ معلوم ہوا تو وہ اپنے اپنے گھروں میں خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ اب

صرف حضرت عثمانؓ کے پڑوس آلِ حزم رہ گئے تھے جو باغیوں کو کبھی کبھی (رات کے وقت، غافل پاکر آپ کو کچھ کھانے پینے کا سامان لے جاتے رہے۔

حضرت عثمانؓ نے ایک روز روشن دان کے ذریعہ لوگوں سے مخاطب ہونا چاہا تو آپ کے سامنے عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم بھی چلے جاؤ کہیں تم بھی وقت کے چکّر میں نہ آجاؤ مگر وہ آپ کے دروازے پر ڈٹے رہے اور بولے: "امیرالمومنین! مجھے ان لوگوں سے جہاد کرنا حج سے زیادہ عزیز ہے۔" لیکن آپ نے انہیں بھی جدال وقتال سے سختی کے ساتھ منع فرمادیا۔ چنانچہ وہ بھی کچھ آپ کے حکم اور کچھ وقت کے تقاضے سے مجبور ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ نے زبیرؓ کو بھاگ دوڑ کر اپنی وصیت سنائی۔ اس سلسلے میں راویوں کا اختلاف ہے کہ حضرت عثمانؓ کو زبیرؓ کے سامنے قتل کیا گیا یا وہ اس سے قبل وہاں سے چلے گئے تھے۔

حضرت عثمانؓ نے وقت آخر تک لوگوں سے یہی کہا:

> "اے قوم! میری مخالفت تم سے کوئی ایسا کام نہ کرا دے کہ
> جیسی مصیبت نوح کی قوم یا ہودؑ کی قوم یا صالحؑ کی قوم پر واقع
> ہوئی تھی ویسی ہی مصیبت تم پر واقع ہو اور لوط کی قوم کا
> زمانہ تو تم سے کچھ دُور نہیں" (۱۱ : ۸۹)

ان لوگوں کے ظلم وستم، جبر وتشدد اور آپ کے قتل پر آمادگی کے باوجود آپ ان کے حق میں یہی دعا فرماتے رہے:

> "اے اللہ! اس کے باوجود کہ یہ لوگ کس چیز پر مائل ہیں انہیں
> احزاب پر جو اس سے قبل گزرا اس سے دُور رکھ۔"

عبدالملک بن ابی سلیمان قبیلۂ ابی لیلےٰ الکندی کے ایک شخص کے حوالے سے کہتے ہیں: "اس شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ اس نے حضرت عثمانؓ کو اس حالت میں دیکھا جب کہ آپ محصور تھے۔ اس نے مزید کہا کہ حضرت عثمانؓ لوگوں کے سامنے آئے اور آپ نے فرمایا: "اے لوگو! مجھے قتل نہ کرو۔" پھر آپ نے سورہ ہود کی یہ آیت (یا قوم لا یجرمنکم شقاقی) انہیں سنائی۔ پھر فرمایا کہ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو تم پر بھی وہی مصیبت آئے گی جو ان اقوام پر واقع ہوئی۔ یہ کہہ کر آپ پیچھے ہٹ گئے۔

عمرو بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے لیلےٰ بنت عُمیس کو محمد بن ابوبکرؓ اور محمد بن جعفر کے پاس بھیجا اور اس نے ان دونوں سے جا کر کہا: "چراغ خود کو جلاتا ہے اور لوگوں کو روشنی پہنچاتا ہے، پھر تم ایسے گناہ میں ملوث کیوں ہوتے ہو جس سے

نقصان کے سوا فائدہ متصوّر نہ ہو۔ آج جو تم کسی کے ساتھ کرو گے وہی کل دوسرا تمہارے ساتھ کرے گا۔ ایسے کام سے ڈرو جس پر تمہیں کل افسوس اور ندامت ہو۔"

وہ منہ بنا کر غصّے سے بولے: "تم یہ نہیں دیکھتی ہو کہ عثمان رضؓ نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے؟" لیلیٰ نے کہا: "انہوں نے تمہارے ساتھ اس کے سوا کچھ نہیں کیا جس کے تم خدا کے نزدیک سزاوار تھے۔[1]" اس کے بعد سعید بن عاص وہاں آگئے۔ محمد بن ابوبکر رضؓ سے سعید لیلیٰ کے سامنے کچھ کہنا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے انہیں گفتگو سے روکا۔[2] جب لیلیٰ چلی گئی تو وہ دونوں باہر نکلے۔ اس وقت سعید نے ان کو تمثیلاً یہ شعر سُنایا:

صدیق رضؓ سے اپنے خونی رشتے کا خیال کرو ـــــ اور اس سے

اتنے دُور نہ ہو کہ (لعد میں) تضحیک کا نشانہ بن جاؤ (مرادی معنی)

محمد بن ابوبکر رضؓ جواباً مثال کے طور پر کسی شاعر کا یہ شعر پڑھ کر چلے گئے۔

مجھے اس ضرب شدید کی اجازت اسی نے دی ہے

جس کے ارادے کی پختگی میں ڈھیل نہیں تھی

مُسلمانوں کے خوُن کے تحفّظ کے لیے حضرت عثمانؓ کی قربانی

کہتے ہیں کہ زید بن ثابت عثمان رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "دروازے پر انصار جمع ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایک بار انصار ہونے کا ثبوت دے چکے ہیں، اگر آپ چاہیں تو ہم یہ ثبوت دوبارہ دینے کو تیار ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے مگر انہیں کسی کا خون بہانے کی اجازت نہیں ہے۔"

ابو صالح ابوہریرہؓ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ابوہریرہ نے بیان کیا: "میں ان دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جب وہ محصور تھے اور عرض کیا[3] کہ امیر المومنین! کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں سے جنگ کریں؟ آپ نے فرمایا: "اے ابوہریرہ! کیا تم چاہتے ہو کہ سب کے سب لوگ قتل کر دیے جائیں (یاد رکھو) ایک شخص کا قتل (ایسے موقع پر) ایسا ہی ہے جیسا سب کا قتل۔"

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ یہ سُن کر میں آپ کے پاس سے لوٹ آیا اور (باغیوں کے ساتھ) جنگ کرنے سے باز رہا۔

ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے اور ان کے والد عبداللہ بن زبیرؓ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن

---

[1] مطبوعہ نسخے میں 'الا الزمکما' اور قلمی نسخ میں 'لزمکما' درج ہے (مرتب)

[2] " " " 'امسکرہ'، مگر قلمی نسخ میں 'اذکرہ' درج ہے (مرتب)

[3] طبقات، ۳،۱ : ۴۸ (حوالہ از مرتب)

زبیر رضؓ نے محاصرے کے دوران حضرت عثمان رضؓ سے عرض کیا: "آپ ان لوگوں سے جنگ کیجیے۔ ان لوگوں سے آپ کا جنگ کرنا اللہ کے نزدیک جائز ہے۔"

آپ نے جواب دیا: "نہیں نہیں، میں قیامت تک ان سے جنگ نہیں کر سکتا۔"

ابوہریرہؓ کہتے ہیں: "جب آپ کے حامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ روزے سے تھے۔ میں آپ کے حکم سے گھر پر ڈیوٹی دے رہا تھا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا: "جس پر میری اطاعت فرض ہے وہ عبداللہ بن زبیر رضؓ کی اطاعت کرے۔"

ابن ابی ملیکہ عبداللہ بن زبیر رضؓ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضؓ نے ان سے بیان کیا: "میں نے حضرت عثمان رضؓ سے عرض کیا کہ آپ کے گردوپیش آپ کے مددگار کافی تعداد میں موجود ہیں، اللہ بھی ہمارا حامی و ناصر ہے اللہ تعالیٰ انہیں کی قلیل تعداد سے آپ کی مدد فرمائے گا[1]۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان (باغیوں) سے جنگ کریں۔"

آپ نے فرمایا: "میں تمہیں[2] خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ ان میں سے کسی ایک شخص کا خون نہ بہانا۔" عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یا تو آپ نے مذکورہ بالا الفاظ کہے تھے یا یہ فرمایا تھا کہ میں تم سے خدا کے نام پر کہتا ہوں کہ کسی کے خون کا ایک قطرہ تک نہ بہنے پائے۔

ابن عون[3] ابن سیرین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: "ایک روز حضرت عثمان رضؓ کے گردوپیش سات سو آدمی تھے کاش آپ انہیں جنگ کی اجازت دیتے تو وہ باغیوں کی صفیں درہم برہم کر دیتے[4]۔ ان سات سو اشخاص میں ابن عمر رضؓ حسن بن علی رضؓ اور عبداللہ بن زبیر رضؓ بھی تھے مگر آپ نے اپنے انصار سے جنگ کے لیے کہنے کی بجائے دریچے سے جھانک کر باغیوں سے فرمایا: "اے لوگو! مجھے قتل نہ کرو، میرے قتل سے باز آجاؤ کیونکہ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر تم کبھی مل کر نماز پڑھ سکو گے نہ کبھی باہم مل کر دشمن سے جہاد کر سکو گے۔"

پھر آپ نے فرمایا: "اے قوم! میری مخالفت تم سے کوئی ایسا کام نہ کرا دے جس کی وجہ سے تم پر وہی مصیبت واقع نہ ہو جو قوم نوح، قوم ہود یا قوم صالح پر واقع ہوئی تھی اور قوم لوط (کا زمانہ تو) تم سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے (۱۱:۸۹)
اس کے بعد آپ نے عبداللہ بن سلام کو قریب بلا کر پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟" انہوں نے جواب دیا: "آپ کے ارشاد

---

[1] ابن سعد میں 'ینصر' کی جگہ 'بنصر' درج ہے (مرتب)

[2] اس ضمیر کا ابن سعد کے ذریعہ اضافہ کیا گیا (مرتب)

[3] طبقات ابن سعد سے اضافہ (مرتب)

[4] طبقات میں اس جگہ 'من' اور قلمی متن میں 'عن' درج ہے (مرتب)

کے ہو جب ہم لوگ لڑائی سے رُک گئے ہیں مگر وہ لوگ (باغی) اندھے ہو گئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم لوگوں کے لیے یہی بہتر ہے، رہے وہ لوگ تو ان کے واسطے ہماری (حالیہ) گفتگو اتمام حجت کے لیے کافی ہے۔"

ابن سعد نے طبقات میں اپنی اسناد کے ساتھ ابی جعفر انصاری[1] ابن عباس مخزومی کے غلام کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ابن عباس مخزومی کے غلام کا بیان ہے کہ جن مصریوں نے حضرت عثمان رضؓ کا محاصرہ کیا تھا ان کی تعداد سات سو تھی اور ان کے سردار عبدالرحمن بن عُدیس البلوی، کنانہ بن بشر بن عتاب الکندی اور عمرو بن الحمق خزاعی تھے، جو لوگ کوفے سے آئے تھے ان کی تعداد دو سو تھی اور ان کا سردار مالک الاشتر نخعی تھا، جو لوگ بصرے سے آئے تھے ان کی تعداد سو تھی اور ان کا سردار حُکیم بن جَبلہ العبدی تھا مگر جہاں تک فتنہ و فساد کا تعلق تھا اس میں سب متحد تھے۔ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی شریک ہو گئے تھے جنہیں ان لوگوں نے طرح طرح کے لالچ دیے تھے اور انعام و اکرام کے وعدے کیے تھے۔

ابن عباس مخزومی کا غلام اس کے بعد بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس فتنہ و فساد پر بہت نادم اور متاسف تھے۔ انہوں نے جو باغیوں کو چھوڑ دیا تو یقیناً ان کا یہ خیال تھا کہ بات حضرت عثمان رضؓ کے قتل تک نہ بڑھے گی ورنہ وہ ان باغیوں کا مقابلہ یا ان میں کچھ بھی جنگ پر آمادہ ہو جاتے تو وہ سب کے سب خاک و خون میں لوٹ کر، جان و مال کا نقصان اٹھا کر اور شرمندہ ہو کر بھاگ لیتے مگر بہر حال اللہ کو جو منظور تھا وہی ہوا۔

ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حکم بن قاسم نے مسور ابن مخرمہ کے غلام ابی عون کے حوالے سے بیان کیا کہ باغی اس وقت تک قتل و غارت اور حضرت عثمان رضؓ کے قتل کے ارادے سے باز نہیں آئے تھے جب تک آپ کی امداد کے لیے لوگ عراق میں کوفے اور بصرے اور اس کے علاوہ شام سے نہیں آئے تھے۔ جب یہ شجاعان ملت پہنچے تو باغیوں نے سمجھ لیا کہ ابن عامر کی موجودگی میں عراق سے اور عبداللہ بن سعد کی موجودگی میں مصر سے ان کی اپنی کمک منقطع ہو جائے گی۔ پس انہوں نے کہا کہ ان (عثمان رضؓ کے) لیے کوئی مزید امداد آنے سے پہلے ان کا کام تمام کر دیا جائے کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضؓ محاصرے کے دوران پہلے حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر وہاں سے عبدالرحمن بن عُدیس، مالک اُشتر اور حُکیم بن جَبلہ کے پاس گئے تو وہ آخر وقت تک ان کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر یہی کہتے رہے کہ ہم اپنی موجودگی میں کبھی ایسا نہ ہونے دیں گے۔ لہٰذا سعد بن ابی وقاص رضؓ ان سے یہ کہہ کر چلے آئے کہ آپ جیسے رؤسائے قوم کے لیے یہ امر یعنی قتل عثمان رضؓ کا ارادہ سخت بڑی بات ہے۔

---

[1] طبقات، ۳/۱، ۴۹ (حوالہ از مرتب)

[2] اصل متن میں 'النقادی' کی جگہ 'الغفاری' درج ہے (مرتب)

باب ہفتم

قتل عثمان رضی اللہ عنہ

کہا جاتا ہے کہ جب مصری مدینے میں پھر لوٹ آئے تو محمد بن مسلمہ ان کے پاس گئے اور ان سے واپسی کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بانس کی ایک مضبوط سر بمہر نلکی سے ایک خط نکال کر دکھایا جو عثمان رضؓ کے مصر کی طرف جاتے ایک غلام کی تلاشی پر دستیاب ہوا تھا اور ـــــ جس میں حکماً تحریر تھا کہ عبدالرحمٰن بن عُدیس، عمرو بن الحمق اور عروہ بن نباع کے کوڑے لگائے جائیں، ان کے سر مونڈ دیے جائیں اور انہیں قید کر کے تنگ جگہ میں رکھا جائے اور ان میں سے بعض کو پھانسی دے دی جائے۔

جب اہل مصر مدینے کی طرف لوٹے تو کوفی اور بصری بھی واپس آ گئے۔ علیؓ اور محمد بن مسلمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خط کے بارے میں آپ کو اطلاع دی۔ اس پر آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ نہ یہ خط انہوں نے لکھا نہ ان کے حکم سے لکھا گیا نہ انہیں اس کا علم ہے۔ محمد بن مسلمہ بولے ؛" آپ دُرست فرماتے ہیں، یہ یقیناً مروان کا کام ہے۔"

اس کے بعد اہل مصر آپ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ سے ترک خلافت کا مطالبہ کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا "میں وہ قمیص نہیں آتاروں گا جو مجھے اللہ تعالیٰ نے پہنائی ہے، البتہ اگر مجھ سے کوئی دنادانستہ، لغزش ہوئی ہے تو اس کے لیے خدا سے توبہ کر سکتا ہوں۔" آپؓ کے اس جواب پر ایک غل پڑ گیا اور طرح طرح کی بلند آوازیں آنے لگیں۔ یہ دیکھ کر علی رضؓ وہاں سے باہر آ گئے اور ان کے ساتھ اہل مصر بھی نکل آئے۔

اس کے بعد جب حضرت عثمان رضؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا تو آپ نے معاویہ کو شام میں اور ابن عامر کو خطوط لکھے نیز مختلف جیش کے کمانڈروں کو اس کی اطلاع دی اور انہیں فوراً مدینے پہنچنے کے لیے لکھا اور یہ کہ عساکر جس

قدر جلد ہو سکے روانہ کیے جائیں۔ چنانچہ شام سے ایک لشکر مدینے کی طرف چلا اور وادی قریٰ تک آگیا تھا مگر جب اسے آپ کی شہادت کی اطلاع ملی تو لوٹ گیا۔ مجاشع بصرے سے ایک لشکر لے کر ربذہ تک پہنچے جس کا اگلا حصہ مدینے کے اطراف تک پہنچا لیکن[1] جب اسے آپ کے قتل کی خبر ملی تو وہ بھی لوٹ گیا۔

کہا جاتا ہے کہ عثمان رضؓ نے علی رضؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ باغیوں کو ان کے حسب منشا مال و دولت دے کر واپس کر دیں نیز یہ بھی کہہ دیں کہ ان پر جو زیادتیاں ہوئی ہیں ان کا ازالہ کیا جائے گا اور جو عمال انہیں ناپسند ہوں گے انہیں علیحدہ کر دیا جائے گا۔ اس ضمن میں ایک باہمی تحریری معاہدہ بھی ہو گیا تھا مگر وہ 'ذی خشب' تک جا کر پھر واپس آگئے اور دوبارہ آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا بلکہ اس میں اور سختی کر دی حتیٰ کہ پانی کی بھی بندش کر دی۔

یہ دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے سامنے تشریف لائے، انہیں سلام کیا اور اس کے بعد فرمایا "میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں نے اپنے پاس سے چاہِ رومہ خریدا اور اسے عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ پھر میں اس میں سے فقط اتنا ہی پانی لیتا تھا جتنا کسی دوسرے مسلمان کے حصے میں آتا تھا؟" انہوں نے اس کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد آپ نے ان سے دریافت کیا "کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے زمین کا ایک ٹکڑا خرید کر مسجد نبوی میں شامل کر دیا تھا؟" انہوں نے اس کا بھی اقرار کیا تو آپ نے ان سے پوچھا: "کیا اس کے بعد میں نے کسی مسلمان کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا؟ اس کا انہوں نے نفی میں جواب دیا اس کے بعد آپ نے اپنے وہ اوصاف بیان کیے جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف کی تھی۔ آپ کی یہ گفتگو سن کر لوگ بولے کہ امیر المومنین سے کسی قسم کا مواخذہ نہ کیا جائے اور انہیں ہر قسم کی آزادی دی جائے مگر اشتر اٹھ کر بولا:

"ارے یہ سب مکر و سیاست کی باتیں ہیں، یہ تمہیں فریب دینا چاہتے ہیں لہٰذا تم انہیں قتل کرنے کی کوشش کرو"

محمد بن سعد نے اپنی اسناد کے ساتھ ابی عون اور حسن بن علی رضؓ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ موخر الذکر نے بیان کیا کہ میں نے انہیں حضرت عثمان رضؓ کو اسی سادہ لباس میں دیکھا جو امیر المومنین عمر رضؓ کا شعار تھا۔ وہ بالکل میرے سامنے تھے آپ نے مجھے اشتر کو بلانے کے لیے بھیجا۔ جب میں اسے بلا کر لایا تو آپ نے اس سے پوچھا: "اے اشتر! لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟" اس نے جواب دیا:[2] "امیر المومنین! تین چیزیں جن میں سے ہر ایک آپ کے لیے ناگزیر ہے۔" آپ نے دریافت فرمایا "وہ کونسی چیزیں ہیں؟" وہ بولا: "پہلی چیز یہ ہے کہ آپ امر خلافت ان کے حوالے کر دیں اور خود کو بھی ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ اگر یہ بات آپ نے قبول نہیں کی تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے"۔

---

[1] یہاں مرتب نے سیاق عبارت سے ربط کے لیے 'اور' کا اضافہ کیا ہے (مترجم)

[2] طبقات ابن سعد میں اس جگہ 'ھذا' اور قلمی نسخے کے متن میں 'ھو' درج ہے (مرتب)

آپ نے دریافت فرمایا: "کیا ان اختیارات میں کسی ایک کو ترجیح ہے ؟" اس نے کہا: "جی نہیں اس پہلی بات کے دونوں حصے ضروری ہیں۔" اس پر آپ نے فرمایا: "میں اس مرتبے کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں جو مجھے خدا نے بخشا ہے ؟"

ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "مجھے اس کے مقابلے میں اپنی جان عزیز نہیں ہے کہ میں اُمت محمد کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ اس کے بعد لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جس طرح چاہیں پیش آئیں۔ پھر اگر میں خود کو ان کے حوالے کر دوں تو یہ بھی مرضی الٰہی کے خلاف ہو گا۔ کیونکہ میرا ارادہ اور جان اسی کی مرضی کے تابع ہے۔ البتہ جب میں قتل کر دیا جاؤں تو وہ میرے جسم سے جس طرح چاہیں قصاص لے سکتے ہیں کیونکہ اس وقت وہ میرے ارادے کے بغیر ان کے رحم و کرم پر ہو گا (بہر حال، اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا تو ان کی باہمی (اسلامی) محبت ختم ہو جائے گی، پھر وہ قیامت تک نہ ساتھ مل کر نماز پڑھ سکیں گے اور نہ مل جل کر دشمن سے جہاد کر سکیں گے۔"

محمد و طلحہ اور ابی حارثہ و ابی عثمان سے مروی[1] ہے کہ مذکورہ بالا واقعات کے علاوہ ایک یہ واقعہ بھی ظہور پذیر ہوا کہ باغیوں کو معلوم ہوا کہ خانہ بدوشوں کا ایک قافلہ حج کر کے واپس جا رہا ہے، وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اہل مصر کے ساز و سامان کو لوٹ لیں مگر جب ان ابنائے صحرا کو بتایا گیا کہ وہ لوگ کس ارادے سے مدینے آئے ہیں تو وہ بھی شیطان کے فریب میں آ کر باغیوں کے ساتھ شامل ہو گئے اور اصرار کرنے لگے کہ خلیفہ کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے بعد آپ کے لیے مقتول ہونے کے علاوہ کوئی مفر نہ رہا۔

ان لوگوں نے ایوانِ خلافت کا دروازہ توڑنا چاہا تو انہیں حسن (بن علیؓ)[3] عبداللہ بن زبیر[4]، محمد بن طلحہ، مروان بن حکم سعید بن عاص اور دیگر صحابۂ رسول کے (نوجوان) بیٹے اور ان کے علاوہ جو لوگ وہاں کھڑے تھے نے منع کیا اور ان سے لڑنے بلکہ انہیں قتل کر دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمان رضؓ نے ان لوگوں کو روکا اور فرمایا: "اللہ اللہ! اگر تم میری نصرت و حمایت کو جائز سمجھتے ہو تو خون ریزی سے باز رہو۔" یہ کہہ کر آپ نے دروازہ کھول دیا آپ کے پاس ڈھال اور تلوار تھی۔ آپ اس طرح اپنی طرف والوں کو جنگ سے روکنے کے لیے باہر تشریف لائے تھے۔ جب اہل مصر نے دیکھا کہ آپ نے اپنے مسلّح سواروں کو ڈانٹ کر جنگ سے روک دیا ہے تو وہ بھی پیچھے ہٹ گئے۔ یہاں تک فریقین پر گویا آپ کا رعب ضرور تھا۔ جب آپ کے حامی جنگ سے رک گئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ وہ چاہیں تو ایوان خلافت میں آ جائیں یا اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ یہ کہہ کر آپ مکان میں داخل ہوئے

---

[1] طبقات ابن سعد میں بھی ہے مگر اس نسخے میں 'بدنی' کی جگہ 'مدنی' درج ہے (مرتب)

[2] طبع اوّل ۱: ۳۰۱۳ (حوالہ از مرتب)

[3]، [4] اضافہ از مترجم۔

تو آپ کے انصار بھی آپ کے ساتھ ہی اندر آگئے جس کے بعد دروازہ بند کر لیا گیا اور مصری باہر رہ گئے۔
مغیرہ بن اخنس بن شریق بھی ان لوگوں میں شریک تھا جو حج سے واپس آرہے تھے۔ جب وہ مدینے کے قریب پہنچا تو وہ بھی اپنے ساتھیوں سمیت[1] باغیوں میں شامل ہو گیا اور ایوانِ خلافت کے سامنے آڈٹا۔ حضرت عثمان رضؓ نے خطرے کا احساس فرمایا اور اپنے انصار کو لے کر اندر چلے گئے اور اندرونی دروازے پر پہنچ کر ان سے یوں خطاب فرمایا:

"ہم انہیں اندر آنے کی دعوت نہیں دیں گے اور اللہ کے حکم
سے مرتے دم تک اس جگہ کو نہیں چھوڑیں گے۔"

ان دنوں حضرت عثمان رضؓ کا اکثر و بیشتر شغل سکون کے ساتھ تلاوت قرآن رہا۔ جب آپ نماز ادا فرماتے تو اس وقت بھی قرآن پاک آپ کے نزدیک رہتا تھا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو جاتے۔ آپ کے علاوہ اس زمانے میں دوسرے مسلمان بھی تلاوت قرآن مجید کو عبادت میں شمار کرتے تھے۔ آپ کے گنے چنے انصار آپ کے مکان کے دروازے اور باغیوں کے درمیان حائل تھے اور ان میں کسی ایک کو بھی دروازے کے قریب نہیں جانے دے رہے تھے۔ باغی یہ دیکھ کر کہ وہ اس طرح دروازے میں داخل نہیں ہو سکیں گے آگ لے آئے اور دروازے اور اس کے آگے چبوترے کو آگ لگا دی جس سے دروازہ اور چبوترہ چٹخنے لگا اور پھر چبوترے کی چٹختی ہوئی اینٹیں گرج کے ساتھ اڑ اڑ کر دروازے پر گرنے لگیں۔ حضرت عثمان رضؓ اور جو دوسرے اس وقت وہاں موجود تھے نماز پڑھ رہے تھے نماز سے جلد جلد فارغ ہو کر آپ کے ساتھی دروازے کی حفاظت کرنے لگے تاکہ لوگ موقع پا کر اس راستے سے اندر نہ آنے پائیں۔

حضرت عثمان رضؓ نے قرآن کھول رکھا تھا اور اس وقت سورۂ "طٰہٰ" پر آپ کی نظر تھی۔ لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس مخصوص سورہ کو نکال کر دیکھنے سے آپ کا کیا مقصد تھا نہ وہ آپ کے اس خاص عمل سے کوئی مفید نتیجہ نکال سکے۔ اس کے بعد آپ دوسری جگہ سے قرآن کی تلاوت فرمانے لگے۔ اس وقت آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "جب ان سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لیے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو۔ تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔ اور کہنے لگے ہم کو خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔" (ترجمہ: ۳: ۱۷۳)

اس وقت جو شخص آپ کے نزدیک ترین موجود تھا اس سے آپ نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے (صبر کے سلسلے میں) ایک عہد (وعدہ) لیا تھا میں اسی کا ایفا کر رہا ہوں۔ جو لوگ دروازہ جلانا چاہتے وہ اس

---

[1] مطبوعہ نسخے سے اضافہ (مرتب)

سے جو ان سب سے بڑا ہے دشمنی مول لیے بغیر ہر گز اسے جلا نہیں سکیں گے ۔" یہ کہہ کر آپ نے اپنے قریب لوگوں کو قسم دے کر لڑائی سے منع فرماتے ہوئے باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے حسن (بن علیؓ) یہ کہتے ہوئے نکلے :

"ان (باغیوں) کا مذہب میرا مذہب نہیں نہ میں ان میں سے
ہوں جب تک یہ نہ ہو کہ میں خوشبو کو قید کر سکوں" (شعر کا ترجمہ)

اس کے بعد محمد بن طلحہ رضؓ یہ کہتے ہوئے باہر آئے :

"میں اس کا بیٹا ہوں جس نے اُحد میں رسول کی مدد کی تھی ۔اور
قوموں (دشمنوں) کی کثرت تعداد کے باوجود ان کے منہ پھیر دیے
تھے ۔" (شعر کا ترجمہ)

پھر سعید بن عاص درج ذیل اشعار پڑھتے ہوئے باہر آئے :

"ہم نے صبح تک مکان میں صبر کیا جب کہ موت جھانک رہی تھی
اپنی تلواروں کے ساتھ (ہم) سوائے ابن اروی (عثمانؓ) ہر
شخص سے لڑنے کے لیے آمادہ ہیں ۔
ہم طلوع سحر تک مکان میں ان کی مدد کی خاطر رہے ورنہ ہماری
ایک ہی ضرب ان (دشمنوں) کے لیے کافی ہے[2] اور موت لپک[3]
رہی ہے ۔" (ترجمہ)

سب سے آخر میں آپ کے مکان سے عبداللہ بن زبیر رضؓ باہر آئے ۔ ان کے پاس اپنے والد کے لیے آپ کی وصیت تھی اور یہ حکم تھا کہ اہل مدینہ سے جسے باہر دیکھو انہیں (فوراً) اپنے اپنے گھروں کو روانہ کر دو۔ عبداللہ بن زبیر رضؓ نے جو سب سے آخر میں آپ کے مکان سے باہر آئے تھے باغیوں سے جو کچھ کہہ سکتے تھے کہا۔

عبداللہ بن زبیر رضؓ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت یہ تھی :

"اے اللہ! جس نے میری اطاعت کی میں اسے یہ وصیت کرتا
ہوں کہ وہ تجھ سے ڈرے، تیری اطاعت کرے اور تجھ ہی سے

---

[1] اضافہ از مترجم۔

[2] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر قلمی نسخے میں 'تشافههم' کی جگہ 'نساطهم' مرقوم ہے (مرتب)

[3] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے لیکن مخطوطہ میں 'ثاقب' کی جگہ 'ثابت' مرقوم ہے (مرتب)

مدد مانگے تادم مرگ ثابت قدم رہے، استغنا اختیار کرے، دُنیا
کی حرص و ہوس میں مبتلا ہونے سے باز رہے، اپنے لیے اللہ ہی
کو کافی سمجھے۔"

اس کے بعد عبارت تھی:

"اے اللہ کے بندو! مجھے اللہ نے اپنے ہر عمل کے لیے برہانُ
دلیل بخشی ہے۔ میں اپنے ہر عمل کے لیے اسی کی عطا کردہ دلیل پیش
کرتا ہوں۔ میرے لیے یہ بات زہر قاتل ہے کہ میں حکم خداوندی کے
سوا اپنے حکم سے کسی عمل کی ترغیب دوں یا خود اس کا ارتکاب
کروں۔ میں اس کے دین اور اس کی مخلوق کو اپنی ذات پر ترجیح
دیتا ہوں۔"

اس کے بعد یہ الفاظ تھے:

"اے اللہ! میں تیری عبادت کرتا ہوں، تجھی کو پکارتا ہوں اور
تجھی سے مدد مانگتا ہوں (تو جانتا ہے کہ) اگر میں تیرے حکم کے
بغیر انہیں عذاب قیامت سے قبل عذاب میں مبتلا کرنے میں
عجلت کرتا تو یہ حماقت کی حد تک حیران رہ جاتے، پھر ان کا
دنیا میں کوئی ٹھکانا ہوتا نہ آخرت میں۔ میں دنیا سے ان کا نام
ونشان مٹا دیتا۔ انہیں اپنے اعمال پر حسرت و افسوس کا وقت
بھی نہ ملتا۔ صرف آنے والی نسلیں ان پر افسوس کرتیں (اور عبرت[1]
پکڑتیں)"

تھوڑی دیر میں ابوہریرہؓ سامنے آئے۔ ان لوگوں کی[2] استقامت دیکھ کر دشمن حیران تھے۔ چنانچہ انہوں نے ہنگامہ
اور مار کاٹ شروع کر دی۔ ابوہریرہؓ ان کے سامنے کھڑے ہو کر بولے: "آج میں ضرب لگا کہ خوش ہوں گا[3]۔"

---

[1] مطبوعہ نسخے (ط، ۱: ۳۰۱۵) میں یہی ہے لیکن اصل متن میں حرف جر 'ل' زیادہ ہے (مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے سے اضافہ (مرتب)

[3] " " میں ظابم ضرابم، کی جگہ 'طاب امضرب' مرقوم ہے (مرتب)

بُلغت دوس، ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی "اور اے قوم میرا یہ کام نہیں کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاؤں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاؤ۔"

پھر اسی روز مروان سامنے آیا اور ایک ایک کو مبارزت کے لیے بلانے لگا۔ ادھر سے بنی لیث کا ایک شخص آیا اور مبارزہ طلب کرنے لگا۔ مروان نے اس کے دونوں پاؤں کے نچلے حصوں[1] میں ضرب لگائی مگر اس نے مروان کی گردن پر وار کیا، دونوں (زخموں کی تاب نہ لاکر) گر پڑے اور ان کے ساتھی انہیں کھینچتے ہوئے اپنی اپنی طرف لے گئے۔

محمد بن اسحٰق نے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس اور حارث بن ابی بکر اور اس نے اپنے والد ابی بکر بن حارث بن ہشام[2] کے حوالے سے روایت کی ہے۔ موخر الذکر کہتے ہیں: "خدا کی قسم میں کھڑا ہوا عثمانؓ کو ان کے مکان میں محصور اور مکان کے دروازے کو جلتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اسی وقت اندر سے کچھ لوگ ہاتھوں میں تلواریں لیے نکلے اور دروازہ کھول دیا۔

مروان باہر آتے ہی بولا: "مجھ سے کوئی لڑے گا؟" ادھر عبدالرحمٰن بن عُدیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا تھا مروان کی للکار سن کر وہ بنی لیث کے ایک موٹے تازے جنگجو سے بولا: "اُٹھ اور اس سے جا کر لڑ۔" وہ شخص اٹھا اور مروان کے سامنے جا کر اس طرح کھڑا ہوا جیسے اسے تاک رہا ہو۔ مروان نے اس کے نچلے دھڑ کو تاکا اور تلوار کے ایک ہی وار سے کمر کی طرف سے جھکاؤ دے کر اس کی پنڈلی کاٹ ڈالی۔ پنڈلی کٹنے کے بعد وہ شخص ستر عورت سے بھی برہنہ ہو گیا اور مروان اسے دیکھتا رہا۔

اسی روز کا ذکر کرتے ہوئے اسماعیل کہتے ہیں کہ اسی وقت اُمّ ابراہیم[3] گھر سے نکلیں اور بولیں: "امیرالمومنین نے تمہیں قسم دی ہے کہ جنگ نہ کرو اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ (اس کا اشارہ مروان کی طرف تھا[4]) پس یہ لڑائی بند کرو۔ یہ کہہ کر وہ دوسرے شخص کی پنڈلی دیکھنے لگیں مگر وہ اچانک اچھلا اور سیدھا مروان کی گردن پر وار کیا۔ مروان زخم کھا کر گرا اور ادھر وہ شخص سرین کے بل گرا۔ جب مروان گرا تو عبید بن اُمّ رافع اُسے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو بڑھا مگر ام ابراہیم جنہوں نے عبدالملک بن مروان کو دودھ پلایا تھا روک کر کہنے لگیں: "کیا تم

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر اصل متن میں 'اسفل' کی جگہ 'اسف' اور 'عجلیہ' کی جگہ 'عجیلہ' درج ہے (مرتب)
[2] مطبوعہ نسخے (ط)، ۱: ۳۰۰۳) سے اضافہ (مرتب)
[3] مطبوعہ نسخے میں فاطمہ بنت اوس ابراہیم کی دادی مرقوم ہے (مرتب)
[4] اضافہ از مترجم۔

گوشت کے اس لوتھڑے کو کاٹنے لگے ہو۔ اگر اسے قتل کرنا تھا تو پہلے ہی قتل کر دیتے۔"

ام ابراہیم کے یہ الفاظ سنتے ہی وہ شخص (عبید[1]) شرما کر پیچھے ہٹ گیا اور ام ابراہیم مروان کو اٹھا کر اپنے گھر لے گئیں۔

ابی اسحٰق سے مروی ہے کہ مغیرہ بن اخنس جب آیا تو انہوں نے اس سے کہا کہ جب ہم کل میدان حشر میں خدا کے سامنے جائیں گے اور وہ ہمیں ان اعمال کی بنا پر ذلیل و خوار کرنا چاہے گا تو ہمارے پاس اپنے ان اعمال کا کیا عذر ہوگا؟ ابی اسحٰق کہتے ہیں کہ وہ حج کے لیے گیا تھا مگر جلد جلد قطع منازل کرتا ہوا دو ہی دن میں مدینے پہنچ گیا اور جب اس نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ محصور ہیں تو اس نے آپ کی مدد کی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے آپ سے باغیوں کے ساتھ جنگ کی اجازت طلب کی مگر آپ نے اسے باز رکھا۔

ابی عمر (حسن بن علیؓ) کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ موخر الذکر سے میں نے دریافت کیا "حضرت عثمانؓ کے مسئلے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" آپ نے جواب دیا "باغیوں نے اہل مدینہ پر اتنے ظلم ڈھائے کہ آپ کو کوئی مددگار نہ مل سکا (اس کے علاوہ آپ نے کچھ لوگوں کو خود لڑائی سے باز رکھا، اب یہی دیکھیے کہ جب) ابوہریرہؓ اور سعد بن مالک نے آپ کے مکان کے قریب جا کر آواز دی کہ ہمیں اپنا چہرہ مبارک تو دکھا دیجیے تو آپ جھروکے میں تشریف لائے اور فرمایا: تم جنگ کر کے اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ مجھے تمہاری (وفاداری اور) اطاعت کا یقین ہے" یہ سن کر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ پھر فرمایا "خدا کے فضل و کرم سے ہم ان شیطانوں کو ایسی ذلت آمیز شکست دیتے کہ ابلیس کو بھی ان پر رونے کی فرصت نہ ملتی مگر مجھے بھی یہی حکم ہے کہ انہیں آپ کے مکان کے قریب نہ آنے دوں مگر ان سے جنگ کی ممانعت ہے۔"

حضرت عثمانؓ پر باغیوں کا ہجوم

محمد و طلحہ اور ابی حارثہ و ابی عثمان سے مروی ہے کہ اہل مصر کہہ رہے تھے کہ اے اہل مدینہ اگر تم امت میں ہمارے لیے حجت نہ ہوتے تو ان (حضرت عثمانؓ) کے بعد تم سب کو بھی قتل کر دیتے۔ لہٰذا درمیان سے ہٹ جاؤ۔ اس پر مغیرہ بن اخنس نے کہا کہ تم میں سے کوئی بہادر ہو تو وہ مجھ سے لڑے۔ چنانچہ ادھر سے ایک آدمی نکل کر ان سے بھڑ گیا۔ تھوڑی دیر لڑائی جاری رہی۔ پھر کوئی پکارا: "مغیرہ بن اخنس قتل کر دیے گئے۔" ان کا قاتل بولا: "اناللہ۔" عبدالرحمٰن بن عدیس نے اس سے پوچھا: "اب تجھے کیا ہوا ہے؟" وہ بولا "میں نے ایک روز خواب کی حالت میں کسی کو کہتے سنا کہ مغیرہ بن اخنس کا قاتل جہنمی ہے۔ اس کے بعد قباث الکنانی کے ہاتھوں نیار بن عبداللہ اسلمی قتل ہو گئے۔

---

[1] (عبید) میں نام کا اضافہ از مترجم۔

لوگ کہتے ہیں کہ ان (اِکّا دُکّا) معرکوں کے بعد لوگوں نے عثمانؓ کے مکان پر گویا دھاوا بول دیا اور ادھر اُدھر کے مکانوں سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ کچھ لوگ عمرو بن حزم کے مکان سے آپ کے مکان میں کود گئے۔ جو لوگ دروازے کی حفاظت کر رہے تھے انہیں اس کی مطلق خبر نہ ہو سکی۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپ پر غلبہ پالیا اور آپ کے بچوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ ایک شخص نے آپ کو قتل کرنا چاہا تو آپ کی زوجہ محترمہ سامنے آگئیں۔ وہ شخص بولا کہ انہیں ہٹا دیجیے۔ ہم صرف آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "تجھ پر افسوس ہے۔ میں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں کسی (غیر) عورت کو نہیں چھوا اور جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کبھی خود اپنے ستر عورت کو داہنا ہاتھ نہیں لگایا، کسی کی وہ قمیص نہیں اتاری جو خدا نے اسے پہنائی ہو۔ میں اپنی بات پر اس وقت تک قائم رہوں گا جب تک اللہ اہل سعادت کی تکریم اور اہل شقاوت کی تذلیل نہ کرے۔" یہ سُن کر وہ شخص باہر نکل آیا۔ کسی نے پوچھا: "کیا ہوا؟" اس نے جواب دیا: "میں نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں ان کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ جس نے انہیں قتل کیا اس کی نجات ناممکن ہے۔"

اس کے بعد بنی لیث کا ایک شخص آپ کو قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا: "تم کون ہو؟" اس نے جواب دیا: "میں قبیلہ بنی لیث سے ہوں۔" آپ نے فرمایا: کیا تم میرے حامی نہیں ہو؟" اس نے پوچھا: "وہ کیسے؟" آپ نے جواب دیا: "کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ تم لوگ ایک دن فلاں فلاں شخص کی حفاظت کرو گے؟" اس نے اثبات میں جواب دیا۔ تو آپ نے کہا: "لہٰذا تم میرے قتل میں ملوث مت ہو۔" یہ سن کر وہ شخص باہر نکلا اور اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر چلا گیا۔

اس کے بعد قبیلۂ قریش کا ایک شخص آگے بڑھا اور کہا کہ اے عثمانؓ میں آپ کا قاتل ہوں۔ آپ نے پوچھا: "تم کس قبیلے سے ہو؟" وہ بولا: "قریش سے۔" آپ نے فرمایا: "پھر تم ہرگز مجھے قتل نہیں کر سکتے۔" اس نے پوچھا: "کیوں؟" آپ نے فرمایا: "اس لیے کہ تمہارے قبیلے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں دن خدا سے مغفرت طلب کی تھی۔ لہٰذا تم ناحق خون نہیں بہا سکتے۔" یہ سُن کر وہ شخص بھی لوٹ آیا اور اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گیا۔ اس دوران میں عبداللہ بن سلام (ان واقعات سے بے خبر) مکان کے صدر دروازے پر کھڑے ہوئے لوگوں کو آپ کے قتل سے باز رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے: "لوگو! اپنے سروں پر اللہ کی تلوار کے طالب مت بنو۔ اگر تم نے انہیں قتل کر دیا تو اللہ کی تلوار (جہاں تک تمہارا سوال ہے) میان میں نہیں جائے گی۔ یہی وہی شہر ہے جہاں کبھی فرشتوں کی بھیڑ رہا کرتی تھی۔ اگر تم نے انہیں قتل کر دیا تو سمجھ لو کہ پھر اس شہر میں کبھی فرشتوں کا گزر نہیں ہو گا۔"

عبداللہ بن سلام کی یہ معقول بات سُن کر باغی بولے: "ارے یہودیہ کے بیٹے جا، تو کیا ہے اور یہ کیا ہے!" یہ

سُن کر عبداللہ بن سلام غمگین و ملول ہو کر واپس آ گئے۔

یونس طنافسی محمد بن یوسف اور وہ اپنے دادا کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نے ان کے دادا سے بیان کیا: "میں[1] نے مصریوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے خدا نے فتنے کی تلوار ہمارے درمیان سے اُٹھا لی ہے اور یہ نعمت خداوندی اس وقت تک زائل نہ ہو گی جب تک تم اپنے امام کو قتل نہ کرو گے۔ اگر تم نے انہیں قتل کر دیا تو (اللہ کی طرف سے[2]) یہ تلوار پھر اس وقت تک تمہارے سروں پر کھنچی رہے گی جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اس شہر میں فرشتوں کا نزول ہوتا رہا ہے، اگر تم نے انہیں (عثمانؓ کو) قتل کر دیا تو اس کے بعد فرشتے یہاں کبھی پر نہیں ماریں گے یعنی اس کے بعد تم انہیں صرف قیامت کے روز دیکھ سکو گے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ان (عثمانؓ) کا حق تم پر ایسا ہی ہے جیسا کسی باپ کا اپنے بیٹوں پر ہوتا ہے جن کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر ان کا باپ سو رہا ہو تو اسے جگانے یا اٹھانے کی کوشش مت کرو۔ چوتھی بات یہ ہے کہ وہ اب اپنی عمر طبعی کو آ پہنچے ہیں، پھر تمہاری حجت ختم ہو جائے گی بقول علمائے کرام ہر چیز یہاں تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان سے درگزر کرو بلکہ ان کی ہمت افزائی کرو۔" یہ کہہ کر عبداللہ بن سلام بقول خود وہاں سے ہٹ گئے۔

محمد و طلحہ اور ابی حارثہ و ابی عثمان بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے ان میں سب سے آخر میں آنے والے محمد بن ابوبکرؓ تھے۔ حضرت عثمانؓ ان سے بولے: "مجھے تم پر افسوس ہے کیا تم خدا پر غصہ اتار رہے ہو؟ میں نے صرف اتنا کیا ہے کہ جس کا حق تھا وہ تم سے لے کر اسے دے دیا۔" یہ سُن کر محمد بن ابوبکرؓ کا منہ شرم سے سرخ ہو گیا اور وہ واپس لوٹ گئے۔

غصن بن قاسم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ روایت ایک شخص سے سُنی جس نے اسے خنسا سے سُن کر بیان کیا۔ خنسا اُسامہ بن زید کی کنیز تھی اور حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ نائلہ بنت فرافصہ کے پاس آتی جاتی تھی۔ خنسا کا بیان ہے کہ جس دن کا یہ واقعہ ہے اُس روز وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں موجود تھی۔ اس نے بیان کیا کہ محمد بن ابی بکرؓ کسی طرف سے آپ کے سامنے آئے، آپ کی داڑھی پکڑی اور قریب تھا کہ آپ کے گلے پر خنجر پھیر دیں کہ اسی وقت آپ نے فرمایا: "اگر آج کو تیرا باپ زندہ ہوتا تو جس داڑھی کو تو نے پکڑ رکھا ہے اسے ہاتھ لگانے کا تو کیا سوال ہے وہ اس کی عزت کرتا۔"

---

[1] اصل متن میں 'قلتُ' کی جگہ 'قال' درج ہے (مرتّب)

[2] سیاق عبارت سے ربط کے لیے اضافہ (مرتّب)

خنسا کہتی ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کی زبان سے اتنا سنتے ہی محمد بن ابی بکر رضؓ نے شرما کر آپ کی داڑھی چھوڑ دی اور ندامت سے سر جھکائے واپس چلے گئے مگر دروازے پر پہنچ کر انہیں دوسرے لوگ مل گئے۔ محمد بن ابی بکرؓ ان لوگوں سے لڑ بھڑ کر دیر تک پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتے رہے لیکن دوسرے لوگ زیادہ تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ ان پر غالب آ گئے اور انہیں دھکیلتے ہوئے واپس مکان میں لے آئے۔ پھر انہوں نے محمد بن ابوبکر رضؓ کے ہاتھ میں لوہے کی ایک موٹی سلاخ دے کر انہیں آپ کی طرف آگے بڑھا دیا۔ ان لوگوں کے دباؤ سے انہوں نے آپ کے سر پر لوہے کی سلاخ ماری جس کی ضرب سے آپ کا سر پھٹ گیا اور اس کا خون بہہ کر قرآن شریف پر گرا جو اس وقت آپ تلاوت فرما رہے تھے۔ قرآن شریف آپ کے خون سے لتھڑ گیا۔ پھر آپ کے اردگرد لوگوں کی بھیڑ لگ گئی۔ ان میں سے ایک شخص نے آپ پر تلوار سے حملہ کرنا چاہا مگر اچانک آپ کی زوجہ حضرت نائلہ آپ کے اوپر گر پڑیں اور بولیں: "اے بنتِ شیبہ! (بزدل) کیا تو امیر المومنین کو قتل کرنا چاہتا ہے؟" یہ سن کر اس نے آپ پر تلوار ماری مگر حضرت نائلہ نے ہاتھ بلند کر دیا اور تلوار سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔

خنسا کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت عثمان رضؓ کا مکان لوٹا گیا اور ظالموں نے گھر میں ایک کیل تک نہیں چھوڑی۔ حضرت عثمان رضؓ کا سر قتل کے بعد قرآن شریف پر جھک گیا تھا۔ ایک شخص اُدھر سے گزرا جس نے ٹھوکر مار کر آپ کا سر قرآن سے ہٹا دیا اور بولا: "میں نے آج کی طرح کسی کافر کی شکل بہترین اور اس کی حالت خواب اتنی کرم نہیں دیکھی۔"

خنسا کہتی ہے کہ آپ کے مکان کو اس طرح لوٹا گیا کہ لوگ کھانے پینے کے برتن تک اپنے ساتھ لے گئے۔

محمد بن سعد اپنی کتاب "طبقات" میں لکھتے ہیں کہ جب باغی حضرت عثمان رضؓ کے مکان میں داخل ہوئے تو ان کے آگے آگے ایک پستہ قد شخص تھا جس کی شکل بھیڑیے جیسی تھی۔ وہ دروازے میں نمودار ہوا اور پھر لوٹ گیا۔ اس کے بعد محمد بن ابوبکر رضؓ تیرہ دوسرے اشخاص کے ساتھ دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ حضرت عثمان رضؓ کی طرف بڑھے اور آپ کی داڑھی پکڑی۔ پھر بولے: "مجھ سے آپ کو معاویہ، ابن عامر یا آپ کے خطوط چھڑا نہیں سکیں گے۔" آپ نے ایسی آواز میں جو گلے کی خرخراہٹ سے مشابہ تھی ان سے فرمایا: "اے میرے برادر زادے میری داڑھی چھوڑ دے، اے میرے برادر زادے! میری داڑھی چھوڑ دے۔"

ابن سعد اس کے بعد بیان کرتے ہیں کہ پھر محمد بن ابوبکر رضؓ کے ساتھیوں میں سے (باغیوں میں سے) ایک شخص آگے بڑھا۔ حضرت عثمان رضؓ کے سامنے ایک چوڑے پھل کا چھرا لے کر کھڑا ہوا اور اس سے آپ کے سر پر

لہ قلمی نسخ میں 'حدیدہ' کی جگہ 'جریدہ' درج ہے (مرتب)

وار کیا۔ اس کے بعد سب لوگ آپ پر جھپٹے اور آپ کو قتل کر دیا۔

اسی واقعے کو محمد بن عمر نے یوں بیان کیا ہے: مجھ سے عبد الرحمٰن بن عبد العزیز نے عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد کے حوالے سے بیان کیا کہ محمد بن ابی بکرؓ عمرو بن حزم کے مکان کی چھت سے حضرت عثمانؓ کے مکان میں کود کر داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ کنانہ بن بشر بن عتاب، سودان بن حمران اور عمرو بن الحمق بھی تھے۔ جس وقت وہ لوگ آپ کے قریب آئے تو حضرت عثمانؓ کی زوجۂ محترمہ حضرت نائلہ آپ کے پاس تھیں اور آپ قرآن شریف سورہ بقر تلاوت فرما رہے تھے۔

محمد بن ابو بکرؓ سب سے آگے بڑھے اور آپ کی داڑھی پکڑ کر بولے: "اے نعثل! یہ سمجھ لے کہ یہ تیری داڑھی میں نے نہیں بلکہ خدا نے پکڑی ہے۔" آپ نے جواب دیا: "میں نعثل نہیں بلکہ امیر المومنین اور اللہ کا بندہ ہوں۔" محمد نے کہا: "آج تجھے مجھ سے معاویہ اور فلاں فلاں نہیں چھڑا سکتے۔" حضرت عثمانؓ نے فرمایا: "اگر آج تیرا باپ ہوتا تو میری داڑھی نہ پکڑتا۔" محمد بن ابی بکر بولے: میں تیری داڑھی سے زیادہ اور کسی چیز پر قبضہ کرنا نہیں چاہتا۔" آپ نے فرمایا: "تیرے مقابلے میں اللہ میری مدد فرمائے گا اور میں اسی سے مدد کا خواستگار ہوں۔" محمد نے دوسرے ہاتھ سے تیر آپ کے سر پر مارا۔ پھر کنانہ بن بشر نے چھرے سے آپ کے کان کی طرف سے وار کر کے اسے آپ کے حلق تک اتار دیا اور پھر تلوار اٹھا کر آپ کو قتل کر دیا۔ اس واقعے سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ محمد بن ابی بکرؓ آپ کے قتل میں شریک تھے۔

ابن ابی عون سے مروی ہے کہ کنانہ بن بشر نے آپ کی پیشانی پر اس طرح ضرب لگائی کہ آپ کا سر سیدھا ہو گیا۔ پھر اس نے (خنجر سے) آپ کی پسلی پر وار کیا اور دوسرے پہلو پر سودان بن حمران نے وار کیا اور آپ کو قتل کر دیا۔ جس کے بعد عمرو بن الحمق جھپٹ کر آپ کے سینے پر چڑھ بیٹھا جب کہ آپ میں زندگی کی صرف ایک رمق باقی تھی اور بولا: "میں نے اسے نو طعنے دیے ہیں جن میں سے تین طعنے اللہ کی طرف سے دیے ہیں اور چھ طعنے اپنی طرف سے دیے ہیں جو اب تک میرے سینے میں گھٹن پیدا کر رہے تھے۔"

محمد بن عمر سے مروی ہے کہ ان سے زبیر بن عبد اللہ نے اپنی دادی کے حوالے سے بیان کیا۔ وہ کہتی ہیں کہ جب کنانہ بن بشر نے حضرت عثمانؓ پر چھرے سے وار کیا تو آپ نے فرمایا: بسم اللہ، میں نے (ہمیشہ) اللہ پر توکل کیا ہے۔ اور جب خون آپ کی داڑھی سے بہتا ہوا قرآن پاک پر جو آپ کے ہاتھ میں تھا قطرہ قطرہ ٹپکنے لگا اور جب دو طرف سے آپ کے دونوں پہلوؤں پر وار ہوا تو آپ کی زبان سے یہ کلمات تھے: "سبحان اللہ العظیم" اور آپ اسی طرح قرآن کی تلاوت فرماتے رہے جب کہ آپ کا خون اس پر بہتا رہا حتیٰ کہ ان قرآنی الفاظ پر آپ کا خون بہنا رک گیا: "اور ان کے مقابلے میں تمہیں خدا کافی ہے اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔" (۲ : ۱۳۷) اس آیت کے اختتام پر

آپ نے کلام پاک بند کر دیا اور اُدھر ان موذیوں نے ایک ساتھ حملہ کر کے آپ کو قتل کر ڈالا۔

راوی کہتا ہے کہ بخدا وہ[1] (حضرت عثمان رضؓ) شب کو عبادت گزاری فرماتے تھے، صلہ رحم کے عادی تھے اور مساکین کو کھانا کھلا کر اُس کا سارا خرچ خود برداشت فرماتے تھے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

عبداللہ بن سعید بن ثابت سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں: "میں نے مصحف عثمان رضؓ خود دیکھا ہے۔ اس میں "وعدو وعید" جیسے الفاظ پر خون کے داغ تھے۔ یہ مصحف بھی آپ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی کی طرح لوگوں کے پاس تھا۔"

سیف بن عمر اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں[2] کہ جب محمد بن ابو بکر حضرت عثمان رضؓ کے پاس سے لوٹنے لگے اور لوگوں نے آپ کا انکسار اور شرم وندامت محسوس کی تو قُتیرہ، سودان بن حمران، اس کے دو ساتھی اور غافقی آگے بڑھے (غافقی نے[3] آپ پر اس سلاخ سے وار کیا جو اس کے ہاتھ میں تھی اور قرآن کو ٹھوکر ماری، وہ اُچھل کر حضرت عثمان رضؓ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان آکر رکا اور اس پر (آپ کا) خون بہہ بہہ کر گرتا رہا۔ جب سودان بن حمران آپ پر وار کرنے کے لیے آگے بڑھا تو حضرت نائلہ (آپ کی زوجۂ محترمہ) ہاتھ اٹھا کر درمیان میں آگئیں تلوار آپ کے ہاتھ پر پڑی اور آپ کی انگلیاں کٹ گئیں تو آپ اس کی شدید تکلیف سے آہ وزاری اور واویلا کرنے لگیں۔ غافقی ان کی چھاتیاں ٹٹول کر بولا: "ارے یہ تو بہت بوڑھی ہے۔" یہ کہہ کر اس نے حضرت عثمانؓ پر ایک اور بھرپور وار کیا اور آپ کو قتل کر دیا۔

مذکورہ بالا روایت اس بات کا ثبوت ہے کہ محمد بن ابی بکر حضرت عثمان رضؓ کے قتل میں شریک نہیں تھے۔ وہ ان کے خلاف غصّے میں بھرے ہوئے آئے ضرور تھے اور یہ بھی ارادہ تھا کہ ان کے قتل میں دوسروں کی مدد کریں گے۔ اس وقت تک عثمان رضؓ ان کے ہاتھ سے بچے ہوئے تھے۔ سودان بن حمران نے آپ کے غلاموں میں سے جسے قریب آتا دیکھا اس کی گردن اڑا دی ایک غلام کو قتیرہ نے قتل کیا۔ پھر آپ کو بھی قتل کر دیا گیا اور اس کے بعد گھر کا سب سامان لوٹ لیا گیا۔ آپ کے آخری غلام کو بھی قتیرہ نے قتل کیا اور اس پر تین قتل کا الزام عائد ہوا۔

جہاں تک ایوان خلافت کا قصہ ہے تو اسے اچھی طرح لوٹا گیا حتیٰ کہ خواتین کے جسم پر جو زیور تھا وہ بھی اتار لیا گیا۔ حضرت نائلہ کا زیور جس شخص نے اتارا اس کا نام کلثوم تجیبی تھا۔ حضرت نائلہ رو کر بولیں: جس نے تجھے جنم دیا

---

[1] ابن سعد سے اضافہ (مرتّب)

[2] ابن سعد سے اضافہ (مرتّب)

[3] نسخۂ مطبوعہ: ۱/۳۰۱۷ (حوالہ از مرتّب)

اس مال پر مجھے افسوس ہے۔ عثمان رضؓ کے ایک غلام نے کلثوم تجیبی پر حملہ کیا مگر اس نے غلام کو قتل کر دیا۔ عثمان رضؓ کے آخری غلام کو بھی اسی نے قتل کیا۔

مکان میں جو باغی تھے وہ بلند آواز سے پکارے۔ بیت المال کو بھی لوٹ لو۔ بیت المال کے ارکان نے یہ آواز سُنی تو انہیں نہایت صدمہ ہوا۔ ان لوگوں میں بھی کچھ لوگ رو پڑے اور کچھ لوگ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ تاہم اسے بھی لوٹ لیا گیا اور وہاں صرف دو پھٹی ہوئی بوریاں رہ گئیں۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ عثمان رضؓ کو قتل کرنے کے بعد باغیوں نے آپ کا سر کاٹنا چاہا مگر آپ کی زوجہ نائلہ اور ام البنین اپنے بال نوچنے اور منہ پیٹتے ہوئے آپ پر گر پڑیں تو عبدالرحمٰن بن عُدیس بولا کہ چلو جانے دو مگر عُمیر بن ضابی نے آگے بڑھ کر (تلوار سے) آپ کی ایک پسلی کاٹ ڈالی اور بولا: "یہ اس کا انتقام ہے کہ تو نے میرے باپ کو قید کیا تھا اور وہ قید ہی میں مر گیا۔"

ابن اثیر کہتا ہے[1] کہ جس نے حضرت عثمان رضؓ کو قتل کیا وہ سودان بن حمران تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو کنانہ بن بشیر تجیبی نے قتل کیا (بہر حال جس نے بھی قتل کیا ہو) اس پر اور اس کے ساتھیوں پر خدا کی لعنت ہو اور ان سب پر بھی جنہوں نے آپ کے قتل میں (قاتل کی) اعانت کی یا اسے پسند کیا۔

حضرت عثمان رضؓ نے شب گزشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں فرماتے ہوئے سُنا تھا:

"کل شام کو تم ہمارے پاس روزہ افطار کرو گے۔"[2]

حضرت عثمان رضؓ ۳۵ سنہ ہجری میں ماہ ذی الحجہ کے انیسویں دن قتل کیے گئے۔ بعض روایات میں ۳۶ سنہ ہجری بھی آیا ہے۔ زہری کا بیان ہے: "عثمان رضؓ کو نماز عصر کے وقت قتل کیا گیا مگر بہر صورت آپ کا قتل ایام تشریق سے قبل ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا سن شریف اس وقت چوراسی سال تھا۔ بعض روایات میں اٹھاسی سال، بعض میں نوّے سال، بعض میں چھیاسی سال اور بعض میں صرف پچھتر سال ہی بیان کیا گیا ہے۔ آپ کے بارہ سالہ دورِ خلافت میں ابھی بارہ دن کم تھے کہ آپ شہید کر دیے گئے۔ بعض روایات میں آٹھ دن کم بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سہل نے قاسم کے حوالے سے کہا ہے: "لوگوں کا ارادہ آپ کو خلافت سے دست برداری پر مجبور کرنا تھا، مگر جب وہی لوگ اس کے لیے جنگ پر تیار ہو گئے تو آپ وفات پا گئے اگرچہ (بظاہر) آپ کو تلواروں سے شہید کیا گیا۔"

---

[1] ابن اثیر، ۳: ۷۰ (حوالہ از مرتب)

[2] حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "تم آج رات ہمارے پاس روزہ افطار کرو گے" مگر واقعے کی زمانی حیثیت کے اعتبار سے مفہوم وہی ہے جو ترجمہ میں پیش کیا گیا ہے (مترجم)

عثمان رضؓ کا ترکہ

جب حضرت عثمان رضؓ کو قتل کر دیا گیا[1] تو مکان میں ہر طرف شور و غل ہونے لگا۔ اس پر ایک شخص لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا: "کیا تم لوگ صرف عثمان رضؓ کے خون کو جائز سمجھتے ہو اور ان کے مال کو جائز نہیں سمجھتے؟" یہ سُن کر لوگوں نے آپ کے گھر کا سامان بھی لوٹ لیا۔ یہ دیکھ کر حضرت نائلہ چیخیں: "اے گنہگارو! اے اللہ کے دشمنو! کیا عثمان رضؓ کے قتل سے کوئی عظیم تر گناہ تم سے صادر ہو سکتا ہے خدا کی قسم تم نے انہیں اس وقت قتل کیا جب وہ روزے سے تھے اور کلام پاک کی رکوع بہ رکوع تلاوت کر رہے تھے۔" یہ سُن کر لوگ آپ کے مکان سے نکل گئے اور یہ حادثہ تین افراد کے قتل پر منتج ہوا۔ ایک خود حضرت عثمان رضؓ ایک آپ کا حبشی غلام اور تیسرا کنانہ بن بشر۔[2]

ابن سعد[3] نے طبقات میں اپنی اسناد کے ساتھ زہری، عبید اللہ (بن عبد اللہ)[4] بن عتبہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ موخر الذکر نے بیان کیا کہ عثمان رضؓ کے (ذاتی) خزانچی کے پاس آپ کے قتل کے روز تیس لاکھ پچھتر ہزار درہم اور ایک لاکھ پچاس ہزار دینار تھے وہ سب باغی لوٹ کر لے گئے۔ البتہ ربذہ کے ایک ہزار اونٹ بئر اریس[5]، بئر رومہ و خیبر اور وادی قُریٰ کے اوقاف آپ نے ترکے میں چھوڑے جن کی قیمت دو لاکھ دینار تھی۔

جنازے کی نماز اور تدفین

حضرت عثمان رضؓ کو جمعہ کے دن عصر کے بعد قتل کیا گیا اور اسی رات یعنی شب شنبہ کو آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کا ذکر اہل تواریخ و سیر نے کیا ہے ویسے ابن اثیر اپنی تاریخ میں بیان کرتا ہے کہ آپ کو تین دن تک دفن نہیں کیا گیا۔ پہلے حکیم بن حزام اور جبیر بن مطعم نے اس کے متعلق علی رضؓ سے گفتگو کی تو آپ نے اس کا انتظام کیا۔ جب ان لوگوں کو جنہوں نے آپ کو قتل کیا تھا اس کا علم ہوا تو وہ پتھر لے کر راستے میں کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ آپ کے اہل خانہ، زبیر، حسن بن علی، ابو جہم، اور مروان بن حکم جنازے کے گرد گھیرا ڈال کر اُسے مدینے کے ایک گوشے میں جسے "حَشِّ کوکب" کہا جاتا تھا اور جو بقیع سے کسی قدر ہٹ کر تھا لے گئے۔ حضرت علی رضؓ نے کچھ لوگوں کو بھیج کر باغیوں کو آپ کے جنازے پر سنگ باری سے منع کیا۔ آپ کے جنازے کی نماز جبیر بن مطعم نے پڑھائی۔ بعض روایات میں حکیم بن حزام البعض میں

---

[1] ابن سعد، ۳/۱ : ۵۲ (حوالہ از مرتّب)

[2] ضروری اضافہ (مرتّب)

[3] ابن سعد ۳/۱ : ۵۳ (حوالہ از مرتب)

[4] ابن سعد سے اضافہ (مرتب)

[5] ابن سعد میں "بئر اریس" درج ہے (مرتّب)

مروان اور بعض بن زبیر رضؓ کے نماز پڑھانے کا ذکر آیا ہے۔ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں یہی بیان کیا ہے۔ معاویہ جب مدینے آئے تو آپ نے "حشِ کوکب" "بقیع" میں شامل کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ ان کے خاندان کے مردے حضرت عثمان رضؓ کی قبر کے گرد و پیش دفن کیے جائیں حتیٰ کہ یہ نیا قبرستان بڑھتے بڑھتے عام مسلمانوں کے قبرستان سے جاملا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کے جنازے کی زیارت علیؓ، طلحہؓ، زید بن ثابتؓ، کعب بن مالک اور جو عام لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے کی۔ پھر آپ کے دیگر اصحاب نے بھی اس کی زیارت کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو غسل نہیں دیا گیا۔ بلکہ ایک شہید کی طرح انہیں کپڑوں میں دفن کر دیا گیا کیونکہ آپؓ مظلوم کی حیثیت سے قتل کیے گئے۔

ابن سعدؒ[1] نے اپنی (خصوصی) اسناد اور ربیع بن مالک بن ابی عامر اور ان کے والد کے حوالے سے روایت کی ہے کہ لوگ اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ ان کے مردے "حشِ کوکب" میں دفن کیے جائیں کیونکہ حضرت عثمان رضؓ نے ایک روز فرمایا تھا کہ جس مردِ صالح کو قتل کیا جائے گا وہ اسی طرح اور وہیں دفن ہوگا۔ چنانچہ لوگ ایسے مواقع پر اسی کی آس لگائے بیٹھے تھے اور خود عثمان رضؓ پہلے شخص تھے جنہیں وہاں دفن کیا گیا۔

یہ بیان بھی ابی عامر کے والد کا ہے کہ حضرت کی بیعت یکم محرم ۲۴ھ[2] ہجری کو کی گئی اور آپ کو، اللہ آپ پر رحم فرمائے، جمعہ کے دن بعد عصر جب کہ ماہ ذوالحجہ ۳۵ھ ہجری کی اٹھارہ راتیں گزر چکی تھیں قتل کیا گیا۔ اس روز آپ روزے سے تھے۔ آپ کو ہفتہ کی رات مغرب و عشاء کے درمیان "بقیع" کے ایک گوشے "حشِ کوکب" میں دفن کیا گیا جہاں آج بنی اُمیہ کا قبرستان ہے۔ آپ کی خلافت کا زمانہ بارہ دن کم بارہ سال رہا۔ آپ کو چوراسی سال کی عمر میں قتل کیا گیا۔ ابو معشر کے بیان کے مطابق آپ کی عمر اس وقت پچھتر سال تھی۔

لوگ کہتے ہیں کہ جب معاویہ حج سے لوٹے تو مدینے کے ایک بازار میں کچھ مکانوں کو دیکھ کر بولے: "ان پر ان کے گھروں میں ظلم کیا گیا۔ اللہ ان کے قاتلوں کو اور عثمان رضؓ کے قاتلوں کو ان کی قبروں میں عذاب دے گا۔" نیار بن مکرم کہتے ہیں کہ میں معاویہ کو دیکھ کر ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ مجھ پر بھی میرے گھر میں ظلم ہوا ہے اور میں ان میں سے چوتھا شخص ہوں جنہوں نے امیر المومنین (عثمانؓ) کا جنازہ اٹھایا، ان کے جنازے کی نماز پڑھی اور انہیں دفن کیا۔ اس کے بعد نیار بن مکرم کہتے ہیں کہ معاویہ مجھے پہچان کر میرے قریب آئے اب مجھے "ماموں" کہہ کر خطاب کیا اور کہا کہ "ان کے مکان کے دروازے کے سامنے مکان بنانے بند کرو" پھر مجھ سے پوچھا: ان (حضرت عثمانؓ)

---

[1] طبقات ابن سعد، ۳/۱: ۵۳ (حوالہ از مرتب)

[2] ابن سعد، ۴ ۵ (حوالہ از مرتب)

کا جنازہ کس وقت اٹھایا گیا اور انہیں کس وقت دفن کیا اور ان کے جنازے کی نماز کس کس نے پڑھی؟" نیار بن مکرم کہتے ہیں: "میں نے انہیں جواب دیا کہ جنازہ شب شنبہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان اُٹھایا گیا۔ جنازہ اٹھانے والوں میں میں تھا، جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام اور ابو جہم بن حذیفہ عدوی تھے مگر نماز جنازہ آگے بڑھ کر جبیر بن مطعم نے پڑھائی۔" معاویہ بولے: "تم ٹھیک کہتے ہو، تمہیں لوگ تھے جو ان کی اس مصیبت میں کام آئے۔"

ان غلاموں کا ذکر جو عثمانؓ کے ساتھ قتل کیے گئے

سیف بن عمر تمیمی ابی حارثہ ذابی عثمان اور محمد و طلحہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں کے بیان کے مطابق عثمان رضؓ ماہ ذالحجہ میں جب کہ مہینے کی اٹھارہ راتیں گزر چکی تھیں اور اس روز جمعہ کا دن تھا (اور)[1] لوگوں کا بیان ہے کہ جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو آپ کا آخری وقت تھا اور آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے: "اے اللہ! مجھے میرے نفس کی جانب مت دھکیل، میری عاجزی قبول فرما، مجھے دنیا کی طرف مت دھکیل۔ میرا نفس مجھے کمزور کرتا اور دنیا مجھے بدلنے کی کوشش کرتی ہے۔ مجھے انسانوں سے بچا کیونکہ انہوں نے مجھے ذلیل کیا ہے۔ تو مجھے میری آخرت کی بھلائی عطا فرما جہاں مجھے اب ہمیشہ کے لیے جانا ہے (اے اللہ!) مجھے دنیا سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ اٹھانا (اے اللہ!) میرے اور ان کے درمیان حائل ہو جا جو دنیا کے طالب ہیں اور تیری مخلوق سے بغض رکھتے ہیں۔ اور جو تیری مخلوق کے خیر خواہ ہیں انہیں یہ مطعون کرتے ہیں۔ اگر مجھے جمعہ میں مہلت ملتی تو میں انہیں بلا کر اپنا اور اپنے صبر کا مشاہدہ کراتا۔" اس کے بعد آپ کو قتل کر دیا گیا اور اسی ہنگامے میں آپ کا قاتل اور ناصر دونوں قتل ہو گئے۔ ان تین قتل کے بعد ہنگامہ رک گیا، گھر میں اس وقت تین افراد تھے، ایک مصریوں میں سے، ایک قاتل اور ایک قاتل کا قاتل۔

حضرت نائلہ نے عبدالرحمٰن بن عُدیس سے کہا: "تو ہی ان لوگوں میں ایک حساس انسان ہے، تو نے مجھ پر رحم کھایا اور میری بات مانی، اب خدا کے لیے ان لاشوں کو میرے سامنے سے اٹھوا دے۔" یہ سن کر عبدالرحمٰن مغلظات پر اُتر آیا۔ جب آدھی رات گزر گئی تو مروان آپ کے مکان میں آیا۔ اس کے ہمراہ زید بن ثابت، طلحہ بن عبیداللہ، علی، حسن بن علی اور کعب بن مالک بھی آئے نیز کچھ عام لوگ اور آپ کے کچھ ہم صحبت[2] بھی آئے۔ وہ لوگ آپ کو اس جگہ لے گئے جہاں بچے اور عورتیں دفن کی جاتی تھیں۔ آپ کے جنازے کی نماز مروان نے پڑھائی۔ پھر آپ کو وہاں "بقیع کی جانب لے جایا گیا اور اس کے ایک ملحق احاطے "حش کوکب[3]" میں دفن کر دیا گیا۔

---

[1] سیاق سے ربط کے لیے اضافہ (مرتب) [2] مطبوعہ نسخے میں (۳۰۴۹/۱) "من الصحابۃ" کی جگہ "من اصحابہ" درج ہے (مرتب)
[3] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر قلمی نسخے میں "حش" کی جگہ "حشان" درج ہے (مرتب)

جب صبح ہوئی تو آپ کے ان غلاموں کے جنازے (جنہیں آپ کے ساتھ قتل کر دیا گیا تھا[1]) اٹھائے گئے مگر جب انہیں آپ کے مکان سے باہر لایا گیا تو باغیوں نے ان کی تدفین کی مخالفت کی۔ چنانچہ انہیں بھی "حشِ کوکب" کی طرف لے جانا پڑا۔ جب مخالفین ہٹ گئے[3] تو ان میں سے دو غلاموں[4] کو عثمانؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ پانچ مرد اور ایک عورت تھی۔ عورت فاطمہ اُمّ ابراہیم بن عدی[5] تھی۔

دوسرے لوگوں کے لیے کنانہ بن بشر سے دریافت کیا گیا اور کہا گیا: "تم صحیح النسب عرب ہو اور رحم دل ہو۔ تمہیں بتاؤ کہ ان دوسرے لوگوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا کیا انتظام کیا جائے۔" وہ بولا: "جملہ مصریوں میں میں ہی تنہا آلِ عثمانؓ کا ہمسایہ ہوں۔ مجھ سے انہیں کی رفاقت کے بارے میں دریافت کرو۔ جہاں تک دوسروں کا تعلق ہے انہیں باہر نکالو، ان کے پاؤں میں رسّی باندھو اور انہیں کھینچتے ہوئے لے جا کر کسی گڑھے میں ڈال دو تاکہ انہیں کتے کھا جائیں۔"

اس روز عثمانؓ کے ساتھ جو غلام قتل ہوئے انہیں لوگوں نے ان کے کردار اور مظلومیت کی بنیاد پر 'الغالب' کہہ کر یاد کیا۔ آپ کے تیسرے غلام کا نام لوگوں کو یاد نہیں رہا۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ جمعہ کے دن قتل کیے گئے اور شب شنبہ کو نصف شب کے وقت آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کی عمر اس وقت نراسی سال تھی۔ چونکہ آپ شہید تھے اس لیے آپ کو غسل نہیں دیا گیا اور انہیں کپڑوں میں دفن کر دیا گیا جو خون آلود تھے۔ آپ کے دو غلاموں کو بھی غسل دیے بغیر دفن کر دیا گیا۔ دوسرے دو غلاموں کو کھینچ کر گڑھے میں ڈال دیا گیا اور انہیں کتے کھا گئے۔

مذکورہ بالا روایت سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ کنانہ بن بشر قتل نہیں ہوا بلکہ اس سے دو غلاموں کی لاشوں کے ٹھکانے لگانے کے بارے میں دریافت کیا گیا اور اسی کے حکم سے انہیں کھینچ کر گڑھے میں ڈالا گیا اور انہیں کتے کھا گئے۔ اسی روایت سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ یہ دو موخر الذکر غلام ان دو غلاموں کے علاوہ تھے جنہیں عثمانؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

۱؎ مطبوعہ نسخے سے اضافہ (مرتّب)

۲؎ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲ (مترجم)

۳؎ قلمی نسخے میں 'الفتشو' درج ہے (مرتّب)

۴؎ مطبوعہ نسخے سے اضافہ (قلمی نسخے میں 'منہم' کی جگہ 'بہا' مرقوم ہے (مرتّب)

۵؎ قلمی نسخے میں 'عدی' کی جگہ 'عربی' مرقوم ہے (مرتّب)

آدھی رات کے وقت "حشِ کوکب" میں دفن کیا گیا اور ان دوسرے دو غلاموں کے علاوہ جنہیں وہاں دفن کرنے سے روک دیا گیا دو اور غلاموں کو بھی وہیں آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ عثمان رضؓ کے جنازے کی نماز سے کسی کو روکا نہیں گیا۔ آپ کے جنازے کی نماز مروان نے پڑھائی۔ "حشِ کوکب" اہل مدینہ میں سے ایک شخص کوکب کا احاطہ تھا اور اسی کے نام سے منسوب تھا۔ اس زمانے میں اس احاطے کے اندر حشیش اگائی جاتی تھی جس طرح آج کل اریاف میں اگائی جاتی ہے۔ اہل اریاف اہل قریہ اور اہل مضافات میں سے ہیں۔ حضرت عثمان رضؓ کے ان دو غلاموں کے ہمراہ جنہیں آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا اور آپ کے جنازے کی نماز مروان نے پڑھائی۔ آپ کے جنازے کے ساتھ آپ کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ اور بیٹی روتی ہوئی نکلیں۔

قتل عثمان رضؓ کے بعد لوگوں کی پشیمانی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد لوگ بہت پچھتائے اور ان پر جو شیطنت سوار تھی وہ غائب ہوگئی۔ جب آپ کے قتل کی خبر زبیر رضؓ کو پہنچی تو وہ بولے: "انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ عثمان رضؓ پر رحم کرے اور (آخرت میں) ان کی مدد فرمائے۔" جب انہیں اطلاع دی گئی کہ اب ساری قوم پشیمانی میں مبتلا ہے[1] تو وہ بولے: "اب یہ خاک ہوکر تباہ ہوگئے" (اب) ان میں اور ان کی خواہش کی چیزوں میں پردہ حائل کر دیا گیا جیسا کہ پہلے ان کے ہم جنسوں سے کیا گیا وہ بھی الجھن میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے تھے (۳۴: ۵۴) جب طلحہ رضؓ کو آپ کے قتل کی خبر ملی تو وہ بولے: "اللہ عثمان پر رحم کرے اور ان کی اور اسلام کی مدد فرمائے۔" جب ان سے کہا گیا کہ اب ساری قوم پشیمانی کا اظہار کر رہی ہے تو وہ بولے: "خدا انہیں ہلاک کرے! پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی: "پھر نہ تو وہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں میں واپس جا سکیں گے" (۳۶: ۵۰) جب آپ کے قتل کی خبر علی رضؓ کو دی گئی تو وہ بولے: "اللہ عثمان پر رحم فرمائے۔ انہوں نے کار خلافت بڑی خیر و خوبی کے ساتھ سر انجام دیا۔" جب ان سے کہا گیا کہ اب ساری قوم نادم ہے تو انہوں نے قرآن کی یہ آیت پڑھی: "(منافقین کی) مثال شیطان کی سی ہے کہ انسان سے کہتا رہا کہ کافر ہو جا جب وہ کافر ہوگیا تو کہنے لگا کہ مجھے تجھ سے کچھ سروکار نہیں مجھے تو خدائے رب العالمین سے ڈر لگتا ہے" (ترجمہ) (۵۹: ۱۶)

جب سعد بن عاص[2] کو جو مدینے سے باہر تھے بلایا گیا اور انہیں عثمان رضؓ کے قتل کی اطلاع دی گئی تو وہ بولے: "مجھے ان کے قتل کا یقین نہیں آتا۔" جب انہیں بڑی مشکل سے یقین دلایا گیا تو انہوں نے کہا: ہم کتّے سے

---

[1] قلمی نسخے میں 'نادمون' کی جگہ 'نادبین' مرقوم ہے (مرتب)

[2] اضافہ از مترجم ۱۲ -

مدینے کو اپنا دین لے کر فرار ہوئے تھے۔ اب اس دین میں بقدر ایک (اور) شخص کے کمی واقع ہوگئی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے قرآن کی یہ آیت پڑھی: "وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں" (ترجمہ) (۱۸: ۱۰۴)۔ پھر بولے: "اے اللہ! (پہلے) انہیں پشیمان کر پھر ان کی گرفت کر۔" زبیرؓ بھی آپ کے قتل کی خبر سن کر آپ کو دیکھنے آئے اور اس کے بعد انہیں مدینے میں قیام ناپسند رہا، صرف اسے مکّہ کی طرح دار الحرب سمجھ کر وہاں قیام پذیر رہے۔

ابی عمر مدنی نے زید بن اسلم اور (عبد اللہ)[1] بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ زبیرؓ نے آپ کے قتل کی خبر سن کر اور پھر اس کا مشاہدہ کر کے یہ آیت پڑھی: "جو لوگ خدا کی آیتوں کو نہیں مانتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے اور جو انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں انہیں بھی مار ڈالتے ہیں انہیں دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو (ترجمہ) (۳: ۲۱) پھر بولے: "یہی وہ لوگ ہیں جو انصاف کا حکم دینے والوں کو مار ڈالتے ہیں۔" اس سے ان کا اشارہ قاتلین عثمانؓ کی طرف تھا۔ اور قرآن میں جن مقتولین کا ذکر ہے ان میں عثمانؓ کو شمار کیا

محمد بن کریب نے نافع بن عمرؓ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ نافع بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ملا جب کہ وہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے عامل تھے اور انہیں آپ کے قتل کی خبر سنائی تو انہوں نے آپ کے دورِ خلافت کی تعریف کی اور کہا: "خدا کی قسم وہ ان لوگوں میں سے تھے جو انصاف کا حکم دیتے ہیں۔" پھر بولے:

"کاش ان کی جگہ آج میں قتل ہوا ہوتا!"

عبد اللہ بن سعید بن ثابت اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ موخر الذکر نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت دفن کیا گیا اور آپ کی قبر پہ ان سب لوگوں نے حاضری دی جو مدینے میں ٹھہرنا چاہتے تھے یا وہاں سے جانا چاہتے تھے۔ جب آپ کی نماز جنازہ ہو چکی اور آپ کو دفن کر دیا گیا تو جو لوگ (مدینے میں) ٹھہرنا چاہتے تھے ٹھہر گئے اور جو لوگ وہاں سے جانا چاہتے تھے چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ کہتی تھیں کہ (اب) بلاؤں کا ہجوم ہو گیا ہے اور اسلام کے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔

خلید بن زفر اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عاصؓ[2] مدینے سے چلے گئے اور زبیر رضی اللہ عنہ بھی چلے گئے۔ ولید بن عتبہؓ[3] مکے کی طرف چلے گئے۔ اور اس کے بعد سعید بن عاص نے بھی مدینہ چھوڑ دیا۔ کچھ

---

[1] اضافہ از مترجم ۱۲۔

[2]، [3] اضافہ از مترجم ۱۲۔

لوگ قتل کے خوف سے بھی مدینہ چھوڑ گئے۔ جو لوگ مدینے میں باقی رہ گئے انہیں غافقی نماز پڑھاتا تھا اور اس کی نیابت کنانہ بن بشر کرتا تھا۔ ان لوگوں نے لاکھ جتن کیے کہ اہل مدینہ میں سے کوئی شخص ان کی سربراہی پر آمادہ ہو جائے مگر ایسا ایک شخص بھی انہیں نہ مل سکا اور مایوس ہو کر انہوں نے سمجھ لیا کہ قیام خلافت کے بغیر اصلاح کار ناممکن ہے۔

باب ہشتم

عثمان رضؓ کے سن شریف اور مدّت خلافت کی توضیح

عثمان رضؓ کا قتل ماہ ذی الحجہ کی ۱۹ ار تاریخ، جمعہ کے دن، عصر کے بعد، سنہ ۳۵ ہجری کو وقوع پذیر ہوا۔ سال قتل سنہ ۳۶ ہجری بھی بتایا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حادثہ ایامِ تشریق کے دوران پیش آیا۔ ایام تشریق کی روایت کے سلسلہ میں حسّان کا یہ شعر پیش کیا جا سکتا ہے ؎

عید الضحیٰ سے قبل کی وہ صبح کاذب جو طلوع سحر کے بعد عنوان سجود
بنتی ہے، جس کی رات قرآن خوانی میں اور (بعد کا) دن تسبیح میں بسر ہوتا
ہے گزر چکی تھی (مفہوم)

حسّان بن ثابت[1] کا مذکورہ بالا شعر اس دن کی قربت کی علامت ہے جس میں آپ کا قتل وقوع پذیر ہوا اور اس کی صحت ادنیٰ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس روز آپ کی عمر چوراسی سال تھی۔ بعض روایات میں چھیاسی سال۔ بعض میں اٹھاسی سال اور بعض روایات میں نوّے سال منقول ہے۔ ابو معشر کے بقول اس روز آپ کی عمر (کُل) پچھتر سال تھی اور آپ کی مدّت خلافت بارہ سال میں بارہ دن کم۔ ایک روایت میں آٹھ دن کم بھی آیا ہے۔ باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

سیف بن عمر تمیمی محمد بن عبد اللہ اور ابی عثمان کے حوالے سے راوی ہیں کہ موخر الذکر نے بیان کیا انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمان کی طرف بھیجا تھا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے ایک یہودی کاہن سے کوئی بات سُنی جو تصدیق

---

[1] اضافہ از مترجم ۱۲-

کرنے پر حرف بحرف درست نکلی۔ ابی عثمان کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس کاہن کو بلوایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارے میں دریافت کیا۔ پھر پوچھا کہ آپ کے بعد آپ کا خلیفہ کون ہوگا؟ ۔ وہ بولا: "جس نے آپ کو خط لکھا ہے مگر اس کی مدت خلافت قلیل ہوگی۔"

میں نے پوچھا: "ان کے بعد؟" تو وہ بولا: "وہ شخص انہیں کی قوم کا ہوگا اور مرتبہ میں بھی انہیں کے برابر ہوگا۔" میں نے پوچھا: "ان کی مدت خلافت کتنی ہوگی؟" تو اس نے جواب دیا: "اس کی مدت خلافت تو طویل ہوگی مگر اسے قتل کر دیا جائے گا۔" میں نے دریافت کیا: "دھوکے سے یا آمنے سامنے؟" وہ بولا: "دھوکے سے" پھر میں نے پوچھا: "ان کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟" وہ بولا: "اسی کی قوم کا ایک شخص جو مرتبہ میں اپنے پیشرو کے برابر ہوگا۔" ابی عثمان کہتے ہیں: "میں نے پوچھا "ان کی خلافت کتنے عرصے تک رہے گی؟" وہ بولا: "طویل عرصے تک مگر اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔" میں نے پوچھا "دھوکے سے یا آمنے سامنے؟" وہ بولا: "آمنے سامنے" میں نے کہا: "یہ تو بہت بُری بات ہوگی۔" پھر میں نے پوچھا: "ان کے بعد کون ہوگا؟" وہ بولا: "اسی کی قوم کا ایک اور شخص ہوگا مگر اس کی حکومت کے دوران لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور دونوں طرف سے بڑی سخت جنگ ہوگی اور اس سے قبل کہ لوگ اس کے حق میں متفق ہوں اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔" میں نے پوچھا: "دھوکے سے یا آمنے سامنے؟" وہ بولا: "آمنے سامنے نہیں دھوکے سے اور پھر لوگوں کو ایسا شخص ڈھونڈے سے نہ ملے گا۔"

ابی عثمان کہتے ہیں: "اس کے بعد میں نے اس یہودی کاہن سے پوچھا: "پھر اس کے بعد کون شخص ہوگا؟" وہ بولا "اس کے بعد فلسطین کا امیر حاکم ہوگا۔ اس کی حکومت پر لوگ مجتمع ہو جائیں گے مگر وہ اپنا الگ فرقہ بنا لے گا اور یہی قوم میں انتشار کا سبب ہوگا۔"

عثمانؓ کے زمانے میں شہروں کے عمال

عطیہؒ سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اس وقت کوفہ میں آپ کی جانب سے نماز کی نیابت ابوموسیٰ کرتے تھے اور اس کے اطراف میں خراج کی وصولی پر جابر بن قلاں المزنی مامور تھے۔ وہ اور سماک انصاری وہاں[۲] مذہبی امور کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ اور صاحب جائداد تھے۔ ان اطراف میں افواج کے کمانڈر قعقاع بن عمرو تھے۔ مصر کے پورے علاقے کے فوجی کمانڈر ایک شخص تھے جن کو قوم مسمّون کہا جاتا تھا مگر عثمانؓ کی وفات کے ساتھ ان کا یہ عہدہ بھی جاتا رہا۔ یہی وہ شخص تھے جنہوں نے اہل حمص کی حمایت میں حضرت عمرؓ کے خط کا جواب دیا تھا اور

---

[۱] نسخہ مطبوعہ ۱: ۳۰۵۸ (حوالہ از مرتّب)

[۲] وہاں = اس طرف (مطبوعہ نسخے میں "الی جنب" کی جگہ "الی جانب" درج ہے (مترجم و مرتّب)

وہ شخص بھی یہی تھے جس نے یزید اور اُشتر کو عثمان رضؓ کی معزولی سے روکا تھا۔

موصل کے عامل حکیم بن سلامہ، قرقیسہ کے جریر بن عبداللہ، آذربائیجان کے اشعث بن قیس، حلوان کے عتیبہ بن[5] نہاس، ماہ کے مالک بن حبیب تھے۔ موخر الذکر وہی شخص ہیں جن سے زیاد نے پوچھا تھا: "اب وہ سو اشخاص کون سے باقی ہیں جو اللہ کی مخالفت میں کسی کی زبان سے کچھ سُن کر بھولتے نہیں۔" انہوں نے کہا تھا: "مجھے تو معلوم نہیں۔" اس پر زیاد نے کہا تھا: "ان میں سے ایک تو میں ہوں۔" اور انہوں نے جواباً کہا تھا: "اور میں بھی یقیناً ان میں سے ہوں۔" اس پر زیاد نے کہا تھا: "ہاں ہاں، ایک تم بھی ہو۔"

اس زمانے میں ہمدان کے عامل نُسیر، رے کے سعید بن قیس، اصفہان کے سائب بن اقرع، ئسبذان کے حُبیش، قومس کے جَبلہ بن جیوہ الکنانی، جرجان کے ذوالجوشن خبابی اور رئیس بیت المال عقبہ بن عمرو تھے۔

جب ذمیت کے معاملے میں الجھنیں پیدا ہوئیں اور نوبت لڑائی تک پہنچی تو طبرستان میں اس کی سربراہی سعید نے کی اور باہمی معاہدے کے بعد وہاں کے لوگ وہی محصول دینے لگے جو پہلے دیتے تھے۔ جرجان کے ذمیوں کا قضیہ بھی انہیں نے نمٹایا تو صول اور جرجان دونوں حسب سابق محصول دینے پر آمادہ ہوگئے۔ ان جملہ اطراف میں فتوحات کے سربراہ سعید ہی تھے۔

عثمان رضؓ کی طرف سے مکہ کے عامل عبداللہ حضرمی، طائف کے قاسم ابن ربیعہ ثقفی، صنعا کے یعلی بن منیۃ[2]، جند کے عبداللہ بن ربیعہ، بصرے کے عبداللہ بن عامر، شام کے معاویہ اور معاویہ کے نائبین حمص میں عبدالرحمٰن بن خالد، قنسرین میں حبیب بن مسلمہ، اُردن میں ابوالاعور سلمی اور فلسطین میں علقمہ بن حکیم الکنانی تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن قیس فزاری کو امیر البحر اور ابو دردا رضؓ کو چیف جسٹس مقرر فرمایا تھا ابو دردا رضؓ آپ کے واقعہ قتل سے قبل ہی فوت ہوگئے تھے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر قلمی متن میں 'عتبہ' مرقوم ہے (مرتب)

[2] مطبوعہ نسخے میں یہی ہے مگر قلمی متن میں 'منبہ' مرقوم ہے (مرتب)

باب نہم

حضرت عثمان رضہ کے اوصاف آپ کا لباس و خضاب اور آپ کی انگوٹھی

محمد بن عمر[1] سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں: "میں نے عمرو[2] بن عبد اللہ بن عنبسہ، عروہ بن خالد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان اور عبد الرحمٰن بن ابی زناد[3] سے عثمان رضہ کے اوصاف کے بارے میں دریافت کیا تو ان کے اقوال میں ذرہ بھر اختلاف نہ تھا۔ ان سب نے یہی کہا کہ آپ نہ تو کوتاہ قامت تھے نہ طویل القامت، چہرے پر حسن تھا، شکل و شمائل میں نزاکت تھی، پیشانی پر ذہانت اور خردمندی و دانشوری کے آثار تھے، ریش مبارک گھنی[4] اور لمبی[5] تھی، رنگ گندمی تھا، شانے کشادہ، سینہ فراخ اور پُر گوشت، سر پر کثرت سے گھونگریالے اور گھنے بال اور داڑھی کا رنگ بھورا تھا۔ آپ گھونگریالے بالوں والے اور عوامی فلاح و بہبود کے سلسلے میں تیز قدم مشہور تھے۔

واقد بن ابی بشیر[6] کہتے ہیں کہ آپ کی مسواک تک میں کثرت سے سونا تھا۔ مطلب یہ کہ بے شمار فلاحی کام آپ کے سونے (دولت) سے سرانجام پائے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے (۱: ۳۰۵۴) اور طبقات ابن سعد میں یہی ہے مگر قلمی متن میں ربیعہ مرقوم ہے (مرتب)

[2] " " اور " " " " " " " " " " "عمر" مرقوم ہے (مرتب)

[3] " " اور " " " " " " " " " "زیاد" مرقوم ہے (مرتب)

[4] مطبوعہ نسخے اور طبقات ابن سعد میں "کبیر" مگر قلمی متن میں "کثیر" تحریر ہے (مرتب)

[5] " " " " " میں "عظیمھا" ہی ہے مگر قلمی متن میں "عظیما" مرقوم ہے (مرتب)

[6] طبقات ابن سعد میں "بشیر" کی جگہ "یاسر" درج ہے (مرتب)

محمود بن لبید سے مروی ہے کہ انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ کی مادہ خچر[1] پر زرد رنگ کے دو کپڑے تھے اور آپ کے دونوں شانوں پر زلفیں[2] لہرا رہی تھیں۔

صلت کہتے ہیں: "میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے دیکھا، آپ سیاہ کرتہ پہنے ہوئے تھے اور داڑھی پر مہندی کا خضاب تھا۔

سُلیم ابی عامر کا قول ہے کہ انہوں نے عثمان رضؓ کو یمنی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا جس کی قیمت سو درہم ہوگی۔

محمد بن ربیعہ بن حارث کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اپنی بیویوں کے پاس (حتی الامکان) خوشنما اور پُر تجمل[3] لباس میں جاتے تھے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں: "میں نے عثمان رضؓ کو "پھول دار" ریشم جیسے باریک اون کی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا۔ جس کی قیمت سو درہم ہوگی، آپ کا لباس عموماً بیش قیمت ہوتا تھا اور آپ خوشنما اور مزین لباس زیب تن فرما کر مسرور نظر آتے تھے، میں اور دوسرے لوگ بھی انہیں اس لباس میں دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔

محمد بن عمر[4] اسحٰق بن یحییٰ اور ان کے چچا موسیٰ بن طلحہ کے حوالے سے کہتے ہیں:

"میں نے حضرت عثمان رضؓ کو دیکھا ہے۔ آپ جمعہ کی نماز کے لیے (عموماً) زرد رنگ کا کرتہ پائجامہ زیب تن فرما کر تشریف لے جاتے تھے۔ مؤذن اذان دیتا تھا تو آپ منبر پر تشریف لے جاتے تھے اور تشریف فرما کر لوگوں سے ان کے مال کے نرخوں کے اتار چڑھاؤ، ان کے کاروبار، تکالیف اور امراض کے متعلق سوالات کرتے تھے۔ جب مؤذن اذان دینے سے فارغ ہو جاتا تھا تو آپ عصا ہاتھ میں لے کر خطبہ دیتے تھے، پھر بیٹھ کر لوگوں سے مذکورہ بالا قسم کے سوالات کرتے تھے اور پھر دوسرے خطبے کے لیے کھڑے ہوتے تھے اور اس کے بعد منبر سے اتر آتے تھے تو مؤذن نماز کی اذان دیتا تھا۔"

واقد بن ابی بشر[5] سے منقول ہے کہ عثمان رضؓ کو چونکہ سلسل البول کا مرض تھا اس لیے اس کے علاج کے ساتھ ساتھ آپ ہر نماز کے لیے تازہ وضو کیا کرتے تھے۔

جعفر بن محمد اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ انگوٹھی ہمیشہ داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے اور

---

[1] ابن سعد (۳/ ۱: ۲۹) سے اضافہ (مرتب)

[2] ابن سعد میں یہی ہے مگر قلمی متن میں 'غدیرتان' کی جگہ 'غدیران' مرقوم ہے (مرتب)

[3] ابن سعد سے اضافہ (مرتب)

[4] قلمی متن میں 'عمر' کی جگہ 'عمرو' مرقوم ہے (مرتب)

[5] ابن سعد میں 'یسار' درج ہے (مرتب)

اسی طرح علی رضہ داہنے ہاتھ ہی میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

اُسامہ حماد بن اُسامہ علی بن سعدہ اور عبد اللہ رومی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضہ رات کی نماز (یا تہجد کے لیے) خود وضو کرتے تھے۔ جب آپ سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ اپنے خادموں میں سے کسی کو حکم دے دیا کریں کہ وہ آپ کو وضو کرا دیا کرے تو آپ کو آرام رہے گا۔ اس پر آپ نے جواب دیا: "رات ان لوگوں کے آرام کے لیے ہے۔"

محمد بن ربیعہ کلابی اُمّ غراب[1] اور ان کی بیٹیوں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عثمان رضہ وضو کے بعد جسم پہ اس کا پانی (کسی کپڑے سے) خشک کر لیا کرتے تھے۔

ابن عباس رضہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "کیا ایسا (گونگا بہرا) اور وہ شخص جو (جو سنتا بولتا اور) لوگوں کو انصاف کرنے کا اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے دونوں برابر ہیں۔" عثمان رضی اللہ عنہ کے اوصاف میں ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد میں یہی نام ہے مگر قلمی نسخے میں 'ام غراب' کی جگہ 'ام اعراب' مرقوم ہے (مرتب)

باب دہم

عثمانؓ کے سیرت و فضائل کے بیان میں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابا عبداللہ تھی۔ یہ کنیت اس بیٹے کے نام کی نسبت سے تھی جو حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے تھے۔ آپ ذی النورین کے لقب سے ملقب تھے۔ کیونکہ آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کا (یکے بعد دیگرے) عقد ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی نبی کی دو بیٹیاں عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا کسی فرد واحد کے عقد میں نہیں آئیں اور (چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اس لیے) اب قیامت تک ایسا نہیں ہو سکتا۔

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی تھے جنہوں نے بئر رومہؓ خرید کر عام مسلمانوں کے لیے فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا اور اس کنویں سے اپنے حصے کا پانی ایک عام مسلمان کے برابر لیتے تھے۔ آپ نے مسجد نبوی کے لیے جو زمین خرید کر اس میں شامل کی اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے اس وعدہ پر لیا کہ آپ کو اس کے بدلے میں ہزار گنا نعمتیں (بہشت میں) ملیں گی۔

عثمانؓ نے لشکر عسرہ کے لیے کل ساز و سامان اپنے پاس سے مہیا کیا۔ اس کا ذکر ہم انشاء اللہ آئندہ صفحات میں تفصیل سے کریں گے۔

حسان بن زید کہتے ہیں: "میں نے حضرت علیؓ کو بلند آواز میں لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم میرے اور عثمانؓ کے باہمی تعلقات کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہو حالانکہ میرے اور ان کے باہمی تعلقات کی نوعیت وہ ہے جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی اس آیہ شریفہ میں دی ہے: "اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہو گی اس کو ہم نکال کر

لہ رومہ کا کنواں ۱۲۔

(صاف) کر دیں گے (گویا) بھائی بھائی تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں (۱۵ : ۴۷)

آپ قدیم الاسلام تھے۔ آپ اس سے پہلے اسلام لائے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الارقم میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ آپ نے حبشہ کی طرف دو بار ہجرت فرمائی جب کہ حضرت رقیہؓ (بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بھی آپ کے ہمراہ تھیں (رضی اللہ عنہا)

رسول کریمؐ کی دو بیٹیوں کے ساتھ آپ کے عقد مسنونہ کا بیان

محمد بن حسین آجری کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی پہلی فضیلت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں (یکے بعد دیگرے) آپ کے عقد میں آئیں۔ یہ وہ فضیلت ہے جو تخلیق آدم سے لے کر کسی فرد واحد کے حصہ میں آئی نہ اب قیامت تک آئے گی کیونکہ آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریمؐ تک کسی نبی کی دو بیٹیاں کسی فرد واحد کے عقد میں عثمان رضؓ کے سوا نہیں آئیں نہ اب قیام قیامت تک اس کا امکان ہے (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں)

آپ کے کرامات کثیرہ، مناقب جمیلہ اور فضائل حسنہ میں یہ فضیلت بھی بڑی عظیم فضیلت ہے کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ آپ مظلوم کی حیثیت سے قتل کیے جائیں گے اور آپ کو صبر کا حکم دیا تھا چنانچہ آپ نے قتل کے وقت تک صبر کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو باہمی خونریزی سے بچا لیا۔

عطاؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ سے وحی کے ذریعہ ارشاد فرمایا کہ میں اپنی (دوسری بیٹی بھی) عثمانؓ بن عفان کے حبالۂ عقد میں دوں۔"

یہ بھی مذکورہ بالا راوی یعنی عطاؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ عبد الکریم بن رَوح بن عنبسہ بن سعید کے حوالے سے بیان کیا کہ عبد الکریم نے کہا کہ ان سے ان کے والد نے اور ان کے والد سے ان کے دادا نے ام عیّاش کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ موخر الذکر کہتی ہیں:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا: "میں نے ام کلثومؓ کا عقد وحی خداوندی کے بغیر نہیں کیا۔"

عطاؒ اپنی اسناد کے ساتھ اسامہ بن زید کے حوالے سے کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا۔ اسامہ بن زید کہتے ہیں:
"(ایک دن) مجھے رسول اللہ صلعم نے کاغذ میں گوشت دے کر عثمان رضؓ کے گھر بھیجا۔ جب میں ان کے مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میاں بیوی کی ایسی (حسین) جوڑی میں نے اس سے قبل زندگی میں کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میں کبھی عثمان رضؓ کو دیکھتا تھا اور کبھی رقیہؓ کو!"

اسی راوی نے اپنی اسناد کے ساتھ ابی زنادؒ، اعرج اور ابو ہریرہ رضؓ کے حوالے سے یہ روایت بھی بیان کی ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "(ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے دروازے پر عثمانؓ بن عفان سے ملاقات فرمائی اور ارشاد فرمایا:

یا (ابنِؒ) عفّان! یہ جبریل علیہ السلام ہیں، انہوں نے مجھے (ابھی) خبر دی ہے کہ اللہ عزوجل نے تمہاری شادی ام کلثوم کے ساتھ کر دی ہے اور جیسا کہ اس نے اس سے قبل رقیہ کو تمہاری مصاحبت میں دیا تھا انہیں بھی دے دیا ہے۔"

ابی زناد نے اعرج اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ابو ہریرہ رضؓ نے بیان کیا:

"(ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قبرستان میں) اپنی دوسری صاحبزادی (ام کلثومؓ) کی قبر پر ٹھہرے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اے ابوایّم، اے اخوایّم، میں نے اپنی اس بیٹی کو عثمان رضؓ کی زوجیت میں دیا تھا۔ اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں ان سب کو (یکے بعد دیگرے) عثمان رضؓ کی زوجیت میں دے دیتا اور میں نے (اب تک) جن بیٹیوں کو ان کے حبالۂ عقد میں دیا ہے انہیں بھی آسمان سے وحی آئے بغیر نہیں دیا۔" ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اگر میری کوئی تیسری بیٹی ہوتی تو اسے بھی میں تمہاری زوجیت میں دے دیتا۔"

عثمانؓ کی طرف سے بئرِ رومہ کی خریداری اور مسلمانوں کے لیے اس کا وقف

عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں وارد ہوئے تو یہاں بئرِ رومہ کے علاوہ میٹھے پانی کا کوئی دوسرا کنواں نہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا: "جو شخص بئرِ رومہ کو خریدے گا اور اس میں سے اپنے لیے اتنے ہی ڈول پانی لے گا جتنے کوئی دوسرا مسلمان لے اور وہ یہ کام (ایثار) صرف کارِ خیر سمجھ کر کرے تو اس کے لیے جنّت ہے۔" عثمان رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مبارک سے یہ ارشاد سُن کر میںؐ نے اس کنویں کو اپنے ذاتی مال سے خرید لیا۔ یہ روایت نسائیؒ اور ترمذی (رحمہ اللہ علیہما) نے بھی نقل کی ہے۔ ترمذیؒ نے اس حدیث کو حدیث حسن کہا ہے۔

اس حدیث سے کسی وقف کنندہ کا اپنے وقف سے انتفاع فقہی طور پر جائز ثابت ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے بئرِ رومہ خریدا اور اسے مسلمانوں کے انتفاع کے لیے مزید گہرا کرایا اس کے لیے جنت ہے۔"

---

[1] نسائی (ط الحند) کتاب: ۲۹ ترمذی ۲: ۲۹۶ (حوالہ از مرتب)

[2] صحیح بخاری ۲/ ۱۸۰: (حوالہ از مرتب)

چنانچہ یہ کام عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا۔ آپؐ نے فرمایا: "جس نے لشکرِ عسرہ کے لیے ساز و سامان مہیّا کیا اس کے لیے جنت ہے۔" یہ ساز و سامان بھی عثمان رضؓ نے مہیّا کیا۔ بخاریؒ نے اس حدیث کو تعلیقاً یعنی بغیر اسناد کے روایت کیا ہے اس کی وجہ اس حدیث کی شہرت عامہ ہے۔

بیعتِ رضوان کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کرنے کا واقعہ

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ عثمان رضؓ نے جب آپ محصور تھے دریچے سے جھانک کر لوگوں سے کہا:

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا[1] ہے کہ "وہ حراء کے زلزلے کے وقت میرے قدم بر قدم[2] تھا" میں اسے خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ اس حدیث کی تصدیق کرے اور بتائے کہ آپ کا اشارہ کس کی طرف تھا، پھر آپؐ نے فرمایا تھا: "اے حراء ٹھہر جا، کیونکہ تیرے اوپر (اس وقت) ایک نبی، ایک صدیق، اور ایک شہید کے سوا اور کوئی[3] نہیں ہے۔" جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سُنی ہے میں اسے خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ اس کی تصدیق کرے کیونکہ اس حدیث میں جس شہید کا ذکر ہے وہ میں ہی ہوں کیونکہ اس وقت صدیق (ابوبکرؓ) کے علاوہ صرف میں ہی آپؐ کے ساتھ تھا۔

اس کے بعد عثمان رضؓ نے لوگوں سے کہا: "جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ "جس نے خدا کے اس گھر (مسجد نبوی) کو (اپنی زمین دے کر) وسیع کیا اس کے لیے جنت میں گھر ہے۔" وہ اس کی قسم کھا کر تصدیق کرے کیونکہ میں نے ہی آپؐ کے ارشاد کی تعمیل میں مسجد کے لیے زمین (خرید کر) دی تھی۔" پھر آپ نے فرمایا: "جو شخص اس کا عینی گواہ ہو کہ آپ نے مجھے مشرکین مکہ کی طرف بھیجا تھا اور بیعتِ رضوان کے وقت میری طرف سے خود بیعت کی وہ قسم کھا کر اس کی گواہی دے۔" اس کے بعد آپ نے کہا: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہے اور اس نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ "جس نے لشکرِ عسرہ کے لیے سامان خوراک (وغیرہ) دیا اس کو (جنت میں) بدلہ ملے گا۔" وہ قسم کھا کر اس کی تصدیق کرے کیونکہ وہ میں ہی تھا جس نے اس لشکر میں سے نصف کے لیے اپنے مال سے ساز و سامان مہیّا کیا تھا۔"

پھر آپ نے فرمایا[4]: "جو شخص اس کا عینی گواہ ہو کہ میں نے بئرِ رومہ خرید کر اسے خدا کے نام پر عام مسلمانوں کے

---

[1] قلمی نسخے میں یہ اضافہ ہے (مرتب) [2] مقدمۂ مسند (مرتب)
[3] مسند سے اضافہ (مرتب)
[4] قلمی متن میں موجود ہے مگر مسند میں نہیں ہے (مرتب)

لیے وقف کر دیا تھا خدا کی قسم کھا کر اس کی تصدیق کرے۔"

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں بہ اسنادِ[1] احنف کے حوالے سے درج ذیل روایت نقل کی ہے:-

احنف کہتے ہیں: "ہم حج کے لیے جاتے ہوئے مدینے سے گزرے۔ اس روز ہمارا وہیں پڑاؤ کا ارادہ تھا کہ ایک شخص ہمارے پاس خبر لے کر آیا کہ مسجد میں کچھ جھگڑا ہو رہا ہے۔ یہ سُن کر میں اور میرا ایک ساتھی مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں لوگوں کی بھیڑ تھی۔ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک شخص کے گرد جمع ہیں۔ ان میں علیؓ ابن ابی طالب، زبیر و طلحہ اور سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) بھی تھے۔ میں لوگوں کے بیچ میں سے گزرتا ہوا اندر پہنچا۔ ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عثمانؓ[2] چل کر وہاں پہنچے آپ نے آتے ہی پوچھا: "کیا علیؓ یہاں ہیں؟" پھر پوچھا: "کیا زبیرؓ آگئے ہیں؟" جب کہا گیا کہ یہ دونوں حضرات آگئے ہیں تو آپ نے پوچھا: کیا طلحہؓ بھی آگئے ہیں؟" جب اس کا جواب بھی اثبات میں دیا گیا تو آپ نے فرمایا: "میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص بنی فلاں کی زمین خریدے گا اللہ اسے بخش دے گا۔ چنانچہ (میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور) وہ زمین (خرید کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی اور عرض کیا: "میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے" آپؐ نے فرمایا: "اسے مسجد میں شامل کر دو، تمہیں اس کا اجر ملے گا۔" اس حدیث کی سب نے یک زبان ہو کر تصدیق کی۔

پھر آپ نے فرمایا: "میں تمہیں اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے بئر رومہ خریدا اسے یہ اجر ملے گا۔ چنانچہ میں نے حضورؐ صلعم کے حکم کے اتباع میں وہ کنواں خرید کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تو آپ نے فرمایا: "تم اسے عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دو، تمہیں اس کا اجر ملے گا۔" یہ بات سُن کر سب نے اثبات میں جواب دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: "میں تمہیں اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا تم جانتے ہو کہ جب لشکرِ عسرہ تیار ہو رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کی طرف دیکھ کر فرمایا تھا کہ جو اسے (ضروری) ساز و سامان مہیا کرے گا اس کی اللہ تعالیٰ بخشش فرما دے گا۔" چنانچہ میں نے حضور کے ارشاد کی تعمیل میں جیشِ عسرہ کے لیے سارا ساز و سامان مہیا کر دیا حتیٰ کہ کسی اونٹ کی نکیل اور اس کی ٹانگیں باندھنے کی رسّی کی بھی کمی نہ رہی۔" یہ سُن کر بھی سب نے اثبات میں جواب دیا تو آپؓ "اللّٰھم اشھد، اللّٰھم اشھد" فرماتے ہوئے وہاں سے تشریف لے گئے۔

---

[1] مسند: حدیث ۵۱۱ (مرتب)

[2] مسند سے اضافہ

امام احمدؒ اپنی اسناد کے ساتھ ابی امامہؓ بن سہل کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امامہ بن سہل نے بیان کیا:

"ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھے جب کہ آپ اپنے مکان میں محصور تھے۔ سب لوگ مکان کے باہر پتھریلی زمین پر کھڑے آپ کی گفتگو سن رہے تھے۔ جو شخص آپ کی خدمت میں جاتا تھا قریب سے آپ کی گفتگو سنتا تھا اور لوٹ آتا تھا۔ ایک شخص آپ کی گفتگو سن کر لوٹا تو ہم نے اس سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ وہ بولا: آپ کہہ رہے ہیں کہ "یہ لوگ مجھے ابھی قتل کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں ہم نے عرض کیا:" امیر المومنین اللہ آپ کی مدد کرے گا۔" آپ نے فرمایا: "مگر یہ مجھے ہر گز قتل[1] نہیں کر سکیں گے یعنی مسلمان ہوتے ہوئے ایسا ہر گز نہیں کر سکتے کیونکہ (میں نے[2]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ان تین قسم کے لوگوں کے علاوہ کسی اور مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں۔ اوّل وہ جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے۔ دوسرے وہ جو سزا اور توبہ کے بعد پھر زنا کا مرتکب ہو۔ تیسرے وہ جس سے ارتکاب قتل کا قصاص لیا جائے (لینا مقصود ہو)"

اس کے بعد آپ نے فرمایا: "خدا کی قسم جب سے اللہ نے مجھے ہدایت دی ہے میں نے مذہب تبدیل کرنے کا خیال تک نہ کیا۔ میں نے زمانۂ اسلام تو کیا زمانۂ جاہلیت میں بھی کبھی زنا نہیں کیا اور میں نے (کبھی) کسی کو قتل بھی نہیں کیا۔ پھر یہ لوگ مجھے کس بنا پر قتل کریں گے؟"

سعید بن ابی عروہ نے قتادہ (اور انسؓ[4]) کے حوالے سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمان رضی اللہ عنہم کوہ اُحد پر چڑھے تو پہاڑ میں زلزلہ[5] آگیا (ان کے قدموں کے نیچے[6]) آپ نے فرمایا: "اے اُحد ٹھہر جا (یقیناً تیرے اوپر[7]) اس وقت ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر لوگ متفق ہو کر عثمان رضؓ کو قتل کرتے تو ان پر اس طرح پتھر برستے جیسے قوم لوطؑ پر برسے تھے۔

---

[1] مسند: حدیث ۴۳۷ (مرتّب)
[2] مسند میں "وتم" مرقوم ہے (مرتّب)
[3] مسند سے اضافہ (مرتّب)
[4] ترمذی (۲: ۲۹۵) سے اضافہ (مرتّب)
[5] ترمذی میں یہی ہے مگر قلمی متن میں 'فرجف' کی جگہ 'فتحرک' مرقوم ہے (مرتّب)
[6] ترمذی سے اضافہ (مرتّب)
[7] ترمذی سے اضافہ (مرتّب)

بیعتِ رضوان میں عثمانؓ کی عدم حاضری کا سبب

امام احمدؒ اپنی مسند میں اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف (ایک روز) ولید بن عقبہ سے ملے۔ ولید نے ان سے پوچھا: فرمایئے اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ نے (بھی اوروں کی طرح) عثمان رضؓ کا ساتھ چھوڑ دیا ہے؟ عبدالرحمٰن بولے: "آپ ان (عثمانؓ) سے کہہ دیجیے کہ میں نے غزوۂ احد میں لڑائی سے منہ موڑا نہ غزوۂ بدر میں غیر حاضر تھا نہ میں نے عمر رضؓ کی روایات کو ترک کیا ہے۔" امام احمد فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن کا یہ جواب سن کر ولید نے عثمان رضؓ کو اس کی اطلاع کی تو آپ نے فرمایا: اگر وہ (عبدالرحمٰن) یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے غزوۂ احد میں جنگ سے منہ نہیں موڑا تو کیا وہ مجھے اس کا الزام دے سکتے ہیں؟ (یعنی میں نے بھی تو وہاں جنگ سے منہ نہیں موڑا تھا بلکہ وہاں سے چلا گیا تھا اور اللہ تعالےٰ نے مجھے معاف فرما دیا تھا) پھر آپ نے یہ آیہ شریفہ پڑھی: "جو لوگ تم میں سے (احد کے دن) جب کہ (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے تو ان کے بعض افعال کے سبب شیطان نے انہیں پھسلا دیا مگر خدا نے ان کا قصور معاف کر دیا (۳ : ۱۵۵) رہا غزوۂ بدر میں میری عدم حاضری کا معاملہ تو سب جانتے ہیں کہ میں اس روز رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری میں مصروف تھا (جس کا مجھے خود آپؐ نے حکم دیا تھا) حتیٰ کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ اس کے علاوہ (جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا اور سب جانتے ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف سے تیر چلایا تھا اور جس کی طرف سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر چلایا گویا وہ لڑائی میں شریک تھا۔ آخر میں (تیری بات) جو وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے عمر رضؓ کی روایات کو ترک نہیں کیا تو کیا میں نے ان سے انحراف کیا ہے یعنی ہم دونوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔"[1]

ولید بن عقبہ نے آپ کا یہ جواب عبدالرحمٰن بن عوف کو سنا دیا خصوصًا یہ جواب کہ جس کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں تیر چلایا گویا وہ خود جنگ میں شریک ہوا۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری[2] میں اپنی اسناد کے ساتھ عثمان بن عبداللہ بن موہب کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مصر کا ایک باشندہ حج کے ارادے سے جا رہا تھا۔ اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو کسی سے پوچھا: "یہ کون لوگ ہیں؟" اس نے جواب دیا: "یہ قبیلہ قریش کے لوگ ہیں۔" اس نے پوچھا: "ان کا سردار کون ہے؟" لوگوں نے کہا: عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) یہ سن کر وہ آپ کے پاس آیا اور کہا: "اے ابن عمر! میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا

---

[1] حدیث ۴۹۰ مع اختلافات کثیرہ (مرتب)

[2] بخاری ۲ : ۱۸۱ (حوالہ از مرتب)

ہوں۔ مجھے اس کے بارے میں[1]) بتائیے۔ (پھر اس نے پوچھا) کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ جنگِ احد کو چھوڑ کر چلے گئے تھے؟" آپ نے جواب دیا: " ہاں " پھر اس نے پوچھا: "کیا وہ (عثمانؓ) غزوۂ بدر میں غیر حاضر تھے؟ آپ نے پھر اثبات میں جواب دیا۔ آخیر میں اس نے پوچھا: اور وہ بیعت رضوان کے وقت بھی غیر حاضر تھے؟ آپ نے اس کا جواب بھی اثبات میں دیا تو وہ بولا: " اللہ اکبر" مطلب یہ کہ اس کا خیال عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح تھا۔

اس پر عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: " (یقیناً اللہ بڑا ہے[2]) اور جو کچھ تم نے کہا وہ بھی درست ہے مگر کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عثمان رضؓ کے اُحد کی جنگ سے فرار کو معاف فرما دیا تھا اور میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ انہیں بخش بھی دیا ہے[3] رہی ان کی غزوۂ بدر سے غیر حاضری تو اس دن وہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمار داری کر رہے تھے جو (سخت) بیمار تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا: " یقیناً تمہارا[4] وہی اجر ہے جو اس شخص کا ہے جو لڑائی میں شریک ہوا اور تیر کھایا۔ اور جہاں تک بیعتِ رضوان سے ان کی غیر حاضری کا تعلق ہے، تو اگر عثمان رضؓ سے بہتر مکہ بھیجنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کوئی اور شخص ہوتا تو آپ ان کی جگہ[5] اسے ہی بھیجتے۔ مگر آپؐ نے عثمان[6] رضؓ ہی کو بھیجا۔ اور بیعتِ رضوان کا واقعہ ان کے مکہ روانہ ہونے کے بعد کا ہے۔ اس کے علاوہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ دکھا کر فرمایا تھا کہ یہ عثمان رضؓ کا ہاتھ ہے اور پھر اس ہاتھ کو (دوسرے) ہاتھ پر مار کر فرمایا تھا کہ یہ بیعتِ عثمانؓ کے لیے ہے۔"

اس کے بعد عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نے اس شخص سے کہا: " اب چلو اپنا راستہ لو۔"

یہ روایت بھی بخاری[7] نے اپنی اسناد کے ساتھ سعد[8] بن عبیدہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔ وہ (صحیح بخاری میں)

---

[1] بخاری سے اضافہ (مرتب)

[2] بخاری سے اضافہ (مرتب)

[3] بخاری سے اضافہ (مرتب)

[4] بخاری سے اضافہ (مرتب)

[5] بخاری سے اضافہ (مرتب)

[6] بخاری سے اضافہ (مرتب)

[7] (نسخۂ مطبوعہ) ۲: ۱۸۳) (مرتب) قوسین اوّل از مترجم ۱۲۔

[8] قلمی متن میں 'سعید' مرقوم ہے (مرتب)

کہتے ہیں کہ ایک شخص ابن عمر رض کے پاس آیا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کی رائے دریافت کی - آپ نے ان کے محاسن[1] بیان کیے اور پوچھا: کیا تمہیں اس سے اختلاف ہے؟" اس نے کہا: "جی ہاں -" آپ نے کہا: "چپ - ہو یونہ تمہارا اختلاف ارشاد خداوندی کے علی الرغم ہوگا -" اس شخص نے پوچھا: اچھا آپ علی رض کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے ان کے بھی فضائل بیان کر کے کہا: "وہ ایسے ہی تھے اور ان کا گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے بیچوں بیچ تھا۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا: "کیا تمہیں اس سے اختلاف ہے؟" اس نے کہا "جی ہاں" آپ نے فرمایا: پھر تمہیں ارشادِ خداوندی سے اختلاف ہے - اب تم جیسا چاہو سوچتے اور سر کھپاتے رہو -"

عثمان رض کی حیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس کا احترام

امام احمد رح نے مسند میں[2] اپنی اسناد کے ساتھ یہ روایت لکھی ہے کہ ایک روز ابوبکر رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکان میں حاضری کی اجازت چاہی - آپ اس وقت فرش پر استراحت فرما تھے اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی چادر اوڑھے ہوئے تھے - آپ نے ابوبکر رض کو اسی حالت میں حاضری کی اجازت دے دی - ابوبکر رض اندر آئے آمد کا مقصد بیان کیا اور جس کام سے آئے تھے وہ کرا کے واپس چلے گئے - اس کے بعد عمر رض نے اجازت طلب کی، اندر آئے، مقصد بیان کیا اور کام کرا کے چلے گئے مگر آپ اسی طرح استراحت فرما رہے - اس کے (فوراً) بعد عثمان رض آئے اور حاضری کی اجازت طلب کی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور عائشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اپنے کپڑے درست کر کے بیٹھو -" جب عثمان رض واپس چلے گئے تو عائشہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا: جب ابوبکر رض آئے تو آپ نے مجھ سے کپڑے درست کرنے کے لیے نہیں کہا اور عمر رض کی اجازت طلبی سے قبل بھی یہی نہیں فرمایا - پھر عثمان رض کے لیے یہ تخصیص کیوں؟" آپ نے جواب دیا: عثمان رض شرمیلے آدمی ہیں اگر میں تم سے ایسا نہ کہتا اور ایسے انہیں اجازت دے دیتا تو وہ اپنا مقصد بیان کیے بغیر لوٹ جاتے -"

لیث اور دوسرے متعدد لوگوں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رض سے فرمایا کہ "میں اس سے شرم کیوں نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں -" (امام مسلم رح) نے یہ روایت پیش کرتے ہوئے لیث کا نام نہیں لیا -

صحیح بخاری میں (امام) بخاری رح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر کھڑے ہوئے تھے

---

[1] بخاری میں 'محاسن' سے قبل 'عن' بھی تحریر ہے (مرتب)

[2] حدیث ۵۱۴ (مرتب)

جہاں گھٹنوں گھٹنوں پانی تھا۔ جب عثمان رضؓ وہاں پہنچے تو وہ پاجامے کے پائنچے اٹھائے بغیر آپ کے پاس تک گئے یعنی سب کے سامنے گھٹنوں تک پائنچے اٹھانا بھی شرم کی وجہ سے انہوں نے گوارا نہیں کیا۔

عثمان رضؓ کا طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کو تصدیق احادیث کے لیے قسمیں دلانا

زید بن اسلم اپنے والد کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ان کے والد نے عثمان رضی اللہ عنہ کو جب وہ محصور تھے اس حال میں دیکھا کہ اگر وہ چاہتے اور اوپر سے پتھر گراتے تو (یقیناً) کسی نہ کسی شخص کے سر پر گرتا۔ زید بن اسلم کے والد اس کے بعد کہتے ہیں کہ آپ (عثمان رضؓ) نے روشندان سے لوگوں سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ آیا ان میں طلحہ رضؓ موجود ہیں لیکن سب خاموش رہے۔ آپ نے پھر پوچھا! "لوگو! کیا تم میں طلحہ رضؓ ہیں؟" اس پر بھی جب لوگ خاموش رہے تو آپ نے ایک بار پھر دریافت فرمایا! "لوگو! کیا تم میں طلحہ رضؓ ہیں؟" اس پر خود طلحہ رضؓ نے جواب دیا: "جی ہاں" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اے طلحہ! اس وقت تمہیں کیا ہو گیا ہے میں نے تین بار دریافت کیا مگر تم نے جواب تک دینے کی زحمت گوارا نہیں کی! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فلاں جگہ تشریف فرما تھے اور میرے اور تمہارے علاوہ آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا تو آپؐ نے میرے متعلق تم سے فرمایا تھا:

"یہ اگرچہ نبی نہیں ہیں مگر میرے اصحاب اور میری امت میں سے بھی جنت میں (میرے ساتھ[1]) میرے رفیق ہوں گے۔ یعنی یہ عثمان بن عفان رضؓ جنت میں میرے رفیق ہوں گے۔" یہ سن کر طلحہ رضؓ نے کہا: "بخدا یہ سچ ہے" (اور) یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلے گئے۔

امام احمدؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے[2] کہ عثمان رضؓ نے دریچے کے سامنے آ کر ان لوگوں کو سلام کیا، جنہوں نے آپ کا محاصرہ کر رکھا تھا مگر کسی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ اس پر عثمان رضؓ نے فرمایا۔ اے لوگو! کیا تم میں طلحہ ہیں؟۔ طلحہ رضؓ نے جواب دیا: "جی ہاں۔" آپ نے فرمایا: "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے لوگوں کو سلام کیا جن میں تم بھی شامل ہو مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔" طلحہ رضؓ بولے: "میں نے تو جواب دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ کیسا جواب ہے کہ میں تو تمہاری آواز سن رہا ہوں مگر جب میں نے سلام کیا تھا تو تم نے میری آواز نہیں سنی تھی۔" اس کے بعد آپ نے فرمایا: "اے طلحہ! میں تمہیں خدا کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا تم نے رسول اللہ

---

[1] مسند، حدیث ۵۵۲ (حوالہ از مرتب)
[2] مسند سے اضافہ (مرتب)
[3] مسند، حدیث ۱۴۰۲ (حوالہ از مرتب)

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ تین وجوہ کے علاوہ کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں ۔ پہلے یہ کہ وہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہو، دوسرے یہ کہ اس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو[1] تیسری اور آخری یہ وجہ ہے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کی سزا کے طور پر اسے قتل کیا جائے۔ "طلحہ رضہ نے کہا: "بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے۔"

یہ سُن کر عثمان رضہ نے تکبیر پڑھی اور پھر فرمایا: "خدا کی قسم میں نے معرفت الٰہی کے بعد پھر کبھی اس کی تردید نہیں کی، میں زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں کبھی زنا کا مرتکب نہیں ہوا۔ زمانہ جاہلیت میں اس سے اجتناب کی وجہ اس سے میری کراہیت تھی اور زمانہ اسلام میں پاک دامنی۔ اس کے علاوہ میں نے کسی کو قتل بھی نہیں کیا کہ اس کی سزا میں مجھے قتل کیا جائے۔

امام احمدؒ نے مسند میں[2] یہ روایت بھی پیش کی ہے کہ عثمان رضہ حالت محاصرہ میں (دریچی سے) لوگوں کے سامنے تشریف لائے اور دریافت فرمایا: ان دو آدمیوں میں سے جنہوں نے لوگوں کو میری عداوت پر اکسایا ہے کونسا شخص ہے جو اس کا عذر میرے سامنے پیش کرے گا؟" ممکن ہے (دو آدمیوں[3]) سے آپ کی مراد طلحہ رضہ و زبیر رضہ سے ہو کیونکہ یہی دونوں[4] آپ کی شان میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ اور جب انہیں حقیقت کا علم ہوا تو نادم ہو کر چلے گئے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ جب قتل عثمان رضہ کے بعد طلحہؓ پر لے دے ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی کہ یا اللہ عثمان رضہ کے سلسلے میں اگر مجھ سے کچھ غلطی سرزد ہوئی ہو تو اس کے لیے مجھے اتنی سزا دے کہ اس کے بعد تو مجھ سے راضی ہو جائے۔

امام احمدؒ کہتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے یعنی دو آدمیوں سے آپ کی مراد مالک اشترؒ اور عمار بن یاسر رضہ ہوں کہ ان دونوں نے آپ کے خلاف اظہار ناراضگی کیا تھا اور لوگوں کو اکسایا تھا۔ امام احمدؒ نے اپنی یہ روایت واللہ اعلم پر ختم کی ہے[5]۔

---

[1] قلمی متن میں "تکرہا" کی جگہ "تکرما" مرقوم ہے (مرتب)

[2] مسند، حدیث ۵۵۵ (حوالہ از مرتب)

[3] عبارت سیاق کی بنا پر اضافہ (مرتب)

[4] یہاں بھی عبارت سیاق کی بنا پر اضافہ کیا گیا (مرتب)

[5] مترجم ۱۲۔

ابن مسعودؓ اور عمارؓ کے متعلق عثمانؓ کی گفتگو

امام احمدؒ نے اپنی مسندؓ میں بیان کیا ہے کہ عثمان رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابیوں کو جن میں عمار بن یاسرؓ بھی تھے بلایا اور ان سے یوں مخاطب ہوئے: "میں آپ لوگوں سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں اگر وہ درست ہو تو، آپ لوگ اس کی تصدیق کریں۔" اس کے بعد آپ نے فرمایا: "میں تمہیں (اللہ کی) قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا تم لوگ یہ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں پر قریش کو ترجیح دیتے تھے اور قریش میں بنی ہاشم کو بہتر سمجھتے تھے؟" آپ کی یہ بات سن کر صحابہ خاموش رہے تو آپ نے فرمایا: "اگر میرے ہاتھ میں جنت کی کنجیاں ہوتیں تو میں بنی امیہ کے ہاتھ میں دے کر کہتا کہ وہ ان (قریش اور بنی ہاشم) کے بعد جنت میں داخل ہوں۔"

آپ نے طلحہؓ و زبیرؓ کو بلا کر کہا: "میں تم سے اس کے یعنی عمار کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" اس کے بعد فرمایا: "ایک روز میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں ہاتھ ڈالے مکہ میں جا رہے تھے کہ دیکھا کہ لوگ (مسلمان ہو جانے کی بناء پر) ابو عمار کے والدین پر تشدد کر رہے تھے۔ عمار کے والد بولے: "یا رسول اللہ دنیا کیسی ہے؟" آپ نے فرمایا: "صبر کرو، اللہ تعالیٰ آل یاسر کی مغفرت فرمائے گا۔"

یہ روایت بھی امام احمدؒ نے اپنی مسندؓ میں بیان کی ہے کہ عثمان رضؓ نے ابن مسعودؓ سے ارشاد فرمایا کہ آیا تم سمجھتے ہو کہ جن باتوں کی تم نے مجھے اطلاع دی ہے وہی سب کچھ ہیں۔ یہ سن کر ابن مسعودؓ نے معذرت پیش کی تو آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! جو کچھ میں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) سنا یا دیکھا، تم نے بھی مجھ سے کچھ کم نہیں سنا۔ (کیا تمہیں یاد ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "عنقریب ایک امیر قتل ہوگا اور لوگ دیکھتے رہیں گے" ابن عباس کو یہ حدیث سنا کر آپ نے فرمایا: "وہ امیر میں ہوں، عمر رضؓ نہیں تھے۔ کیونکہ انہیں ایک شخص نے قتل کیا اور میرے قتل پر بہت سے لوگ مجتمع ہو گئے ہیں۔"

امام احمدؒ ہی نے اپنی اسنادؓ کے ساتھ (مسند میں) درج ذیل روایت عباد بن زاہر کے حوالے سے پیش کی ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ عباد نے بیان کیاؓ: "میں نے عثمان رضؓ کو لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہوئے سنا: خدا کی قسم ہم اکثر سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، آپ مریضوں کی عیادت فرماتے تھے

۱؎ مسند، حدیث ۴۳۹ (حوالہ از مرتب)
۲؎ مسند، حدیث ۴۷۹ (مرتب)
۳؎ مسند، حدیث ۵۰۴ (مرتب)
۴؎ مسند سے اضافہ (مرتب)

جنازوں میں شرکت فرماتے تھے، غزوات میں ہمارے شانہ بشانہ جنگ فرماتے تھے اور کم و بیش سوتے جاگتے ہمارا ساتھ دیتے تھے۔ اس کا لوگوں کو علم ہے مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ سب کچھ انہوں نے بھی دیکھا ہے۔"

درج ذیل روایت بھی امام احمدؒ ہی نے اپنی اسناد[1] کے ساتھ عبیداللہ بن عدی بن خیار کے حوالے سے (مسند میں) درج کی ہے: "عبیداللہ نے بیان کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: "اے میرے بھائی کے بیٹے! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ عبیداللہ نے کہا کہ جی نہیں[2] مگر میں نے آپ کی احادیث آپؐ کے جناب میں اسی طرح سنی جس جیسے میں آپ کے جناب میں بھی آپ کی زیارت کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ اس پر عثمانؓ نے کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو میں دوسروں کے ساتھ اللہ پر اور آپ پر ایمان لایا اور ان سب باتوں پر بھی ایمان لایا جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا، پھر میں نے دو بار ہجرت کی (آپؐ کی صحبت میں رہا اور آپ کا اتباع کیا[3]) اور خدا کی قسم میں نے (کبھی) آپ کے خلاف حکم (کوئی) کام نہیں کیا (نہ) ریا سے کام لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔ اس کے بعد ابوبکرؓ نے بھی آپ ہی کی طرح عمل کر کے دکھایا اور ان کے بعد عمرؓ نے بھی اور ان کے بعد میں خلیفہ ہوا تو کیا انہیں کی طرح آپ لوگوں پر میرا حق نہیں ہے؟"

عبیداللہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا "یقیناً ہے" اس پر آپ نے فرمایا: "پھر یہ کیسی باتیں ہیں جو میں آپ لوگوں کی طرف سے[4] سن رہا ہوں؟" اس حدیث کو بخاری نے انفرادی طور پر بیان کیا ہے۔[5]

عثمانؓ کا خوف خداوندی اور خشوع

عبداللہ بن احمدؒ نے مسند[6] میں عثمانؓ کے دوست (غلام؟) ہانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہانی نے بیان کیا: عثمانؓ قبرستان میں جب کسی قبر کے پاس ٹھہرتے تھے تو رونے لگتے تھے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ جب جنت و دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو گریہ نہیں فرماتے (اور[7]) قبر کو دیکھ کر روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ

---

۱ مسند، حدیث ۵۶۱ (مرتب)

۲ مسند میں یہی ہے مگر قلمی نسخے میں 'عبید' کی جگہ 'عبد' مرقوم ہے (مرتب)

۳ بخاری سے اضافہ (مرتب)

۴ بخاری سے اضافہ (مرتب)

۵ بہ تقدیم و تاخیر قلمی متن میں درج عبارت کی بناء پر ہوئی ہے۔ بہر حال ہم نے بخاری کی سند کو معتبر سمجھا ہے۔ (مرتب) ۶ مسند حدیث ۴۵۴ (مرتب)

۷ مسند سے اضافہ (مرتب)

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ جو شخص یہاں سے نجات پا جائے اُس کے لیے آگے کی منزلیں آسان ہو جاتی ہیں اور اگر اس پہلی منزل سے نجات نہ ملے تو آگے کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہوتی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: "قسم خدا کی میں نے قبر جیسا منظر ہرگز نہیں دیکھا نہ اس سے زیادہ ہیبت ناک دیکھا ہے۔ ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔"

مغیرہ کا عثمان رضؓ کو مشورہ

امام احمدؒ مسند میں اپنی اسناد کے ساتھ فرماتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ حالت محاصرہ میں عثمان رضؓ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ آپ مسلمانوں کے امام ہیں (اس کے باوجود) جو آپ پر آ پڑی ہے آپ دیکھ رہے ہیں۔ بہرحال موجودہ حالات میں ان سے بچنے کے لیے میں تین اقدامات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے جو بھی آپ پسند فرمائیں اسے اختیار فرمالیجیے۔ ایک تو یہ کہ اگر آپ ان لوگوں سے جنگ کرنا چاہیں تو (بحمد اللہ) آپ کے پاس قوت کے علاوہ لوگوں کی بھی کافی تعداد موجود ہے لہٰذا آپ ان کا مقابلہ کیجیے کیونکہ آپ حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔ دوسرا مشورہ میرا یہ ہے کہ یہ لوگ صدر دروازہ گھیرے ہوئے ہیں، لہٰذا آپ کسی اور طرف سے کسی سواری وغیرہ پر مکے تشریف لے جائیے۔ وہاں پہنچ کر یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اگر آپ کو یہ بھی ناپسند ہو تو آپ شام کی طرف چلے جائیے۔ آپ جانتے ہیں کہ اہل شام اہل شام ہیں۔ اس کے علاوہ ان میں معاویہ بھی ہیں۔"

مغیرہ کے ان مشوروں پر عثمان رضؓ نے جواب دیا: "جہاں تک ان لوگوں کے ساتھ حرب و ضرب کا سوال ہے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا وہ پہلا خلیفہ نہیں کہلانا چاہتا جو مسلمانوں میں باہمی خونریزی کا باعث بنا ہو۔ اور اگر میں مکہ جاؤں تو یہ لوگ مجھے وہاں بھی نہیں بخشیں گے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ مکہ میں قریش ہی میں سے ایک شخص (مارا اور) دفنایا جائے گا اور اسے دنیا کا آدھا عذاب برداشت کرنا ہوگا۔ لہٰذا میں وہ (خاص) شخص نہیں ہونا چاہتا۔ رہا شام کی طرف جانے کا سوال جہاں اہل شام کے علاوہ معاویہ بھی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اور آپ کے روضہ کی مجاورت نہیں چھوڑنا چاہتا۔ ویسے مکہ میں جو شخص (مارا اور) دفنایا جائے گا اس کے متعلق اہل شام پہلے ہی کہنے لگے ہیں کہ وہ عبداللہ بن زبیر رضؓ ہوں گے یعنی اہل قریش کے متعلق اہل شام کے خیالات ابھی سے ظاہر ہیں۔"

لہ مسند میں 'تنج' کی جگہ 'ینج' لکھا ہے (مرتب)

عثمانؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جنّت کی بشارت

بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اپنی اسناد کے ساتھ سعید بن مسیب کے حوالے سے یہ روایت درج کی ہے۔ سعید کہتے ہیں کہ انہیں ابوموسیٰ اشعریؓ نے بتایا کہ ایک روز وہ اپنے مکان سے جب نکلے تو سوچا کہ کیا آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا ضروری نہیں ہے؟ یہ سوچ کر وہ مسجد میں گئے اور لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ مسجد سے فلاں جانب تشریف لے گئے ہیں۔ ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں اسی سمت چلا اور چلتے چلتے بئراریس پہنچ گیا۔ بئراریس ایک احاطہ میں تھا اور اس کے دروازے کے قریب بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنویں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ میں آپ کے قریب پہنچا، اسلام کیا اور پھر لوٹ کر دروازے کے قریب آ بیٹھا۔ میرا دل چاہا کہ کاش میں اسی طرح (ہمیشہ) آپ کا دربان بنا بیٹھا رہوں۔ اتنے میں کسی نے آکر دروازے پر دستک دی۔ میں نے پوچھا: "کون ہے؟" جواب ملا: "ابوبکر" میں نے انہیں ٹھہرنے کے لیے کہا اور اُٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور عرض کیا کہ ابوبکرؓ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہیں آنے کی اجازت دو اور جنّت کی بشارت بھی۔ چنانچہ میں نے ابوبکرؓ کے پاس جا کر ان سے کہا کہ چلیے (اور مبارک ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے ابوبکر اندر آئے اور آپ کو سلام کرنے کے بعد آپ ہی کی طرح آپ کے سیدھے ہاتھ کو کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد میں پھر دروازے کی طرف آگیا۔ اور دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ جو خیر ایک بھائی کے لیے چاہتا ہے دوسرے بھائی کے لیے بھی وہی چاہے گا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر کسی کی پھر دستک ہوئی[1]۔ میں نے پوچھا: "کون ہے؟" جواب ملا "عمر"۔ میں انہیں ٹھہرا کر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور عرض کیا کہ عمرؓ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں آپ نے فرمایا: "انہیں بلالو اور جنت کی بشارت دو۔" چنانچہ میں اُن (عمرؓ) کے پاس گیا[2] اور کہا کہ چلیے (اور مبارک ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے[3]۔ چنانچہ عمرؓ بھی اندر آئے اور آپ کو سلام کرنے کے بعد ابوبکرؓ کی طرح آپ کے بائیں جانب کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے اور میں پھر دروازے کی طرف لوٹ آیا اور دل میں سوچنے لگا کہ اللہ تعالیٰ جب ایک بھائی کے لیے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو دوسرے بھائی کے لیے بھی ضرور کرے گا۔ ابھی ذرا دیر گزری تھی کہ دروازے پر پھر دستک ہوئی تو میں نے پوچھا: "کون ہے؟" جواب ملا: "عثمان رضہ" چنانچہ

---

[1] بخاری میں یہی ہے مگر قلمی نسخے میں 'دروازے کو حرکت ہوئی' مرقوم ہے (مرتّب)

[2] بخاری سے اضافہ (مرتب)

[3] بخاری میں 'بشرہ' کی جگہ 'بشّرک' درج ہے (مرتّب)

میں ایک بار پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ عثمان رضہ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں ۔ حضورؐ نے فرمایا: "انہیں بھی بلالو اور ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر گزرنے والے ہیں انہیں جنت کی بشارت دو۔" چنانچہ میں نے عثمان رضہ سے جاکر وہی کہہ دیا جو آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ عثمان رضہ اندر آئے اور آپ کے عقب میں جو جگہ تھی وہاں بیٹھ گئے۔ شریک[۱] سعید کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ان تینوں کے مقابر بھی اسی تفصیلی طور پر ہیں یعنی جو نشست کی شکل بئر اریس میں تھی وہی قبور میں آج بھی ہے۔

بخاریؒ[۲] نے یہ روایت بھی اپنی اسناد کے ساتھ انس بن مالک رضہ کے حوالے سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کی چوٹی پر چڑھے اور آپ کے ہمراہ ابوبکر رضہ عمر رضہ اور عثمان رضہ تھے (اتفاقاً) کوہِ اُحد میں زلزلہ آگیا۔ حضور نبی کریم نے فرمایا: "اے اُحد ٹھہر جا، اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔" ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اُحد کو ٹھوکر مار کر فرمایا: "اے اُحد رُک جا! (کیونکہ) تیرے اوپر (اس وقت) ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔"

یہ روایت بھی بخاریؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ[۳] ابی عثمان نہدی اور ابو موسیٰ کے حوالے سے بیان کی ہے کہ ابو موسےٰ کہتے ہیں کہ میں (ایک روز) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینے کے احاطوں میں سے ایک احاطے کے دروازے پر گیا اور ایک شخص نے آکر پوچھا کہ آیا دروازہ کھول دیا جائے؟ آپ نے فرمایا: اسے اُس شخص کے لیے کھولو اور اسے جنت کی بشارت دو۔" ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے (پیٹھ موڑ کر) دیکھا تو ابوبکر رضہ آرہے تھے۔ میں نے انہیں جو کچھ حضورؐ نے فرمایا تھا سُنا کر بشارت دی تو انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ ابھی دروازہ کھُلا نہیں تھا کہ حضورؐ نے اس شخص سے فرمایا: "اسے اُس کے لیے کھولو اور اسے جنت کو بشارت دو۔" ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے پھر (پیچھے مڑ کر) دیکھا تو عمر رضہ آرہے تھے۔ میں نے بڑھ کر انہیں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا سُنا کر بشارت دی تو انہوں نے بھی خدا کا شکر ادا کیا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اسے اُس کے لیے کھولو جس پر مصائب آئیں گے (اور وہ ان پر صبر کرے گا) اسے جنت کی بشارت دو۔" ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان رضہ کو بھی نبی کریمؐ کا ارشاد سُنا کر بشارت دی تو انہوں نے بھی خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر بولے: "اللہ مددگار ہے۔"

---

[۱] مسند میں اس حدیث کا ایک کردار (مرتب)

[۲] بخاری، ۲: ۱۸۱ (حوالہ از مرتب)

[۳] بخاری، ۲: ۱۸۰ (حوالہ از مرتب)

ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

نافع نے ابن عمر رضؓ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے

ابن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فضیلت کے لحاظ سے پہلا درجہ ابوبکر رضؓ کو دیتے تھے، دوسرا عمر رضؓ کو اور تیسرا عثمان رضؓ کو۔ ایک دوسری روایت جو ابن عمر رضؓ ہی سے منسوب ہے یہ ہے کہ ابن عمر رضؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم ان ہر سہ حضرات میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔

یہ دونوں روایات بخاری نے بیان کی ہیں۔

محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی رضؓ) سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کونسا شخص سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "ابوبکر"۔ میں نے دریافت کیا: "ان کے بعد؟" آپ نے فرمایا: "عمر رضؓ" میں نے پوچھا: "ان کے بعد؟" مجھے اندیشہ تھا کہ آپ فرمائیں گے "میں" مگر آپ نے فرمایا: "عثمان" محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے خود ہی کہا: "ان کے بعد آپ" تو آپ نے فرمایا: "جیسے اور مسلمان ہیں ویسا ہی ایک شخص میں بھی ہوں"

یہ روایت صرف بخاری نے بیان کی ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان ہر سہ حضرات کی فضیلت کے سلسلے میں ابن عمر رضؓ کے بیان کو پیش نظر رکھا جائے اور خلافت کے معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سفینہ کو جو یہ ہے: "میرے بعد تین خلافتیں ہوں گی، اس کے بعد ملوکیت صورت پذیر ہو جائے گی، سب سے آخری خلافت علی بن ابی طالب رضؓ کی خلافت ہو گی۔"

امام احمدؒ سے ایک دوسری روایت جو فضیلت کے سلسلے میں علی رضؓ کے چوتھے درجہ پر ہونے کے بارے میں ہے یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین انسان ابوبکر ہیں، اس کے بعد عمر رضؓ، اس کے بعد عثمان اور اس کے بعد علی (رضوان اللہ علیہم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عثمانؓ کی دامادی کا ذکر

(ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بعد) عثمان رضؓ کو (سب سے بڑی) یہ فضیلت حاصل ہے

کہ آپ حضور نبی کریمؐ کی دو صاحبزادیوں رقیہ و کلثوم سے یکے بعد دیگرے شادی کے بعد حضورؐ کے داماد اور خود نبی کریمؐ آپ کے سسر بنے اور اسی بنا پر عثمان ذی النورین کہلائے۔ یہ وہ فضیلت ہے جو تخلیق آدم علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی فرد واحد کو حاصل نہیں ہوئی یعنی کسی نبی کی دو بیٹیاں کسی فرد واحد کے عقد میں نہیں آئیں اور چونکہ آپ نبی آخر الزماں یعنی خاتم النّبیین ہیں اس لیے اب قیام قیامت تک کسی نبی کی دو بیٹیوں کے کسی فردِ واحد کے عقد میں آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ چنانچہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ فضیلت صرف حضرت عثمان رضؓ کے لیے مخصوص تھی اور قیامت تک رہے گی۔

حضرت علی رضؓ بھی فاطمہ رضؓ سے عقد کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور اسی طرح ابو العاص بن ربیع بھی آپ کی ایک اور بیٹی زینب سے شادی کی بنا پر آپ کے داماد قرار پاتے ہیں۔ زینب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں اور حضورؐ کی بعثت نبوت سے قبل ابو العاص کے عقد میں آئی تھیں جس کے بعد ان کی زینب سے علیحدگی ہوگئی تھی مگر جب ابن ربیع مسلمان ہوگئے تو حضورؐ نے دو سال بعد انہیں پھر ان کے عقد میں عقدِ اوّل کے تحت ہی دے دیا اور پچھلی بات کا کوئی ذکر نہیں چھیڑا لیکن اس سلسلے میں کوئی حدیث دستیاب نہیں ہوئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضورؐ کی یہ صاحبزادی اپنے شوہر سے پہلے مسلمان ہوگئی تھیں اور ان کے مسلمان ہونے سے قبل چھ سال تک اسی پہلے نکاح کے تحت ان کی اہلیہ رہیں مگر اس روایت کی کوئی شہادت ہے نہ تصدیق ہوسکی، امام احمدؒ، ابو داؤد اور ترمذی نے اپنی اپنی احادیث میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے ابو العاص بن ربیع کے مسلمان ہو جانے کے بعد اپنی ان بیٹی کا نکاح ان سے دوبارہ پڑھایا اور مہر بھی نیا مقرر فرمایا نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عقدِ جدید کا بھلائی کے ساتھ ذکر فرماتے تھے۔

مندرجہ ذیل روایت، بخاری اپنی صحیح بخاری[۱] میں مسور بن مخرمہ کے حوالے سے درج کی ہے۔

علی رضؓ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ جب اس کی خبر فاطمہ رضؓ کو ملی تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"آپ اپنی اُمّت سے چاہتے ہیں کہ آپ کی بیٹیوں[۲] پر ظلم نہ کرے مگر ان علی رضؓ ہی کو دیکھیے جنہوں نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کر لیا ہے۔" یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر علی رضؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے اس خبر کی تصدیق چاہی۔ جب علی رضؓ نے اس کا اقرار کیا تو آپ نے فرمایا: "میں نے زینب کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے کر دیا تھا اور فاطمہ رضؓ بھی یوں تو میری ہی لختِ جگر ہے مگر میں نہیں چاہتا کہ اسے کوئی تکلیف یا پریشانی لاحق ہو۔" یہ سن کر علی رضؓ نے ابو جہل کی بیٹی کو چھوڑ دیا یعنی طلاق دے دی۔

ایک دوسری روایت مسور سے یہ ہے کہ ان کے بقول انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی عبد شمس میں علی رضؓ کی شادی کا ذکر فرماتے ہوئے سُنا۔ مسور کہتے ہیں کہ آپ نے اسے عمل خیر سے تعبیر کیا مگر پھر ان سے فرمایا: "تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرو۔" بخاریؒ نے بھی "صحیح بخاری" میں اس روایت کو درج کیا ہے۔[۳]

---

[۱] بخاری، ۲: ۱۸۵ (حوالہ از مرتب)

[۲] بخاری میں یہی یعنی 'بیٹیوں' لکھا ہے مگر اصلی کتاب میں اس کی جگہ 'عورتوں' مرقوم ہے (مرتب)

[۳] بخاری، ۲: ۱۸۵ (حوالہ از مرتب)

اس کے بعد زیرِ نظر کتاب کے مولف کہتے ہیں: "میرے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ، تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرو" کا مطلب یہ ہے کہ علی رضہ نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آپ کی صاحبزادی فاطمہ[1] سے شادی کے بعد اور شادی نہیں کریں گے۔ چنانچہ آپ علی رضہ سے ان کے اس وعدے کا ایفا چاہتے تھے اور چونکہ شرط وفا اور وعدہ لازم و ملزوم ہیں، اس لیے آپ کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے جیسا کہ خود آپ کی ایک حدیث ہے: "(نکاح کے بعد) جواز مجامعت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ نکاح کی جو شرائط ہوں انہیں لازمی طور پر پورا کیا جائے۔" یہ حدیث امام احمد اور ابوداؤد نے بیان کی ہے[2]

جیش[3] عسرہ کے لیے عثمان رضہ کے خرچ پر سامان رسد کی فراہمی کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے جیش عسرہ کے لیے سامان رسد فراہم کیا وہ جنتی ہے۔ چنانچہ عثمان رضہ نے وہ سامان اپنی طرف سے مہیا کر دیا۔

عبدالرحمٰن بن سمرہ کہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر عثمان رضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہزار دینار کی تھیلی آپ کی آغوش مبارک میں ڈال دی۔ حضور ؐ نے ان اشرفیوں کو اپنے ہاتھ سے اِدھر اُدھر گھما کر فرمایا: "جود عظیم (کام (اس موقع پر) عثمان رضہ نے کیا ہے وہ کوئی شخص قیامت تک نہ کرے گا۔"

قتادہ سے مروی ہے کہ لشکر عسرہ کے لیے عثمان رضہ نے نو سو اسّی اونٹ اور ستّر گھوڑے فراہم کیے تھے۔

ابن شہاب جو زہری کہلاتے ہیں ان کا بیان ہے کہ عثمان بن عفان رضہ نے غزوہ تبوک کے لیے نو سو چالیس اونٹ فراہم کیے تھے۔ اس کے بعد ساٹھ گھوڑے بھی لا کر دیے۔ ان پر ہزار دینار خرچ آئے۔

احنف بن قیس کہتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضہ نے علی رضہ، طلحہ رضہ، زبیر اور سعد بن ابی وقاص[4] کو خدا کی قسم دے کر پوچھا: "کیا آپ حضرات جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش عسرہ (کی تیاری) کے دن فرمایا تھا کہ جو اس لشکر کے لیے سامان فراہم کرے گا اللہ تعالےٰ اسے بخش دے گا۔" چنانچہ میں نے وہ سامان فراہم کیا حتیٰ کہ کسی اونٹ کی نکیل یا اس کے زانو باندھنے کی رسّی تک کی کمی نہ رہی۔" اس کے بعد آپ نے دریافت کیا: کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "جو بئر[5] رومہ خریدے گا اور اسے مسلمانوں کی سیرابی کے لیے وقف

---

[1] تالیف میں زینب مرقوم ہے جو صریحاً سہو کتابت ہے (مترجم)

[2] سنن ابوداؤد: حدیث ۱۲۳۹، کتاب النکاح (حوالہ از مرتب)

[3] جیش: لشکر (مترجم)

[4] اضافہ از مترجم ۱۲ [5] بئر: کنواں (مترجم)

کرے گا اللہ تعالےٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔" چنانچہ میں نے اس کنویں کو خرید کر آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: "اسے مسلمانوں کی سیرابی کے لیے وقف کر دو، خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔" مذکورہ بالا حضرات نے یہ سُن کر جواب دیا: "بخدا آپ سچ کہتے ہیں۔"

اس کے بعد آپ نے انہیں پھر خدا کی قسم دے کر دریافت کیا: "کیا آپ حضرات کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو شخص ایک گھر خرید کر اسے مسجد کی توسیع کے لیے دے گا اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت فرمائے گا چنانچہ میں نے وہ گھر خرید کر آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: اسے مسجد میں توسیع کے لیے دے دو، تمہیں اس کا اجر ملے گا۔" چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔"

یہ سُن کر بھی اُن جملہ حضرات نے کہا: "بخدا آپ درست فرماتے ہیں۔"

مذکورہ بالا گفتگو کا ذکر آجری نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی زبانی عثمانؓ کی فضیلت کا بیان

عبداللہ بن احمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بابت دریافت کیا کہ آیا وہ جنت میں ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: "یقیناً" پھر فرمایا کہ اس سلسلے میں تم سعید بن زید کی بات کی طرف رجوع کرو جو کہتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابی آٹھ ہیں (دو یہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ "اصحاب جنت بیس ہیں اور ان کی علیحدہ علیحدہ سو اقسام ہیں۔ ان میں میرے اُمتی اسّی ہیں۔" سعید بن زید کے حوالے سے یہ حدیث سُنا کر میرے والد بولے: "اگر ان اسی لوگوں میں اصحاب نبی نہ ہوں گے تو اور کون ہو سکتا ہے؟"

امام احمدؒ روایت ہمونی میں بیان فرماتے ہیں: "میں نے جس شخص کو اصحاب رسول اللہ کا برائی کے ساتھ ذکر کرتے سُنا تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ شخص اسلام کے لیے اتہام کا باعث ہے۔"

عبداللہ بن احمدؒ فرماتے ہیں: "میں نے اپنے والد سے دریافت کیا: "رافضی کسے کہتے ہیں؟" آپ نے جواب دیا: "جو شخص ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو سب و شتم کے ساتھ یاد کرتا ہے وہ رافضی ہے۔" عبداللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے ان (اپنے والد) سے پوچھا: "جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی دے اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟"

اس سوال کے جواب میں انھوں نے فرمایا: "میں ایسے شخص کو مسلمان نہیں سمجھتا۔"

مروزی سے امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران مرض ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔ آپ ساری اُمت میں بہترین قاری تھے اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) خلافت کے مستحق وہی تھے۔

عبدوس بن مالک العطار کہتے ہیں کہ انہوں نے احمد بن حنبلؒ کو یہ کہتے ہوئے سُنا "اس امت میں نبیؐ کے بعد سب سے بہتر شخص ابوبکر صدیقؓ ہیں، ان کے بعد عمر بن خطابؓ اور ان کے بعد عثمان بن عفانؓ، ہم ان تینوں حضرات کو اسی طرح مقدم رکھتے ہیں جیسے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور اس پر ان میں سے کسی کو اختلاف نہ تھا۔"
اس کے بعد امام احمد بن حنبلؒ نے ارشاد فرمایا: "ان تین حضرات کے بعد پانچ اصحاب شوریٰ ہیں: علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد (ابن ابی وقاص) رضی اللہ عنہم۔ یہ سب حضرات مستحقین خلافت ہیں اور سب کے سب (اس سلسلے میں) امام ہیں۔ اس سلسلے میں ہم ابن عمرؓ کی حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں جو فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورانِ حیات جب کہ آپ کے اصحاب کی تعداد کثیر ہوگئی تھی ہم انہیں گن رہے تھے اور ہم نے یوں شروع کیا: "ابوبکرؓ، پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ۔ اس کے بعد ہم خاموش ہوگئے اور اس کے بعد (بلحاظ فضیلت) ہم نے اس تعداد کو یوں بڑھایا: اصحاب شوریٰ جو اہل بدر ہیں سب کے سب مہاجر ہیں، ان کے بعد انصار میں سے اہل بدر ہیں اس کے بعد جملہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یکے بعد دیگرے بلحاظ ہجرت اور سبقت اسلام۔ اس کے بعد یعنی مذکورہ اصحاب رسول اللہ صلعم کے بعد وہ لوگ ہیں جو اس زمانے میں زندہ تھے جب رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے۔ ان لوگوں کی صحابیت اسی نسبت سے ہے جس قدر انہوں نے آپ کی صحبت پائی۔ ان لوگوں میں وہ سب شامل ہیں جنہوں نے ایک سال، ایک مہینے یا ایک گھڑی آپ کا فیض صحبت حاصل کیا یا جس نے آپ کے روئے مبارک پر جی بھر کر نظر کی یا صرف آپ کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا۔ یہ سب آپ کے اصحاب میں شمار کیے جائیں گے۔ اس کے بعد ادنیٰ درجہ میں وہ لوگ آئیں گے جو آپ کے قرن (صدی) میں تو تھے مگر انہوں نے حضور کو دیکھا نہیں۔ اللہ ان سب کے اعمال سے واقف ہے۔ مذکورہ اصحاب کے بعد وہ لوگ جنہوں نے اصحاب رسول اللہ صلعم کو دیکھا اور ان سے اعمال خیر صادر ہوئے۔ یہی لوگ تابعین کہلاتے ہیں۔" اس کے بعد امام احمدؒ فرماتے ہیں: "جو لوگ اصحاب رسول اللہ (صلعم) کی تنقیص کرتے ہیں، ان سے بغض رکھتے ہیں یا ان کا برائی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں ایسا ہر شخص بدعتی کہلائے گا جب تک وہ ان اصحاب کو رحمت باری کا مستحق نہ سمجھے اور اپنا دل ان کی طرف سے صاف نہ کرے۔"

صالح بن احمدؒ کہتے ہیں کہ میری موجودگی میں میرے والد سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص عثمانؓ پر علیؓ کو ترجیح دیتا ہے کیا وہ بدعتی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ شخص یقیناً بدعتی ہے کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کو علیؓ پر مقدم رکھا ہے۔

عمر بن عثمان الحمقی کہتے ہیں کہ جب احمد بن حنبلؒ کو عسکر سے روم لے جایا گیا اور وہ وہاں جاتے ہوئے حمص میں ٹھہرے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ اے ابا عبداللہ آپ کیا علیؓ کو عثمانؓ پر ترجیح دیتے

ہیں تو انہوں نے فرمایا:" نہیں! پہلے عثمانؓ پھر علیؓ۔" اس کے بعد بولے:" اے ابا حفص! جس نے علیؓ کو عثمانؓ پر ترجیح دی اس نے اصحابِ شوریٰ کی دل آزاری کی۔"

محمد بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا کہ آپ تفصیل خلفائے راشدین کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا: جس نے علیؓ کو ابوبکرؓ پر ترجیح دی وہ رسول اللہ پر طعن کا مرتکب ہوا، جس نے علیؓ کو عمرؓ پر ترجیح دی وہ رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ پر طعن کا مرتکب ہوا اور جس نے عثمانؓ پر علیؓ کو فضیلت دی وہ رسول اللہ صلعم، ابوبکرؓ و عمرؓ اور جملہ مہاجرین پر طعن کا مرتکب ہوا۔" اس کے بعد بولے:" میں ان باتوں میں سے ایک کو بھی عمل خیر نہیں سمجھتا (بلکہ) ایسا سمجھنے والے کا کوئی دوسرا عمل خیر اس کے کام نہیں آ سکتا۔"

عبداللہ بن احمدؒ سے مروی ہے کہ ایک روز ان کے والد (امام احمد بن حنبلؒ) نے ان کے سامنے حدیثِ سفینہ بیان کی تو انہوں نے ان سے دریافت کیا:" والد صاحب! صحابۂ اربعہ کی تفصیل کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے۔" انہوں نے جواب دیا۔ خلافت میں پہلے ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم۔" عبداللہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا:" اور علی ابن ابی طالبؓ؟" انہوں نے فرمایا:" علیؓ اہل بیت سے ہیں، ان پر کسی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا!"

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا ہے کہ جتنی صحیح احادیث علیؓ کے فضائل میں ہیں اتنی کسی دوسرے صحابی کے فضائل میں نہیں ہیں۔

امام احمد حنبلؒ کہتے ہیں کہ جو" شخص علیؓ کی امامت کا قائل نہیں وہ اپنے گھر کے گدھے سے زیادہ گمراہ (جاہل) ہے۔"

مروزی کہتے ہیں کہ جب ہم عسکر میں تھے تو ابوعبداللہ سے خلیفہ کے بعض سفیروں نے دریافت کیا:" اے ابوعبداللہ! علیؓ و معاویہؓ کے درمیان جو قصہ تھا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" آپ نے جواب دیا:" میں ان دونوں کا ذکر خیر کے سوا اور کسی طرح نہیں کر سکتا۔"

مروزی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ (امام احمدؒ) کی گفتگو سُنی جب کہ ان سے اصحاب رسول اللہ صلعم کا ذکر کیا جا رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا: ان سب پر خدا کی رحمت ہو خواہ ان میں معاویہؓ ہوں، عمرو بن عاصؓ ہوں، ابوموسیٰ اشعریؓ ہوں یا مغیرہؓ ہوں کیونکہ ان سب کی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں تعریف کی ہے۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی:" (کثرت) سجود سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں (۴۸: ۲۹)

کسی شخص نے ان (امام احمد بن حنبلؒ) سے علیؓ اور معاویہؓ کے تنازعہ کی بابت دریافت کیا تو آپ نے اس کے جواب سے اعراض کیا اور جب ان سے دریافت کیا گیا کہ اے ابوعبداللہ وہ (علیؓ) بنی ہاشم میں تھے تو انہوں نے اسے تسلیم کیا پھر بولے:

یہ بھی تو پڑھ کر دیکھو۔ پھر انہوں نے سورہ بقر کی یہ آیت پڑھی:" یہ جماعت گزر چکی" (۲: ۱۴۱)

اس امر کا بیان کہ عثمانؓ اور ان کے اصحاب فتنہ و فساد سے بری ہیں اور یہ کہ وہ مظلوم قتل کیے گئے۔

ابو اشعث صنعانی کہتے ہیں: "فتنہ کے آغاز میں میں نے کچھ خطیبوں کو شام میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے سُنا۔ ان سب کے آخر میں ایک شخص کھڑا ہوا جس کا نام لوگوں نے مُرّہ بن کعب بتایا" وہ بولا: "اگر میں نے رسول اللہ صلعم کی یہ حدیث نہ سنی ہوتی تو میں (کبھی) نہ کھڑا ہوتا۔" اتنا کہہ کر اس شخص نے کہا: ایک روز رسول اللہ صلعم فتنہ کا ذکر فرما رہے تھے تو ایک نقاب پوش اُدھر سے گزرا۔ آپ نے اس شخص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "یہ اور اس کے اصحاب حق پر ہیں۔" اس کے بعد مُرّہ بن کعب نے کہا کہ "جس شخص کی طرف اشارہ کیا گیا تھا میں نے اس کا پیچھا کیا تو دیکھا کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔"

مجاہد عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں (عائشہؓ) نے کہا: ایک روز عثمانؓ رسول اللہ صلعم کے پاس آئے تو آپ ان کے منہ پہ اس طرح دیر تک پھونکیں مارتے رہے جس طرح نظر بد اتارنے کے لیے ماری جاتی ہیں۔ پھر آپ نے انہیں اپنے زانوئے مبارک پر لٹا کر کچھ فرمایا تو وہ بولے: "یا رسول اللہ صلعم! کیا ظلم و تشدد سے؟" عائشہؓ نے اس کے بعد فرمایا: (اس منظر اور) اس گفتگو سے میں سمجھ گئی کہ آپ نے انہیں ان کے قتل سے پیشگوئی کے طور پر مطلع فرمایا ہے۔"

زید بن ارقم کہتے ہیں کہ "ایک دن مجھے رسول اللہ صلعم نے بازار کی طرف بھیجا اور فرمایا: بازار جاؤ اور دیکھو کہ اگر وہاں عثمانؓ خرید و فروخت کر رہے ہوں تو ان سے کہو کہ رسول اللہ صلعم نے آپ کو سخت مصیبت اٹھانے کے بعد جنت کی بشارت دی ہے۔

زید بن ارقم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی تعمیل ارشاد کے لیے میں بازار کی طرف گیا اور وہاں عثمانؓ کو خرید و فروخت میں مصروف پایا تو جو کچھ رسول اللہ صلعم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا وہ میں نے ان سے کہہ دیا جسے سُن کر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلعم اس وقت کہاں ہیں اور جب میں نے بتایا کہ فلاں مقام پہ ہیں تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں پہنچ کر عثمان رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے عرض کیا: "اس خدائے تعالیٰ کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا کہ جب سے میں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہے آپ نے کسی سخت مصیبت کے سلسلے میں میرا ذکر نہیں فرمایا۔ چنانچہ وہ ایسی کونسی سخت مصیبت ہے جو میرے نصیب میں لکھی ہے؟" یہ سوال سُن کر رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا: "وہی ہے، وہی ہے (یعنی وہی مصیبت ہے جس کا اب تک میں نے تم سے ذکر نہیں کیا)"

زید بن ارقم سے ایک دوسری روایت یہ ہے:-

"ایک دن مجھے رسول اللہ صلعم نے بازار بھیجا کہ اگر عثمان وہاں ہوں تو انہیں ایک بلائے عظیم کے بعد جنت کی بشارت دو۔ چنانچہ میں وہاں گیا اور جو کچھ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا تھا ان کے گوش گزار کر دیا۔ جسے سُن کر انہوں نے

میرا ہاتھ تھاما اور اسی طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے یوں مخاطب ہوئے "یا رسول اللہ صلعم! وہ کونسی بلائے عظیم ہے جس سے مجھے سابقہ پڑنے والا ہے؟ اس کے بعد انہوں نے آپ سے عرض کیا:" خدا کی قسم جب سے میں ایمان لایا ہوں اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ہے میں نے نہ کبھی غنا (راگ راگنی) کی طرف رغبت کی ہے، نہ حرص و ہوس کی طرف مائل ہوا ہوں، نہ کبھی اپنے داہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو چھوا، (اس کے علاوہ) قبل اسلام اور اسلام لانے کے بعد میں کبھی زنا کا مرتکب بھی نہیں ہوا (یعنی پھر کس جرم کی پاداش میں مجھ پر کوئی ایسی سخت مصیبت پڑے گی؟)"

زید بن ارقم کہتے ہیں: "یہ سُن کر رسول اللہ (صلعم) نے ارشاد فرمایا:" اللہ عزوجل تمہیں ایک قمیص پہنائے گا، اگر منافقین چاہیں کہ تم اسے اتار دو تو (اپنی مرضی سے ہرگز) نہ اُتارنا۔"

عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ اگر عثمان رضہ میں کوئی اور فضیلت نہ ہو تو (ان کی عظمت کے لیے) یہی دو فضیلتیں کافی ہیں کہ وہ جامع القرآن ہیں اور انہوں نے اپنی جان دے کر مسلمانوں کو (باہمی) خونریزی سے بچا لیا۔

ایوب سجستانی نافع اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت (دوران محاصرہ) عثمان رضہ نے لوگوں سے کہا: "میں نے (کل دن میں بحالتِ خواب رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سُنا: "اے عثمان! روزہ ہمارے پاس آکر افطار کرنا۔" ابن عمر رضہ کا بیان ہے: "ظاہر ہے کہ اس روز بحالتِ خواب رسول اللہ صلعم کی زیارت اور اس ارشاد کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے روزہ پر روزہ رکھ لیا اور اگلے دن روزے ہی کی حالت میں آپ کو قتل کیا گیا۔"

اصحابِ رسول اللہ صلعم کی طرف سے قتل عثمان رضہ میں شرکت کی تردید

جب عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک عظیم ادبار سمجھا اور اپنی طرف سے اس میں ملوث ہونے کی حد سے زیادہ سختی کے ساتھ تردید کی۔ علی رضہ نے انگلی اٹھا کر فرمایا: "اے اللہ! میں تیرے سامنے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کرتا ہوں"۔

حبیب بن ثابت محمد بن علی رضہ کے حوالے سے کہتے ہیں: محاصرے کے دوران عثمان رضہ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور جب علی رضہ وہاں جانے لگے تو لوگوں نے (سختی کے ساتھ) مزاحمت کی اور انہیں آپ کے پاس جانے سے روک دیا۔ اس پر انہوں نے اپنے سر سے سیاہ عمامہ اتارا اور تین بار پکار کر کہا: "اے اللہ! میں ان (عثمان رضہ) کے قتل پر راضی ہوں نہ میں نے اس کا حکم دیا ہے۔"

مبارک بن فضالہ حسن کے حوالے سے کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے روز حسن بن علی رضی اللہ عنہما دونوں ہاتھوں سے تلواریں چلا چلا کر لوگوں کو آپ کے مکان کے قریب جانے سے روک رہے تھے۔

حذیفہ کے غلام کا بیان ہے کہ جب حذیفہ بن یمان کو عثمان رضہ کے قتل کی خبر ملی تو ان کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے گھر میں

کبھی ٹہلنے لگتے اور کبھی ٹہلتے ٹہلتے رک جاتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بات پر سخت نادم ہیں۔ پھر ان کی زبان پر یہ الفاظ آئے "اے اللہ! مجھے ڈر ہے کہ امیرالمومنین کہیں قتل نہ کر دیے گئے ہوں اور وہ مجھ سے اس لیے ناراض نہ ہوں کہ میں نے اس میں مزاحمت نہیں کی۔"

زید بن علی (علی بن حسینؓ) زید بن ثابت کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ قتل عثمانؓ کے دن (دھاڑیں مار مار کر) رو رہے تھے[1]

قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن زید بن عمر بن نفیل کو یہ کہتے ہوئے سنا: "اگر کوئی فرد واحد بھی عثمانؓ کے قتل کو برا سمجھتا اور ان کے قاتلوں کو برا بھلا کہتے ہوئے اس میں اپنی شرکت کی تردید کرتا ہے تو اسے اس کا حق حاصل ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس کسی نے اس عمل کو جو عثمان بن عفانؓ کے ساتھ پیش آیا۔ برا نہ سمجھا تو وہ اپنے مقام سے گر گیا اور اہل حق کی نقیض بنا۔ جن روایات میں تنفیض "ف" کے ساتھ ہے اس کا مطلب انہدام تفریق اور انقطاع ہے اور جن میں تنقیض "قاف" کے ساتھ آیا ہے اس کے معنی مقام سے گر جانے کے ہیں۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ عثمانؓ نے سلیط بن سلیط بن سیط اور عبدالرحمن بن عتاب بن اسید کو کچھ پیغام دے کر اور کچھ حالات بتا کر ابن سلام کے پاس بھیجا۔ جب وہ ابن سلام سے ملے تو انہوں نے آپ کا پیغام دے کر اسے حالات سے اطلاع دی۔ وہ بولے: "تم فلاں بن فلاں ہو اور تم فلاں بن فلاں! "تمہیں امیرالمومنین نے بھیجا ہے؟ اچھا تم ان سے میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ وہ قتل کر دیے جائیں گے۔ جس کا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ بہر حال وہ خدائے عزوجل کے پاس روز قیامت قوی ترین دلائل کے ساتھ جائیں گے۔ جب یہ بات آپ کو ان دونوں نے سنائی تو آپ نے فرمایا: "میں نہیں چاہتا کہ تم میں سے کوئی میرے ساتھ مل کر ان لوگوں سے جنگ کرے۔"

قتادہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نے کہا تھا: "اگر تم نے اپنے عمل کو برحق سمجھ کر کیا تو (بزعم خویش) ایسا دودھ کبھی نہ دوھ سکو گے اور اگر انہیں راہ ضلالت پر رہ کر قتل کیا تو ایسا خون (عظمت کردار) پھر قیامت تک نہ دیکھو گے۔"

عبداللہ بن سلام کے بھتیجے عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن سلام عثمانؓ کے بلانے پر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: "تم دل میں کیا بات لے کر آئے ہو؟" انہوں نے عرض کیا: "میں آپ کی مدد کے لیے حاضر ہوا ہوں۔" اس پر آپ نے فرمایا: "اچھا تو پھر ان لوگوں کے پاس جاؤ یعنی ان سے جا کر بات کرو۔" چنانچہ عبداللہ ان لوگوں (باغیوں) کے پاس گئے اور ان سے یوں خاطب ہوئے: "میرا نام زمانۂ جاہلیت میں کچھ اور تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبداللہ رکھا۔ (پھر میرا یہی نام پڑ گیا) اور قرآن کی یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے؟ اور بنی اسرائیل

---

[1] طبقات ۳، ۱: ۵۶ (حوالہ از مرتب)

میں سے ایک گواہ اسی طرح ایک (کتاب) کی گواہی دے چکا اور ایمان لے آیا اور تم نے سرکشی کی (تو تمہارے ظالم ہونے میں کیا شک ہے) بے شک خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (۴۶ : ۱۰) اور یہ آیت بھی میرے ہی متعلق نازل ہوئی ہے: "کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے گواہ کافی ہے" (۱۳ : ۴۳)

اس کے بعد عبداللہ بن سلام نے ان لوگوں سے کہا: "اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے تلوار اٹھالی ہے یعنی تمہیں آپس میں حرب وضرب سے روک دیا ہے۔ یہ وہ شہر ہے (مدینہ) جہاں تمہارے پڑوسی ہیں۔ اگر تم نے انہیں قتل کر دیا تو پھر نہ کبھی فرشتے تمہارے پڑوس میں آئیں گے نہ قیامت تک تلوار رُکے گی یعنی پھر تم ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہو گے۔"

حمید بن ہلال سے مروی ہے کہ عبداللہ بن سلام نے ان لوگوں سے کہا: "جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے اس شہر (مدینہ) میں قدم رنجہ فرمایا تھا آج تک فرشتے یہاں آنے جانے سے کبھی نہیں رُکے لیکن بخدا اگر تم نے انہیں (عثمانؓ کو) قتل کر دیا تو پھر فرشتے یہاں سے ایسے جائیں گے کہ پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے[1] اور خدا کی قسم اگر تم میں سے کسی نے بھی انہیں قتل کیا تو اس کا ہاتھ ہمیشہ کے لیے جذامی ہو جائے گا بلکہ رہے گا ہی نہیں۔ خدا اس کے بعد تم میں تلوار کبھی نہیں روکے گا۔ بخدا اگر تم نے انہیں قتل کیا تو پھر ابد تک باہم قتال و جدال ہی میں مبتلا رہو گے۔ کسی نبی کو ہرگز قتل نہیں کیا گیا اور جب قتل کیا گیا تو (گویا)[2] اس کے ساتھ ستر ہزار آدمی قتل کیے گئے۔ اگر کسی خلیفہ کو قتل کیا گیا تو (گویا) پچاسی ہزار اشخاص قتل کیے گئے۔" عبداللہ بن سلام نے یہ بھی کہا کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے ساتھ (گویا) ستر ہزار اشخاص قتل کیے گئے۔

میں کہتا ہوں (مولف کا بیان): "میری حیات مستعار کی قسم یہ عثمانؓ کے قتل کا نتیجہ تھا کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں پچاسی ہزار آدمیوں سے زیادہ کام آئے۔ اتنی بڑی مجموعی تعداد (مسلمانوں کی) کسی جنگ میں کام نہیں آئی نہ کسی غزوہ میں[3] اس کے بعد (واقعی) نہ کبھی ایسا دُودھ دوہا گیا نہ خون بہایا گیا یعنی پھر کبھی نہ ایسا استحصال ہوا نہ قتل و غارت۔"

ہم (مولف) نے یہ بھی سُنا ہے کہ عثمانؓ کے واقعۂ قتل کے روز ابوہریرہؓ ان کے پاس گئے تاکہ ان کی مدد کریں تو آپ نے فرمایا: "اے ابوہریرہؓ! کیا تم چاہتے ہو کہ یہ سب لوگ قتل کر دیے جائیں یا ان کی ایک خاص تعداد قتل کر دی جائے؟"

---

[1] مخطوطہ کے متن میں 'یعودون' کی جگہ 'یعودو' مرقوم ہے (مرتب)

[2] عبارت سیاق کی بناء پر اضافہ (مرتب)

[3] عبارت سیاق کے لحاظ سے اضافہ (مرتب)

[4] ایک مغربی مورخ کہتا ہے کہ صفین میں جتنے مسلمان کام آئے اگر وہ سب مل کر دنیا پر حملہ آور ہوتے تو اس کا ایک چپہ بھی مسلمانوں کا مفتوحہ علاقہ ہونے سے نہ بچتا (مترجم)

ابوہریرہ بولے: "نہیں تو۔" اس پر آپ نے فرمایا: "اگر تم نے ان میں سے فردِ واحد کو بھی قتل کیا تو سمجھو کہ سب کو قتل کر دیا۔" یہ سن کر ابوہریرہ بغیر حرب و ضرب کے واپس چلے گئے[1]

اعمش (ابی صالح کے حوالے سے[2]) کہتے ہیں: "ابوہریرہ جب بھی عثمانؓ پر گزرے ہوئے سانحے کا ذکر کرتے تو روتے اور ہائے ہائے کرتے جاتے تھے۔"

ابی ملیح[3] ابن عباسؓ کے حوالے سے کہتے ہیں: "اگر عثمانؓ کے قتل پر سب (مسلمانوں) کا اتفاق ہوتا تو ان پر ایسے پتھر برستے جیسے قوم لوط پر برسے تھے۔"

ابی صالح کعب احبار کے حوالے سے کہتے ہیں کہ موخر الذکر نے (لوگوں سے) کہا: "عثمانؓ کو قتل نہ کرو (کیونکہ) اگر تم نے انہیں قتل کر دیا تو پھر ارض روم سے صنعا تک قتل کبھی روکا نہ جا سکے گا (پھر فتنہ) رکے گا نہ کینہ۔"

عثمانؓ کے قتل میں اختلاف اور ان سے کنارہ کشی

بنوامیہ اور ان کے ساتھ جملہ اہل شام علیؓ کو قتل عثمانؓ کا ذمہ دار ٹھہراتے تھے یا ان پر یہ اتہام لگاتے تھے کہ آپ ان کے قتل پر رضامند تھے حتیٰ کہ معاویہ نے علیؓ کو لکھا: "امیر المومنین عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا جب کہ آپ اسی محلے میں موجود تھے آپ ان کے قتل کا شور و غل سنتے رہے مگر آپ نے زبان سے ان کی مدد کی نہ ہاتھ سے۔"

علیؓ نے معاویہ کو جواب لکھا کہ "نہ میں نے عثمانؓ کو قتل کیا۔ نہ میں ان کے قتل پر مائل تھا اور نہ رضامند۔"

جاحظ کہتے ہیں کہ میں نے عثمانؓ و علیؓ کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ان کے قتل میں اکثر لوگ شریک تھے اور یہ کہ لوگ ان سے اس وقت کنارہ کش ہو گئے تھے۔ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ علی ابوبکر کو نام رکھتے تھے، انہوں نے عمرؓ کے خلاف سازش کی حتیٰ کہ وہ قتل کر دیے گئے۔ وہ عثمان کے خلاف فتنے کو دیکھتے رہے حتیٰ کہ انہیں دن دہاڑے قتل کر دیا گیا۔

کچھ شعرائے عرب نے اس سلسلے میں مختلف رائیں دی ہیں کسی نے علی پر اتہام رکھا ہے کسی نے انہیں بری الذمہ قرار دیا ہے۔ ان شعراء میں مندرجہ ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں:۔

حسان بن ثابت، حکیم بن حزام، یحییٰ بن حکم بن مروان، سعید بن مروان، عمرو بن عاص، مروان بن حکم، صفوان بن امیہ۔ ان میں سے کسی کسی نے علی الاعلان علیؓ کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے اور کچھ نے ان کی بریت پر زور دیا ہے۔ ان میں

---

[1] طبقات ۲ / ۱ : ۴۸ (حوالہ از مرتب)

[2] طبقات ص ۵۶ پر یہی ہے مگر متن تالیف میں اعمش کے بعد" اور وہ ابوصالح تھا" تحریر ہے (مرتب)

[3] طبقات سے اضافہ (مرتب)

روافض و خوارج سبھی شامل ہیں - بہر حال علی نے اپنی جامع گفتگو میں قتل عثمانؓ سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کیا ہے جیسا کہ وہ دو جگہ خود کہتے ہیں :

(۱) بخدا میں نے نہ ان کے قتل میں پوشیدہ طور پر شرکت کی نہ کوشش کی۔"

(۲) اگر میں نے عثمان کو قتل کیا ہو تو میرے لیے خرابی ہے اور ان کا قتل قابلِ افسوس ہے - میں ان کے قتل سے (بالکل) بری الذمہ ہوں -"

اصحاب رسول اللہ صلعم کے سامنے عذرِ عثمانؓ

مسعر بن کدام ابی عون اور محمد بن حاطب کے حوالے سے کہتے ہیں کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے سامنے عثمانؓ کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا: " وہ ایسے امیر المومنین ہیں جو آپ لوگوں کو حالاتِ حاضرہ ، ضروریاتِ وقت اور احکامِ دین سے آگاہ کرتے رہتے ہیں -" اس کے بعد علی رضؓ وہاں تشریف لے آئے اور ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: " عثمانؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ، ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور عمر بھر اس پر کاربند رہے اور لوگوں پر احسان کرتے رہے ، اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے -"

عطیہ ابی ایوب کے حوالے سے علی رضؓ کا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کلام خداوندی : وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب " کی طرف لوگوں کو توجہ دلاتے ہوئے قرآنی الفاظ " فاذا جاء وعد اولاھما " (جب پہلے وعدے کا وقت آیا ، (۱۷ : ۴-۵) کے متعلق فرمایا کہ اس سے مراد قتل ذکریا اور : فاذا جاء وعد الاخرۃ (جب دوسرے وعدے کا وقت آیا) (۱۷ : ۷) سے مراد مقتل یحییٰ علیہ السلام اور " اولیٰ " سے مراد اس امت کا فتنہ و فساد اور مقتل عثمان ہے جس کا نتیجہ قریش کی تباہی و بربادی ہوگا -

مولف کہتے ہیں کہ " میرے نزدیک " قریش کی تباہی و بربادی " سے علی رضؓ کا اشارہ مقتل حسین کی طرف ہوگا "

عطیہ نے ابو ایوب کے حوالے سے علی رضؓ کا یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس ایک شخص آکر بولا : " میں عثمانؓ سے ناراض ہوں -" آپ نے اس کے سامنے سورہ غافر کی وہ آیات تلاوت کیں جن میں کہا گیا ہے کہ حاملان عرش رب العزت ان لوگوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے ہیں - پھر فرمایا کہ ان لوگوں سے مراد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ فرشتے انہیں کے لیے یہ دعا کرتے ہیں ! " اے اللہ ! انہیں بخش دے جنہوں نے شرک سے توبہ کی (غافر : ۷) اور فرمان رسول صلعم کی اتباع کی - اور جو لوگ کافر تھے انہوں نے اول الذکر لوگوں سے بغض رکھا (غافر : ۱۰) علی رضؓ نے اس شخص کو یہ آیات سنا کر اور ان کا مفہوم سمجھا کر اس سے فرمایا : " کیا تم ان (عثمانؓ) سے بغض رکھ کر موخر الذکر لوگوں یعنی کفار کی صف میں شامل ہونا چاہتے ہو ؟ "

مجالد شعبی اور مغیرہ بن شعبہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ موخر الذکر نے کہا : " میں نے علی رضؓ سے کہا کہ اگر یہ شخص (عثمانؓ)

قتل کر دیے گئے جب کہ آپ مدینے میں موجود ہوں تو لوگ آپ کو اس قتل میں شرکت و معاونت میں ملوث کر دیں گے۔ لہٰذا یہ بہتر ہے کہ آپ کہیں اور چلے جائیں تو آپ نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد باغیوں نے عثمان رضؓ کو بائیس روز تک محصور رکھ کر قتل کر دیا۔"

سعید بن عبد اللہ الجمعی عبد الرحمٰن اور محمد بن ابی حاطب کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص علی رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ کی صحبت میں آپ کے (کچھ) اصحاب بھی بیٹھے ہوئے تھے اور آپ سے عثمان رضؓ کے بارے میں آپ کی رائے معلوم کی تو آپ کے اصحاب (یک زبان ہو کر) بولے "کافر" یہ سن کر وہ شخص بولا: میرا سوال علی رضؓ سے ہے آپ حضرات سے نہیں ہے۔" علی رضؓ نے اس شخص کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ آیت عثمان رضؓ اور ان کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے "جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔" (۲۱: ۱۰۱)

قتل عثمان رضؓ کے وہ اسباب جن کا آپ پر الزام لگایا گیا اور ان کا جواب و اعتذار

اس عنوان کے تحت اس کتاب کے مولف اپنے قارئین سے کہتے ہیں: "اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے، یاد رکھیے کہ عثمان رضؓ پر جتنے الزامات عائد کیے گئے وہ سب کے سب رافضیوں اور ملحدین کی طرف سے تھے جن کے لیے ان کے پاس دلائل کے ساتھ کوئی ثبوت نہیں تھا۔ ان میں سے کچھ کا ذکر اس سے پہلے ہم کر چکے ہیں اور کچھ یہاں بیان کرتے ہیں نیز ان کے جوابات بھی حتی الامکان یہاں نقل کرتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ ابن مسعود رضؓ نے آپ پر قرآن اور اس کے مختلف نسخے جلانے کے بارے میں آپ کو مورد الزام ٹھہرایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ایک صحابی کی حیثیت سے مرتبہ میں ابن مسعود رضؓ سے برتر تھے اور اپنے اس فعل کو ان سے بہتر طور پر سمجھتے تھے۔ آپ ہی سوچیے کہ اگر ایک شخص دوسرے سے کہے کہ ہماری قرأت تمہاری قرأت سے بہتر ہے تو کیا یہ کوئی اچھی بات تھی۔ آپ نے سب کے لیے ایک قرأت مقرر فرما کر اس جھگڑے کا ہمیشہ کے لیے سدِ باب کر دیا۔ اس کے علاوہ آپ نے اس کے لیے زید بن ثابت کا تقرر کیا تھا تو اس میں عثمان رضؓ کس طرح مورد الزام ٹھہرائے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ علی رضؓ کا یہ قول بھی پیش نظر رہے کہ اگرچہ یہ کام عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا، لیکن درحقیقت اس میں جملہ اصحاب رسول صلعم کا مشورہ شامل تھا۔ جو کام دوسروں سے نہ ہو سکا وہ عثمان رضؓ نے کر دکھایا۔ اس سے عثمان رضؓ کا یہ فیصلہ بالکل درست ثابت ہوتا ہے۔"

اس کے بعد مؤلف کہتے ہیں:

"اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے ولید بن عقبہ کو (کوفہ میں) بیت المال کا متولی مقرر کیا جب کہ ان کی حالت یہ تھی کہ ایک مرتبہ نشے کی حالت میں فجر کی دو رکعتیں پڑھا کر مقتدیوں سے بولے! "اور پڑھاؤں؟" اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں بھی آپ رسول اللہ صلعم کی اقتدا سے منحرف نہیں ہوئے جنہوں نے کچھ لوگوں کو صدقات جمع کرنے کا کام سپرد کیا مگر وہ فسق و فجور میں

مبتلا ہو گئے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ کلام بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے: اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔" اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخاطب جب رسول اللہ صلعم بھی ہیں تو اس میں عثمان رضؓ کی کیا تخصیص ہے جب کہ اس کا اطلاق مساویانہ دونوں پر ہوتا ہے؟

"عمر بن خطاب رضؓ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین میں والی مقرر کیا تھا مگر وہ مسلسل شراب پیتے رہے تو آپ نے انہیں تازیانوں کی سزا دی۔ عثمان رضؓ نے بھی یہی کیا جو ان کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے نہ کہ قباحت پر۔"

"علی رضؓ نے مختار بن عبید کو مدائن میں والی مقرر کیا تھا، پھر بصرہ بھی اس کے سپرد کیا گیا تو اس نے اسے اپنا حق سمجھا اور اکڑ دکھلانے لگا تو آپ (علی رضؓ) نے فرمایا: "خدا تجھے مارے، تیرے دل سے ایمان نکل گیا ہے اور تو پھر لات وعزیٰ کی پوجا پر اُتر آیا ہے، تو ولید سے زیادہ فاسق ہے۔" اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختار دولت سمیٹ کر معاویہ سے جا ملا۔ علی رضؓ عمال کے سلسلے میں بڑا سخت رویہ رکھتے تھے۔ خود فرماتے ہیں: میں نے فلاں کو والی بنایا تو وہ دولت سمیٹ کر چلتا بنا اور جب (اس کی جگہ) فلاں کو والی بنایا تو وہ اس سے بھی زیادہ خائن ثابت ہوا۔" اس روایت کو ابونعیم نے اپنی کتاب الامۃ میں بیان کیا ہے۔"

"اگر یہ کہا جائے کہ ابن مسعود اور ابوذر رضؓ نے آپ پر دورانِ حج منیٰ میں نمازِ قصر ادا کرنے کی بجائے پوری نماز پڑھنے کا الزام عائد کیا ہے تو اس کا پہلا جواب تو آپ کا اعتذار ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ بقولِ خود آپ کے آپ نے جو مناسب سمجھا وہ کیا۔ جس کا آپ کو اختیار تھا۔ دوسرے آپ کا یہ فعل خلافِ حق کیسے ہوا جب کہ آپ نے اس میں دوسرے صحابہ کبار کی اتباع کی۔ قصر نماز کی جگہ پوری نماز کی ادائیگی دورانِ سفر صحابہ کی ایک جماعت سے ثابت ہے جن میں چودہ دوسرے صحابہ کبار کے علاوہ عائشہ اور سلمان رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ واضح رہے کہ اس اطلاع کا راوی ایک شخص ہے جس نے بیان کیا کہ اس نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو آپ کے ساتھ پوری نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا مگر جب اس کے قبیلے والوں سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ کے پیچھے صرف دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ چنانچہ آپ کے متعلق یہ الزام صرف شک کی بنیاد پر لگایا ہوا سمجھا جائے گا۔ اس کے علاوہ عمر رضؓ سے بھی یہ عمل ثابت ہے۔ آپ نے حج اور عمرہ کو ملا کر پوری نماز پڑھی تھی ....

.... پھر آپ کے فرزند ابن عمر رضؓ نے بھی آپ کی اتباع میں ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ سنت رسول اللہ صلعم کی اتباع برحق ہے۔" صحابہ کی ایک جماعت نے بھی اس عمل کی اتباع میں ترک عمرہ و حج کی جمع پر اتفاق کیا ہے جس میں ابوموسیٰ بھی شامل ہیں۔ یہ اتباع اتباعِ رسول صلعم تھا۔ آپؐ حالت احرام میں مکہ میں داخل ہوئے۔ جب کہ عمرہ ادا فرما رہے تھے اور پھر اسی طرح آپ نے جملہ مناسک حج ادا فرمائے۔ عمر رضؓ پر اس کا الزام کیوں نہیں لگایا جاتا۔ اگر الزام لگایا جائے تو پھر ان کی اتباع کیوں کی گئی؟"

"اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے صدقے کے مال سے عطیات دیے اور اس میں بھی آپ کے اقربا کی اکثریت تھی تو اس کا

جواب یہ ہے کہ الزام عائد کرنے والوں سے آپ کی صوابدید کہیں بہتر تھی۔ اس کے علاوہ امام کو اختیار ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق عمل کرے۔ چنانچہ الزام بھی لاعلمی پر مبنی ہے۔ آپ کا زمانہ بھی جہلا سے خالی نہ تھا جو مصالح کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ روا منع رہے کہ رسول اللہ صلعم نے خیبر کا مال غنیمت ان لوگوں میں تقسیم کیا تھا جن کی تالیف قلب مدنظر تھی حتیٰ کہ انصار نے یہ کہا تھا کہ مال غنیمت اوروں کو ملا جب کہ دشمن کا خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ انصار اس مصلحت سے واقف نہ تھے اور لاعلمی میں ایسا کہہ گزرے تھے۔ پھر عثمان رضؓ کا یہ عمل قابل اعتراض کیسے ہوا جب کہ اس میں اتباع رسول صلعم پائی جاتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے خمس میں سے حصہ دیا تھا تو پھر انصار کو "ہمارا مال غنیمت" کہنے کی نوبت کیوں آئی تھی؟ پھر حضورؐ کی یہ مشہور حدیث بھی پیش نظر رہے۔ آپؐ نے انصار سے فرمایا تھا: "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ دوسرے تو مال لے جائیں اور تم رسولؐ کو لے کر اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔" اس پر انصار نے جواب دیا تھا: "ہم اسی میں خوش ہیں۔"

اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے عمار کو سزا دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر امیر کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی رعیت کے کسی شخص کو تادیب کرے خواہ وہ غلطی سے ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ عمار کی سزا بھی اسی میں شامل ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ایسی سزائیں دی ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے خود تنقیدی نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ایام محاصرہ سے یوم قتل تک خود تنقیدی پر عمل کیا اور ایسا عمل کسی دوسرے سے ممکن نہیں ہے۔ آپ نے بار بار خود احتسابی کے بعد لوگوں کو ان کی وجوہات سے آگاہ کیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے بیت المال سے وہ رقوم بھی عطیات میں دیں جن پر آپ کا کوئی حق نہیں تھا تو اول تو بات یہ ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں لہٰذا اسے کس طرح مان لیا جائے۔ دوسرے آپ مالدار ترین لوگوں میں سے تھے اور آپ کی عطیات دینے کی عادت مشہور و معروف ہے۔ پس یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے عطیات بیت المال سے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی زمانہ جاہلوں سے خالی نہیں رہا۔ وہی لوگ ایسی باتیں کہتے رہتے ہیں جن کا انہیں علم نہیں ہوتا۔

ایک بار رسول اللہ صلعم نے قسم کھائی تھی۔ اس پر کسی شخص نے کہا: "یہ قسم اللہ تعالیٰ کو درمیان میں لا کر نہیں کھائی گئی تھی۔" جب رسول اللہ صلعم کو اس کی خبر ملی تو آپ اس شخص پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: "اللہ موسیٰ پر رحم فرمائے، لوگوں نے آپ کو ایسی باتیں کر کے بہت اذیت پہنچائی مگر آپ نے صبر کیا۔"

جنگِ حنین کے روز آپ نے کسی کی برائی کی قسم کھائی تو کوئی شخص بولا: "اے محمدؐ! اعتدال سے کام لیجیے۔" اس پر آپ نے فرمایا: "تجھ پر خرابی ہو، جہاں اعتدال کا موقع نہ ہو وہاں اعتدال کا لحاظ کیسے رکھا جائے؟" جاہلوں کا یہ حال تو رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھا پھر عثمان رضؓ کا کیا ذکر ہے؟

اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے ایسے لوگوں کو عامل مقرر کیا جو اس کے مستحق نہ تھے جن میں ولید بن عقبہ، سعید بن عاص اور

عبداللہ بن عامر وغیرہ ہیں تو یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آپ نے اس میں عدل نہیں برتا۔ کیا عمال سے فسق کا صدور صرف عثمانؓ کے زمانے میں صادر ہوا؟ کیا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں ایسا نہیں ہوا؟ حضرت عمرؓ نے بصرہ میں مغیرہ کو عامل مقرر کیا اور وہ دولت سمیٹ کر بھاگ نکلا جس کا ثبوت موجود ہے۔ آپ ہی نے ابوہریرہ کو بحرین میں عامل مقرر کیا اور ان پر لوگوں نے خیانت کا الزام لگایا۔ پھر آپ نے قدامہ کو بحرین کا والی مقرر کیا مگر وہ مسلسل شراب پیتا رہا۔ علیؓ نے اشتر کو امیر مقرر کیا تھا، اس کا حال سب کو معلوم ہے۔ آپ نے ابن مخنف کو والی مقرر کیا تو وہ بھی مال سمیٹ کر چمپت ہوا پھر عثمانؓ ہی کو اس معاملے میں ہدف طعن و تشنیع کیوں بنایا جائے۔ اور تو اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو امیر بنایا تو ان پر بھی الزامات عائد کیے گئے حتیٰ کہ ایک خطیب کو اٹھ کر ان جھوٹے الزامات کی تردید اور الزامات عائد کرنے والوں کو تنبیہ کرنی پڑی۔ لوگوں نے کہا کہ اس میں اسامہ اور ان کے بیٹے ملوث ہیں۔ یہ مشہور حدیث ہے لوگوں نے تو عثمانؓ کی نرم خوئی اور حیا پر بھی طعن کیا۔ ان کے زمانے میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے رسول اللہ علیہ وسلم کا فیض صحبت نہیں پایا تھا اور صحابہ کی فضیلت سے ناواقف تھے۔

اگر آپ کو اس کا الزام دیا جائے کہ آپ نے ابوذر غفاریؓ کو ربذہ کی طرف تنہا اور بے سروسامانی کی حالت میں شہر بدر کر دیا تھا تو وہ شہر بدر کرنا یا بے سروسامانی کی حالت نہیں تھی بلکہ آپ نے تو ان کے ساتھ بھلائی کی تھی کیونکہ ان کے مزاج میں خشونت تھی اور وہ لوگوں سے اس قدر لڑتے جھگڑتے رہتے تھے کہ کوئی دوسرا ایسا کبھی نہ کرتا۔ عثمانؓ نے ان کی رضا لے کر انہیں مدینے سے جانے کی اجازت دی تھی۔ جب وہ شام میں تھے تو ان کا معاویہ سے اس آیت کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا۔ "اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے" الخ (۹ : ۳۴) معاویہ کی رائے تھی کہ اس آیت میں اہل کتاب کی طرف اشارہ ہے اہل اسلام کی طرف نہیں مگر ابوذرؓ کی رائے تھی کہ اس آیت کے مشار الیہم میں اہل اسلام بھی شامل ہیں۔ اس تنازعہ کے بعد معاویہؓ نے عثمانؓ کو لکھا تو آپ نے ابوذرؓ کو اپنے پاس بلا لیا اور پھر ان کی تند خوئی کی بنا پر انہیں ان کی رضا لے کر ربذہ بھیج دیا تاکہ اہل مدینہ کے طعن و تشنیع سے بچے رہیں اور اہل ربذہ کے معاشرے میں کھپ جائیں مگر وہاں پہنچ کر انہوں نے خود ہی گوشہ نشینی اختیار کر لی اور لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ مدینے میں انہوں نے عثمانؓ سے شکایت کی تھی کہ لوگ مجھ سے جھگڑتے ہیں اور مجھے پہچانتے نہیں تو آپ نے انہیں ان جھگڑوں سے مصئون و مامون رکھنے کے لیے انہیں وہاں بھیجا تھا۔ یہ ان کے حق میں بھلائی تھی نہ کہ برائی مگر انہیں وہاں بھی جب اپنی عادت کی بنا پر فتنہ کا اندیشہ ہوا تو گوشہ نشین ہو گئے۔ اس بارے میں ہم نے جو کچھ کہا وہ بالکل صحیح ہے۔

یہ کہ عثمانؓ نے ابوذرؓ کو شام سے مدینے بلا کر قید کر دیا تھا سب رافضیوں کی من گھڑت باتیں ہیں۔ اگر یہ صحیح بھی ہو تو امیر امت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ فتنے کے اندیشے کی بنا پر ایسا کرے۔ عمرؓ نے صحابہ کی ایک جماعت کو اسی خدشے کی وجہ سے نظر بند کر دیا تھا اور گھروں سے نکلنے سے باز رکھا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ لوگ ان کی ظاہری باتوں پر نہ جائیں، ان کا سا

بس اختیار نہ کریں جس سے بعد میں غلط روایات قائم ہوجائیں۔ کیا عمرؓ نے نصر بن حجاج کو اس اندیشے کی بنا پر نظر بند نہیں کیا تھا کہ ان کے حسنِ صورت کی وجہ سے عورتیں فتنے میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ اُم حجاج بن یوسف مشہور شاعرہ کا شعر ہے:

کیا شراب ملنے کی کوئی سبیل ہے تاکہ میں اسے پی سکوں؟

(اور) کیا نصر بن حجاج کے وصل کی کوئی سبیل ہے؟

علیؓ نے نعمان کو بلکہ حسان کو بھی صحابہ کی ملاقات سے روک دیا تھا۔ واللہ اعلم

اگر یہ کہا جائے کہ لوگوں کی اکثریت کو عثمانؓ کے محاصرے اور قتل پر اتفاق تھا اور یہ کہ حذیفہ اور عمار نے (یہاں تک) کہا کہ ہم نے انہیں کافر کی حیثیت سے قتل کیا ہے اور یہ کہ طلحہؓ ان کے محاصرین میں شامل تھے اور یہ کہ علیؓ نے ان کے قتل میں اعانت کی تو کسی روایت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ روایات سراسر اس کے خلاف منقول ہیں۔ یہ صرف رافضیوں کے بیانات میں ملتا ہے۔ صحیح روایت یہ ہے کہ صحابہ میں سے کسی نے حسد یا ناراضگی کی بنا پر کسی کا ساتھ نہیں چھوڑا تو عثمانؓ کا ساتھ کیسے چھوڑ دیتے؟ عثمانؓ اہلِ سابق میں فضل و کمال کے حامل ہیں۔ اگر ان کو کسی معاملہ میں ملزم گردانا جائے تو ان کے متقدمین بھی اس کی زد میں آتے ہیں۔

طلحہؓ نے جنگِ جمل کے موقع پر کہا تھا: "اے اللہ! اگر عثمانؓ کے قتل میں میرا ہاتھ ہو تو مجھے اتنی سزا دے کہ اس سزا کے بعد تو مجھ سے راضی ہوجائے۔" اس سلسلے میں علیؓ کے بیانات بھی اظہر من الشمس ہیں۔ آپ نے ایک بار سے زیادہ یہ فرمایا: "اے اللہ! میں تیرے سامنے (عثمانؓ[1]) کے خون سے بری الذمہ ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔" آپ نے یہ بھی بار بار فرمایا: "بخدا! میں نے عثمانؓ کو قتل نہیں کیا نہ میں ان کے قتل پر مائل تھا۔" جب آپ کو ان کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا:

"اے اللہ! نہ میں ان کے قتل پر راضی تھا نہ میں نے اس کا حکم دیا۔" آپ نے اس سلسلے میں مزید فرمایا: "عثمانؓ ان لوگوں میں تھے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور پھر ایمان اور تقوے میں پختہ ہوتے چلے گئے نیز انہوں نے (دین و ملت) پر احسانات بھی کیے، اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

جب حضرت عائشہؓ سے عثمانؓ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ عثمانؓ کے قاتل پر لعنت کرے (خدا کا شکر ہے کہ) اس نے ابن ابی بکر (محمد) کو اس الزام سے بری رکھا اور اس کا رخ بنی تمیم کے مغرور ترین شخص[2]

[1] سیاقِ عبارت کی بناء پر اضافہ (مرتب)

[2] غیبر بن حنابی بن حارث بن ارطاۃ تیمی کی طرف اشارہ ہے جو عثمانؓ پر ظلم و ستم میں سب سے آگے تھا (مرتب)

کی طرف پھیر دیا یا انہیں (عثمانؓ) کو اشتر کا ہدف ناوک بنایا۔ اللہ ابن[1] بدیل کا خون چلائے۔ بخدا ساری قوم میں ایک شخص بھی نہیں جو اصابتِ دعوتِ الی الدین میں ان (عثمانؓ) سے زیادہ ہو۔

اگر صحابہ نے لوگوں کو عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کرنے سے روکا نہیں تو انھوں نے انہیں اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے طور سمجھایا ضرور تھا۔ انہیں اس کا گمان تک نہیں تھا کہ نوبت ان کے قتل تک جا پہنچے گی۔ اگر انہیں اس کا اندیشہ ہوتا تو وہ ضرور مداخلت کرتے ۔ان میں سے بعض نے محاصرے تک میں مداخلت کی۔ ایسے صحابہ میں علیؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن سلامؓ، ابن عمرؓ، ابوہریرہؓ، مغیرہؓ، زبیرؓ، اور ابن عامر پیش پیش تھے۔ حسن بن علیؓ نے تو اس روز زخم تک کھائے اور ابن زبیرؓ (ابن[2]) زرہ پہنے مزاحمت اور مدافعانہ لڑائی پر تلے کھڑے تھے۔ وہ دورانِ محاصرہ دو بار زرہ پہن کر آئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ابن عون کہتے ہیں کہ دورانِ محاصرہ عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں آپ کے معاونین کی تعداد سات سو تھی جن میں حسن[3] اور عبداللہ بن زبیرؓ بھی شامل تھے۔ اگر آپ (عثمانؓ) انہیں اشارہ کرتے تو وہ نہ صرف انہیں وہاں سے بھگا دیتے بلکہ مدینے سے باہر نکال دیتے۔ البتہ طلحہؓ چلے گئے تھے مگر وہ محاصرہ کرنے والوں میں ہرگز شامل نہیں تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ مل کر قاتلِ عثمانؓ پر صبح و شام لعنت کیوں بھیجتے؟ اور طلحہ ہی تھے جو زبیرؓ، عائشہؓ اور معاویہؓ کے ساتھ شریک ہو کر خونِ عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے۔ لہٰذا صحابہ پر الزامات من گھڑت باتیں ہیں۔

اس کے علاوہ یہ کہنا کہ اس سلسلے میں صحابہ کے اندر اختلاف تھا قطعی غلط ہے۔ ایسے خیالات سے استغفار لازم ہے نیز جو باتیں صحابہ سے منسوب کی گئی ہیں ان سے کنارہ کشی ضروری ہے۔ جس طرح انبیاء کے صرف فضائل بیان کرنا چاہیے اور (بالفرض محال) ان سے کوئی لغزش بھی ہوئی ہو تو اس کے ذکر تک سے اجتناب لازم ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے صدقے کا وہ گوشت کھا لیا تھا جو مکروہ تھا اور لوگوں نے آپ کو اس کے کھانے سے منع کیا تھا تو اس کے متعلق جواب دیا گیا ہے کہ آپ نے صدقے کے اونٹ کا گوشت کھانے میں اپنے آپ سے قبل ائمہ کی مثال دی تھی اور فرمایا تھا کہ اگر اونٹ کا گوشت جو صدقہ کا ہو کھانا جائز تھا تو میں نے ہر وہ گوشت جو اسی طرح مکروہ کے ضمن میں آئے اونٹ کے گوشت میں شامل کر لیا تھا جو غلط نہ تھا۔ لوگوں نے کہا کہ انہوں نے اس کے جواز کی کوئی آیت نہیں دیکھی۔

---

[1] تالیف میں 'ابن' کی جگہ 'بنی' مرقوم ہے اور انساب الاشراف میں 'ابنی' (۵ : ۱۰۲)۔ بہرحال اس جگہ اشارہ ابی عمرو بن بدیل بن ورقاء خزاعی کی طرف ہے جس نے اہلِ مصر کے ساتھ مل کر عثمانؓ کے خلاف بغاوت کی تھی۔ نیز دیکھیے نسخہ مطبوعہ ۱ : ۲۹۸۶ (مرتب)

[2] سیاقِ عبارت کی بناء پر اضافہ (مرتب)

[3] انساب الاشراف میں 'حسن وحسین' مرقوم ہے (مرتب)

تو آپ نے انہیں وہ آیات بتائیں کہ فلاں فلاں مقام پر ہیں۔ اس کے علاوہ حدیث رسول اللہ صلعم سے اس کا جواز ثابت ہے کہ آپ نے مسلمانوں کی جماعت کو اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کی اجازت دی۔

مصریوں نے آپ سے کہا تھا کہ قرآن شریف منگائیے۔ جب آپ نے قرآن منگایا تو انہوں نے سورہ یونس کی یہ آیت آپ کو کھول کر دکھائی "اے نبی ان سے کہہ دیجیے کہ تم دیکھتے ہو کہ اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا اور تم نے جسے چاہا اس میں سے حرام قرار دے لیا اور جسے چاہا حلال" (۱۰ : ۵۹) اور آپ سے دریافت کیا کہ آیا اس آیت میں حرمت وحلت کی وضاحت ہے؟ آپ نے انہیں وہ آیات بتائیں جن میں اس کی وضاحت ہے۔

آخر کار انہوں نے کہا کہ آپ مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کا باعث ہوئے ہیں اور جب آپ کے جواب سے ان کی تشفی ہوگئی تو وہ لوٹ گئے مگر جب انہوں نے ایک شخص کے پاس سے راستے میں ایک خط تلاشی کے بعد نکالا تو پھر واپس آکر آپ کا محاصرہ کر لیا۔ آپ نے ہر چند فرمایا کہ وہ نہ ان کا خط ہے نہ ان کے حکم یا مشورے سے لکھا گیا ہے مگر انہوں نے محاصرے میں پہلے سے زیادہ سختی برتی اور آپ پر وہ ظلم ڈھائے کہ معاذ اللہ۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ایسا گوشت کھانے کا جواز خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ عمرؓ نے خود سرف اور ربذہ میں استعمال اور اپنے غلام کو اسے کھانے کی اجازت دی جس نے اسے لذیذ بتایا۔ لٰہذا عثمانؓ کے اس عمل میں کوئی برائی نہ تھی چہ جائیکہ اس کی وجہ سے نوبت ان کے قتل تک جا پہنچتی یا ان پر شق العصا، یا تفریق فی الملت کا الزام لگا کر قتل کا جواز بہم پہنچایا جاتا۔ اللہ تعالٰے نے انہیں رتبہ شہادت سے سرفراز فرمایا اور وہ جنت میں نبی کریم صلعم اور اپنے دو ساتھیوں کی صحبت کے مستحق قرار پائے اس لیے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق اس قمیص کو جو اللہ تعالٰے نے انہیں پہنائی تھی اور خود اتارنا گوارا نہیں کیا۔ خطا ان کے قاتلوں کی ہے جو ذلت وتوہین اور لعنت وملامت کے مستحق ٹھہرے کہ انہوں نے حرمت مدینہ کا بھی پاس نہیں کیا۔

قتل عثمانؓ پر صحابہ کا ردّعمل

آپ کے قتل کی خبر سن کر سعد بن ابی سرح نے بڑے دردناک اشعار میں اظہار غم کیا۔ یہی حال مغیرہ بن اخنس کا ہوا۔ محمدؓ وطلحہؓ کہتے ہیں کہ جب آپ کے قتل کی اطلاع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملی تو آپ رو پڑیں، آپ کی مغفرت کے لیے دعا کی اور تمثیلاً یہ شعر پڑھا ؎

دنیا میں اگر کوئی سخی تھا تو وہ آج اُٹھ گیا، پھر بھی زندہ ہے
وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اگرچہ کوئی متنفس ہمیشہ زندہ نہیں رہتا

جن جن شہروں اور مقامات پر آپ کے قتل کی خبر پہنچی وہاں کہرام مچ گیا، شام اور مصر بھی ان میں شامل ہیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کچھ صحابہ مدینے سے مکہ چلے گئے۔ عمرو بن عاص نے شام کا رخ کیا اور جاتے ہوئے کہہ گئے کہ

اے اہل مدینہ! اس قتل کے بعد شاید ہی کوئی ایسا ہو جو اس شہر میں رہ کر خدا کی مار برداشت کرے۔ ان کے بعد حسان بن ثابت بھی چلے گئے۔ باقی لوگوں نے مکہ کا رُخ کیا۔ شام میں بہت سے صحابہ اور تابعین اس خبر وحشت اثر کو سُن کر غم سے نڈھال ہو گئے۔

سہل بن یوسف قاسم بن محمد کے حوالے سے کہتے ہیں کہ شام میں معاویہ کے پاس عثمان رضی اللہ عنہ کے سفیر مِسْوَر بن مخرمہ زہری تھے۔ اور ابن عامر کے پاس عبداللہ بن ابوبکرؓ تھے۔ جب معاویہ کو آپ کے قتل کی اطلاع ملی اور ساتھ ہی ایک خط بھی تو انہوں نے خط کو نہ کھولا نہ پڑھا بلکہ اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھے۔ مسور ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ معاویہ کہہ رہے تھے: "اللہ اللہ! کیسا حسرت ناک حادثہ ہے۔" مسور بولے: "اگر میں وہاں ہوتا تو اس غم انگیز واقعے کو نہ دیکھ سکتا نہ سُن سکتا۔ خدا کرے ایسا دردناک حادثہ کسی کو پیش نہ آئے۔"

سعید بن عبداللہ جمحی کہتے ہیں کہ مجھ سے حبیب بن مسلمہ نے بیان کیا: "میں نے خواب میں ایک اونٹ کو کھڑے دیکھا، پھر دیکھا کہ کچھ بدوی اس کے قریب آئے اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر اسے ذبح کرنے کی فکر کرنے لگے۔ میں نے انہیں منع کیا اور سمجھایا تو وہ اسے دُور لے گئے اور ذبح کر ڈالا۔ صبح کو اُٹھ کر میں نے یہ خواب اپنے ساتھیوں کو سُنایا اسی دوران میں شام میں امیرالمومنین کے سفیر پہنچ گئے۔ میں نے انہیں اپنا خواب سنایا تو وہ پوچھنے لگے کہ مدینے کی کیا خبر ہے؟ میں نے انہیں وہاں کے حالات اور عثمانؓ کے محاصرے کی خبر سنائی۔ اسی اثنا میں ایک دوسرا خط پہنچ گیا جس میں محاصرے کی شدت کی خبر تھی۔ مسور نے مجھ سے کہا، تم جلد سوار ہو کر مدینے پہنچو، میں معاویہ کو اطلاع دیتا ہوں۔ حبیب بن مسلمہ کہتے ہیں کہ میں فوراً روانہ ہو گیا اور پھر ٹھہر گیا تاکہ میرے ساتھی راستے میں آ کر مجھ سے مل جائیں۔

ابی حارثہ اور ابی عثمان کہتے ہیں کہ جب معاویہ کو عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرے کی خبر ملی تو انہوں نے حبیب بن مسلمہ فہری کو بلا بھیجا اور انہیں محاصرے کی خبر سنا کر کہا کہ جلدی مدینے جاؤ اور کچھ لوگ ساتھ لے جاؤ۔ فہری نے پوچھا "کیا میں اپنے آدمی ساتھ لے جاؤں؟ تو وہ بولے: "نہیں اہل شام۔" فہری نے کہا: "مجھے ان کی کیا خبر؟" معاویہ نے کہا: "وہ سب بھروسے کے آدمی ہیں، دوسرے تمہارے ساتھ تمہارے دوست یزید بن شجعہ حمیری بھی جائیں گے۔ چنانچہ فہری کافی ساز و سامان اور اسلحہ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ معاویہ نے کہا تھا: "اگر عثمان زندہ ہوں تو ان کا حکم ماننا اور اگر وہ قتل کر دیے گئے ہوں تو میرے پیغام کا انتظار کرنا اور کسی سے کچھ نہ کہنا ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے۔"

حبیب بن مسلمہ فہری کہتے ہیں کہ یزید بن شجعہ ایک ہزار سواروں کا رسالہ لے کر آگے اور میں لوگوں کے ساتھ سامان لے کر چلا۔ یزید بن شجعہ بہ عجلت سفر طے کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ اس مقام تک پہنچ گئے جو خیبر و سقیا کے درمیان ہے۔ وہاں عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر ملی۔ پھر نعمان بن بشیر پہنچ گئے جن کے پاس وہ قمیص تھی جس میں آپ کو قتل کیا گیا تھا۔

قمیص خون آلودہ تھی اور اس کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں بھی تھیں۔ اس کے بعد یزید بن شجرہ واپس ہو کر حبیب بن مسلمہ فہری سے آملے۔ اور سب مل کر شام کی طرف لوٹے۔ پہلے نعمان کو بھیجا گیا۔ اور معاویہ کے پیغام کا انتظار کیا گیا۔ جب اجازت ملی تو حبیب بھی دمشق چلے گئے۔ نعمان بن بشیر نے معاویہ کے سامنے عثمان کی خون آلودہ قمیص نکالی اور ان کی زوجہ کی انگلیاں بھی۔ دو انگلیاں جڑ سے کٹی ہوئی تھیں جن کے ساتھ پہنچے کا بھی کچھ حصہ تھا مگر چھنگلیا آدھی کٹی تھی۔

معاویہ نے قمیص کو دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر رکھوا دیا اور اُن کے اوپر نائلہ بنت فرافصہ کی کٹی ہوئی انگلیاں لٹکا دی گئیں۔ معاویہ منبر پر بیٹھتے، انگلیاں اوپر لٹکتی رہتیں اور لوگ گریہ وزاری کرتے۔ اسی طرح ایک سال گزرا۔ اس دوران میں لوگ اپنی بیویوں کے پاس خلوت میں نہیں گئے نہ کبھی بستر پر سوئے۔ انہوں نے عہد کیا تھا کہ جب تک عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ نہ لے لیں گے اسی حالت میں رہیں گے۔ چنانچہ انہیں اسی طرح عثمانؓ کی قمیص اور نائلہ کی انگلیوں کے گرد وپیش بیٹھ کر روتے ہوئے ایک سال گزر گیا۔

ابی حارثہ وابی عثمان کہتے ہیں کہ (دمشق جاتے ہوئے) عمرو بن عاص عجلان میں ہمارے ساتھ بیٹھے اور ان کے دونوں بیٹے بھی ان کے قریب بیٹھے تھے کہ ایک سوار وہاں پہنچا۔ ہم نے اس سے پوچھا: "کہاں سے آرہے ہو؟" وہ بولا: "مدینے سے۔" اس پر عمرو بن عاص[1] نے اس سے دریافت کیا: "تمہارا نام کیا ہے؟" وہ بولا: "حصیر"[3] عمرو بن عاص نے پوچھا: "وہ (یعنی عثمانؓ) ہنوز محاصرے میں ہیں یا قتل کر دیے گئے؟ تمہاری اطلاع کیا ہے؟" سوار نے کہا: "جب میں چلا تھا اس وقت تک تو محاصرے میں تھے۔" عمرو بن عاص بولے: "(میرا خیال ہے کہ) قتل کر دیے گئے۔" اس کے بعد چند روز اسی طرح گزر گئے۔ اس کے بعد ایک اور سوار عجلان سے گزرا تو عمرو نے اس سے بھی یہی پوچھا: "کہاں سے آرہے ہو؟" اس نے کہا: "مدینے سے" جب نام پوچھا گیا تو اس نے "قتال" بتایا۔ عمرو بن عاص نے اس کے بعد دریافت کیا: "آدمی قتل کر دیا گیا کیا؟ تمہاری کیا اطلاع ہے؟" اس نے کہا: "آدمی قتل کر دیا گیا۔" اس کے بعد چند روز اور گزر گئے جس کے بعد ایک اور سوار عجلان سے گزرا۔ اس سے پوچھا گیا: کہاں سے آئے ہو؟" اس نے کہا: "مدینے سے۔" عمرو بن عاص نے اس کا نام پوچھا تو اس نے "حرب" بتایا۔ عمرو بولے: "لڑائی ہونے والی ہے۔" پھر پوچھا: "مدینے کی کیا خبر ہے؟" وہ بولا: "عثمانؓ قتل کر دیے گئے اور لوگوں نے علیؓ کی بیعت کر لی ہے۔" اس پر عمرو بن عاص بولے: "اس میں جس کا ہاتھ ہوگا وہ بھگتے گا۔ اللہ عثمانؓ پر رحم فرمائے اور ان کی مغفرت کرے۔" یہ سن کر سلامہ بن زنباع الجزامی

---

[1] نسخہ مطبوعہ، ۱: ۳۲۵۵ (حوالہ از مرتب)

[2] اضافہ از مترجم ۱۲۔

[3] مطبوعہ نسخے میں "حصیرۃ" مرقوم ہے (مرتب)

نے کہا: "اے اہل قریش! وہ تمہارے اور (باقی) عرب کے درمیان ایک دروازہ تھے۔ اب جب کہ وہ دروازہ ٹوٹ گیا ہے تو کوئی دوسرا دروازہ دیکھ لو۔" اس پر عمرو بن عاص بولے: "ہمارا یہی ارادہ ہے، دروازہ صاف کیے بغیر صاف نہیں ہوتا باطل کے مٹنے سے حق نمودار ہوتا ہے۔ اب لوگ انصاف کی طرف بڑھیں گے۔" عمرو بن عاص نے اسی قبیل کی اور بہت سی باتیں کیں۔"

اس کے بعد عمرو بن عاص اپنے بیٹوں سمیت عورتوں کی طرح گریہ و بکا کرتے ہوئے شام کی سرحد میں داخل ہوئے۔ وہ کہتے جاتے تھے: "عثمانؓ! افسوس ہے کہ تم حیا اور دین دونوں کو (قریب قریب) ختم کر گئے۔" اسی حالت میں وہ دمشق پہنچے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی ایسے شخص کے احکام کی تعمیل کر رہے ہیں جسے آئندہ اقدام کا علم ہو۔

محمد بن عبداللہ ابی عثمان کے حوالے سے کہتے ہیں کہ موخر الذکر نے ان سے بیان کیا: "مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمان بھیجا تھا، وہاں ایک کاہن نے مجھے کچھ باتیں بتائی تھیں جو (حرف بحرف) درست نکلی تھیں۔ چنانچہ میں نے اسے بلا کر پوچھا کہ نبی صلعم کی وفات کے بعد آپ کا خلیفہ کون ہوگا؟ اس نے بتایا کہ آپ کے بعد جو آپ کا خلیفہ ہوگا وہ انہیں کی قوم کا ہوگا مگر اس کی مدت خلافت بہت کم ہوگی۔ ابی عثمان کہتے ہیں کہ جب میں نے اس سے دریافت کیا کہ اس کے بعد آپ کا خلیفہ کون ہوگا تو وہ بولا کہ وہ بھی اسی کی یعنی خلیفہ اول کی قوم کا ہوگا اور اسی کا ہم رتبہ ہوگا جب اس سے خلیفہ ثانی کی مدت خلافت کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ اس کی مدت خلافت تو طویل ہوگی مگر اسے قتل کر دیا جائے گا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ اس کے بعد کون خلیفہ ہوگا تو اس نے بتایا کہ خلیفہ ثانی ہی کی قوم کا ایک شخص ہوگا۔ اس کی مدت خلافت بھی خاصی طویل ہوگی مگر اسے بھی قتل کر دیا جائے گا اور اس پر کافی رد و قدح ہوگی۔ جب اس سے دریافت کیا گیا کہ خلیفہ ثالث کو بھی کیا خلیفہ ثانی کی طرح دھوکے سے قتل کیا جائے گا تو اس نے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر ابی عثمان بولے کہ پھر وہ تو بلائے عظیم ہوگی۔ اس کے بعد جب اس سے دریافت کیا گیا کہ پھر خلیفہ کون ہوگا تو اس نے کہا کہ اس کے بعد خلیفہ ثالث ہی کی قوم کا ایک شخص ہوگا مگر اس سے قبل کہ لوگ اس کے حق میں مجتمع ہوں باہمی انتشار پیدا ہو جائے گا اور آپس میں سخت لڑائیاں ہوں گی۔ جب اس سے دریافت کیا گیا کہ پھر کون خلیفہ ہوگا تو وہ بولا کہ اس کی جگہ ارض مقدس کا امیر ہوگا۔ اس کی مدت سلطنت تو کافی طویل ہوگی مگر اس میں فرقہ واریت پیدا ہو جائے گی اور وہی اس کی سلطنت کے انتشار کا باعث ہوگی۔ ابی عثمان کہتے ہیں کہ ارض مقدس (فلسطین) کے امیر سے اس کاہن کی مراد معاویہ اور خود ارض مقدس سے مراد خطہ شام تھا۔

حضرت عثمانؓ کے قتل کے روز پہلے کچھ قریش قتل ہوئے پھر بنی اسد میں سے عبداللہ بن وہب بن زمعہ اشعبہ بن ربیعہ اور عبداللہ بن عبدالرحمن بن عوام قتل ہوئے۔ بنی عبدالدار میں سے عبداللہ بن ابی ہبیرہ بن عوف بن سباق اور بنی زہرہ سے مغیرہ بن اخنس بن شریق قتل ہوئے۔ مصریوں میں سے جو لوگ اس روز کام آئے ان کا کسی راوی نے نام نہیں لیا۔

جب حمران بن سودان نے اپنے باپ اور چچا سے وہ واقعات سُنے جو انہیں پیش آئے تھے تو اس نے اپنی تلوار اٹھائی اور اپنا دوسرا سامان لے کر معاویہ بن حدیج سے جا ملا۔

عبداللہ بن سعید بن ثابت سے روایت ہے کہ مصحف عثمانؓ کو انہوں نے دیکھا، اس پر خون کے داغ تھے۔ وہ قرآن لوگوں کے پاس آپ کی اور دوسری نشانیوں کی طرح موجود تھا۔

محمد وطلحہ ابی عثمان اور ابی حارثہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ نائلہ بنت الفرافصہ حضرت عثمان رضؓ کی قمیص اور اپنی کٹی ہوئی انگلیاں لے کر شام کے مسلمانوں کے پاس سفیر کے ساتھ جا پہنچیں۔ پھر جامع دمشق کے منبر پر عثمان رضؓ کی قمیص رکھ دی گئی اور اوپر ان کی زوجہ نائلہ کی انگلیاں لٹکا دی گئیں اور وہاں (مسلسل) مدت تک قرآن خوانی ہوتی رہی۔ پھر شام کے لوگ اور کچھ وہ لوگ جو مجبوراً مدینے میں رہ گئے تھے عثمان رضؓ کے خون کے قصاص کا (زور شور سے) مطالبہ کرنے لگے۔

باب یازدہم

ان مراثی کا ذکر جو عثمانؓ پر کہے گئے

جب عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا تو اس دور کے مختلف عرب شعراء نے آپ کے قتل اور آپ پر ظلم وستم نیز آپ کے مصائب سے متعلق عینی وغیر آئینی واقعات کو اشعار کا جامہ پہنایا۔ ان میں وہ شعرا بھی ہیں جنہوں نے آپ کو مظلوم اور شہید سمجھ کر آپ کی مدح کی اور آپ کے واقعات قتل کو مراثی کی شکل میں ڈھال دیا، وہ بھی ہیں جنہوں نے آپ کی ہجو میں اشعار کہہ کر عرب کی بے باکی مگر دریدہ دہنی کا ثبوت دیا، وہ بھی ہیں جنہوں نے آپ کے بہیمانہ قتل پر گریہ وبکا کے ساتھ اپنے جذبات اور ان دردناک واقعات کو فنی عروج کے ساتھ نظم کیا اور وہ بھی ہیں جو اپنی کمینہ فطرت کی بنا پر آپ کے دردناک قتل سے خوش ہوئے اور انہوں نے اپنے سفلی جذبات کو اشعار کے سانچے میں ڈھالا۔

ہم ذیل میں عرب کے ان مخصوص نامی گرامی شعراء کی ایک مختصر فہرست دے رہے ہیں جنہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے دردناک قتل پر بڑے پُرسوز انداز میں مراثی کہے اور جو برسوں زبان زد خاص وعام رہے۔ ان مراثی کے کچھ چیدہ چیدہ اشعار بھی یہاں پیش کیے جارہے ہیں۔ ان شعراء میں حسّان بن ثابت سرفہرست ہیں جن کے مراثی کچھ اہل دل اور اہل حقیقت گریہ وبکا کے ساتھ اظہار جذبات کے لیے باربار اعلانیہ پڑھتے رہے۔

(۱) حسّان بن ثابت[۱]

(۲) کعب بن مالک انصاری[۲]

---

[۱] ملاحظہ ہو دیوان حسان بن ثابت طبع لیدن (مرتّب)

[۲] ان کے کچھ اشعار دیوان حسان بن ثابت میں بھی چھپ گئے ہیں۔ (مرتّب)

(۳) ولید بن عُقبہ
(۴) نظر بن حارث سہمی
(۵) حنظلہ بن ربیع تمیمی [۱]
(۶) خالد بن عُقبہ بن ابی معیط (انہوں نے حسّان بن ثابت سے اجازت لے کر ان کے اشعار کا اضافہ بھی اپنے کلام میں کیا)
(۷) مغیرہ بن اخنس

ان شعراء کے علاوہ عرب کے ایک غیر معروف شاعر اور کچھ جنوں کو بھی مراثی پڑھتے سُنا گیا۔
مذکورہ بالا شعراء کا نمونۂ کلام یہ ہے :-
حسّان بن ثابتؓ کہتے ہیں :-

کیا تم نے غزوۂ دروب اس لیے چھوڑا تھا — کہ قبر محمد (صلعم) کے نزدیک لڑائی میں شرکت کی تمنا رکھتے تھے
کیا تم مدینے کے اطراف میں اس لیے آئے تھے — کہ وہاں آکر بدترین فعل کے مرتکب ہو ؟
اگر تم غور کرو تو سمجھو گے کہ امیر [۲] قوم — کے سلسلے میں جو کچھ تم کر گزرے وہ نہایت بُرا فعل تھا
وہ بھی اصحاب نبیؐ تھے جنہیں تم نے — رات کے اندھیرے میں مسجد نبوی میں قتل کیا
میں اباعمر (عثمانؓ) اور ان کے شدید مصائب پر — جنت البقیع میں ٹھہر کر برسوں روتا رہوں گا ۔

کعب بن مالک انصاری :-

کیا یہ مناسب ہے کہ لوگ میرے رونے اور جس پر میں رو رہا ہوں
اسے بُرا سمجھیں، مجھے تعجب ہے کہ میں صحرا میں (تنہا) رو رہا ہوں!
(اے لوگو!) میں نے ایک امین کے جسم کے ٹکڑے دیکھے !
وہ شخص عثمان تھا جسے کفن میں لے جایا جا رہا تھا !
(سمجھ لو) کہ اللہ نے اس قوم کو قتل کر دیا
جس نے ایک ذکی، فطین اور عمدہ امام کو پُرفتن انداز میں قتل کیا

---

[۱] ان کے کچھ اشعار حسّان بن ثابت نے تظمین بھی کیے ہیں (مؤلف)
[۲] دیوان (طبع لیدن) میں 'امیر' کی جگہ 'امام' مرقوم ہے (مرتّب)

(سمجھ لو کہ) کہ تم نے اس کے ساتھ جملہ اصحاب نبیؐ کو قتل کر دیا
جس کے اعمالِ نیک کے پیشِ نظر اللہ بھی اس پر درود و سلام بھیجتا ہے
اس میں خلافت کے ساتھ حلم، تقویٰ اور جملہ نیک اعمال
جمع تھے جن کی مثال ملنا امرِ محال ہے!
یہ وہ شخص تھا جس کی صحبت میں رہ کر میں نے دیکھا
کہ اسے دنیا کی کسی شے کی تمنا تھی نہ اس کی طرف توجہ۔

ولید بن عُقبہ :-

کیا تم انصار کی بدقسمتی نہیں دیکھتے! ان کے سامنے دن کے وقت وہ شخص قتل کر دیا گیا
جس کے بعد (رات کو) آسمان پر! ستارے نہیں چمکیں گے!
اور قریش کو دیکھو کہ انہوں نے عصبیت کی بنا پر اس کا خون دیکھا (جبکہ) وہ اس کے قرابت دار اور اصحاب تھے
عثمان رضؓ کو ان مشیروں نے قتل کیا جو اس کے عزیز یہ اقارب اب روزِ عقارب کی طرح ہماری طرف لپک رہے ہیں
وہ لائق ملامت ہیں جو عثمان کے عیب بیان کرتے ہیں کیا وہ (گریبان میں منہ ڈال کر) اپنے عیب نہیں دیکھتے؟
(اور تو اور) یہ دیکھیے کہ کعب، زید بن ثابت، طلحہ و نعمان مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ میں واویلا نہ کروں!

نضر بن حارث سہمی :-

ان کے آبا کی قسم جو کچھ انہوں نے کیا (قیامت تک) اس کی تلافی نہیں ہو سکتی
جب خون بہا چکے تو اب اس پر روتے ہیں کیا اس طرح وہ خون جائز ہو جائے گا
انہوں نے اس کے گھر کو لوٹ کر منہدم کیا جس کی وجہ سے شمس و قمر گہنا گئے!
انہوں نے ہمیں بھی مشتبہ سمجھ کر ہم پر (ہماری نیکی کے باوجود، اس کے ساتھ ہم پر حملے کئے

خُلید بن نزفر سے مروی ہے کہ مغیرہ بن اخنس جب حج سے لوٹے تو آپ (عثمان رضؓ) کو محاصرے میں دیکھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے باغیوں کے ساتھ لڑائی کی اجازت ان الفاظ میں مانگی:

وہ مغیرہ کی ضرب کی تاب نہیں لا سکتے (آپ دیکھ لیں گے) وہ میدان چھوڑ کر بھاگ لیں گے
اور جب دشمنوں کے سامنے گئے تو انہیں للکار کر کہا:
میری طرف سے بنی سعد سے کہہ دو کہ آج ان کا مکر و فریب کام نہیں آئے گا

اے میرے بنی عصم! بھاگ جاؤ! کہ بھاگ جانے ہی میں سلامتی ہے اور یہی بہتر ہے

عثمان رضؓ نے چھت سے اتر کر مغیرہ سے کہا:

اللہ ان سے بدلہ لے گا، میں نے انہیں (مرورِ ایام کے ساتھ) عبرت کے لیے چھوڑ دیا ہے

حنظلہ بن ربیع تمیمی :-

بنو عمرو بن عوف کا وہ عہد[1] کہاں گیا؟ بنو نجار بھی بدل کر[2] غدار ہو گئے!

ان کے پڑوسی بھی کمینے ہو گئے، ان سے غداری کر کے اس گھر سے منہ موڑا جو پڑوس میں تھا

آج حفاظت کا خیال بھول کر ایسے بن گئے جیسے[3] وہ تمہارے پسندیدہ نہ ہوں

محمد (صلعم) کی وصیت بھول کر پڑوس کی عزت سے روگردانی کی!

تم نے اسے (تنہا) مصیبت اور حالت جنگ[4] میں چھوڑا اور اہل امصار[5] شور مچا رہے تھے!

تم غائبانہ خود کو انصار کہتے ہو! اے گروہِ انصار! تم پر خرابی ہو!

تم نے اس سے بدعہدی کی! صرف اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں سے وفا کی!

جب حنظلہ نے سنا کہ اہل شام علیؓ پر عثمان رضؓ کے قتل کی تہمت لگا رہے ہیں تو اس نے مندرجہ بالا اشعار میں مندرجہ ذیل شعر کا بھی اضافہ کر دیا ؎

کاش میرے بال و پر میں اتنی قوت ہوتی کہ میں تمہیں علیؓ اور عثمان رضؓ بن عفان کے مراتب کی خبر کر سکتا!

حنظلہ کے یہی اشعار حسان بن ثابت نے مشرح کیے ہیں۔

خالد بن عقبہ بن ابی معیط نے ازہر بن سیحان محاربی کو جو اصحاب عثمان رضؓ میں سے تھا اور قتل کے روز غائب ہو گیا تھا یوں

---

[1] دیوان (ص ۶۸) میں 'عہد' کی جگہ 'نذر' مرقوم ہے (مرتب)

[2] دیوان میں 'تلون' کی جگہ 'تلوث' استعمال ہوا ہے (مرتب)

[3] دیوان میں 'تبدلوا' کی جگہ 'تخاذلت' مرقوم ہے (مرتب)

[4] دیوان میں 'مجدلاً' کی جگہ 'مفرداً' مرقوم ہے (مرتب) یہ مفہوم قوسین ( ) میں بڑھا دیا گیا ہے (مترجم)

[5] دیوان میں یہاں 'من' کی جگہ 'فی' مرقوم ہے (مرتب)

مخاطب کیا:

تیری جان کی قسم تو نے چپ سادھ لی اور دیکھتا رہا کہ وہ اپنے وسیع گھر میں حالت محاصرہ میں ہیں

محاربی نے اس کا یہ جواب دیا ۔

لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے بلایا اور میں خاموش رہا وہ دعائے خلیل میرے لیے نہیں تھی

اگر میں ان کی آواز سن لیتا اور دیکھ بھی) میرے ہاتھ (مدد سے) رکتے تو میں انہیں کاٹ ڈالتا

مغیرہ بن اخنس :-

(تم نے) ان کے ہاتھ کاٹ کر ان کا دروازہ بند کیا (سمجھ لو) اللہ تمہاری حرکات سے غافل نہیں ہے

وہ کہہ رہے تھے ؛ "مجھے قتل نہ کرو"، "اللہ قتل کے سوا سب گناہ معاف کر دے گا"

میں نہیں سمجھ سکتا کہ دوستی کے بعد ان پر دشمنی کس طرح غالب آگئی[1]

کسی گمنام شاعر کے اشعار یہ ہیں ۔

ہائے عثمان! جن کے دروازے پر حسرت عجب انداز میں رو رہی ہے!

بخشش رو کر کہہ رہی ہے کہ انہیں پر ظلم کیا جن سے عطیات لیے تھے

عثمانؓ کے قتل پر جنّات کا نوحہ

محمد بن حسین آجری اپنی کتاب الشریعۃ میں لکھتے ہیں:

جب عثمانؓ قتل کیے گئے، تو اکثر اصحاب رسول اللہ صلعم نے گریہ وزاری کی، کچھ لوگ جو اپنے گھروں میں بیٹھ رہے تھے وہ بعد از قتل باہر نکلے اور جنازے کی نماز میں شرکت کے لیے قبرستان پہنچے۔ اس اثنا میں جنّات تک نوحہ پڑھتے رہے۔

عثمان بن مرّۃ کہتے ہیں کہ ان سے ان کی والدہ نے بیان کیا،

"جب عثمانؓ کو قتل کیا گیا تو میں نے تین جنّوں کو مسجد نبوی میں یہ نوحہ پڑھتے سنا":-

رات کو یہ لوگ مسجد میں رکوع وسجود میں مصروف تھے

(مگر) صبح ہوتے ہی شہاب کی طرح (گرم رفتاری سے) ان پر ٹوٹ پڑے

یہ لوگ (کل تک) تیری مجلس کی زینت بنے ہوئے تھے

اور (ہائے افسوس) آج اس دوستی کی گردن کاٹ ڈالی!

---

[1] مغیرہ کا یہ قول شعر نہیں ہے (مترجم)

عثمان بن مُرّہ کہتے ہیں کہ دوسرے لوگوں نے بھی ان کی والدہ کے اس بیان کی قسم کھا کر تصدیق کی۔

آجری کہتے ہیں کہ ان سے ابوداؤد نے بیان کیا، ابوداؤد نے عبداللہ بن سعید سے روایت کی، عبداللہ بن سعید نے ابوٹمیلہ سے سُن کر بیان کیا اور ابوٹمیلہ کی روایت یہ ہے:

"مجھ سے محمد بن اسحٰق نے ذکر کیا کہ انہوں نے ایک جن کو یہ نوحہ پڑھتے سُنا":۔

آج آپ پر عورتیں رو رہی ہیں (اور) عمر بھر روتی رہیں گی!
انہوں نے اپنے چہرے (نوچ کر) زخمی کر لیے ہیں!
(اور) زیب و زینت کے لباس اتار کر سیاہ کپڑوں میں ملبوس ہو گئی ہیں

باب دوازدہم

ان لوگوں کا ذکر جنہوں نے عثمانؓ کے قتل میں شرکت یا اعانت کی اور اس سلسلے میں معلومات کے مآخذ

واضح رہے کہ جب عثمان رضؓ کو قتل کر دیا گیا تو معاویہ نے اس سلسلے میں معلومات فراہم کرنے کے لیے جگہ جگہ پوشیدہ طور پر لوگ مقرر کر دیے اور معلومات جمع کرنے کی (حد سے زیادہ) کوشش کی۔ اس اثنا میں جامع دمشق کے منبر پر عثمان رضی اللہ عنہ کی خون آلود قمیص رکھی رہی اور اس کے اوپر آپ کی زوجہ نائلہ کی بریدہ انگلیاں لٹکتی رہیں اور لوگ ایک سال تک منبر کے گرد و پیش گریہ وزاری میں مصروف رہے مگر معاویہ جملہ عساکر میں لوگوں کو بھیج بھیج کر آپ کے قتل کی تفتیش میں لگے رہے۔

عثمانؓ کے قتل کے سلسلے میں جو شخص سب سے پہلے قتل کیا گیا وہ اہل بصرہ میں سے ایک شخص تھا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ جب آپ کے محصور ہونے کی خبر معاویہ کو ملی تو انھوں نے سواروں کا ایک رسالہ مدینے کی طرف روانہ کیا۔ اس رسالے کے ساتھ مجاشع بن مسعود تھے۔ ان کے آگے مقدمۃ الجیش کے طور پر زفر بن حارث چل رہے تھے۔ موضع نباج میں ان کا استقبال اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے کیا۔ زفر بن حارث نے اس سے پوچھا: "مدینے کی کوئی خاص خبر؟" وہ بولا: "وہ بدنسل" قتل کر دیا گیا۔ زفر بن حارث نے پوچھا: "کون بدنسل؟" اس نے جواب دیا: "عثمان" چنانچہ اسے گرفتار کر کے پہلے زمین پر پہلو کے بل لٹایا گیا اور پھر ذبح کر دیا گیا۔ چونکہ یہ بصری پہلا شخص تھا جسے عثمانؓ کے روزِ قتل کے بعد اس سلسلے میں قتل کیا گیا اس لیے ہم نے اس کا ذکر سب سے پہلے کیا ہے[1]

شودان بن حُمران (خدا اس پر لعنت کرے) نے پہلے عثمان رضؓ کو زدوکوب کیا اور پھر قتل کر دیا۔ جب اسے آپ کے ایک غلام نے دیکھا تو اسے فوراً قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر قیترہ اس غلام پر جھپٹا اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد

---

[1] متنِ کتاب کا فقرہ ۸۳ ملاحظہ ہو (مرتب)

عثمانؓ کا ایک دوسرا غلام قیترہ کی طرف لپکا اور اسے قتل کر دیا۔ آپ کے قتل کے بعد باغیوں کا پہلا شخص جو قتل کیا گیا وہ سودان بن حُمران تھا۔

مقتل مالک اُشتر

حضرت علیؓ کے دورِ خلافت سے قبل محمد بن ابوبکر مصر کے عامل تھے۔ آپ نے ان کی جگہ اُشتر کو عامل مصر بنا کر بھیجا۔ اس سے معاویہ کو اندیشہ ہوا کہ اگر اُشتر عامل مصر ہو گئے تو وہ محمد بن ابوبکر سے زیادہ اہل مصر پر سختی کریں گے۔ اس لیے انہوں نے وہاں ایک مقدّم کو جو بجدی خراج کی وصولی کے لیے وہاں بھیجا اور اس سے کہہ دیا کہ اگر تم نے یہ خراج اُشتر سے پہلے وصول کر لیا تو کر لیا ورنہ اسے وہی ہتھیا لے گا۔

اُشتر جب عراق سے مصر کا ارادہ کر کے روانہ ہوئے تو انہیں سمندر کے ساحل پر وہی مقدّم ملا۔ اس نے انہیں اپنے پاس قیام کی دعوت دی۔ اُشتر اس کے پاس ٹھہر گئے، اس نے انہیں کھانا کھلایا مگر پینے کے پانی میں شہد کے ساتھ زہر ملا دیا جسے پیتے ہی اُشتر جاں بحق ہو گئے۔

معاویہ نے اہل شام کو یہ خبر سُنا کر کہ علیؓ نے اُشتر کو مصر کا گورنر بنایا ہے ان سے یہ کہا تھا کہ وہ اللہ سے دُعا کریں کہ اُشتر مصر تک نہ پہنچ سکیں۔ چنانچہ وہ دُعا کرتے رہے۔ جب معاویہ کو اُشتر کی ہلاکت کی خبر ملی تو انہوں نے اہل شام سے اس کا ذکر کر کے گویا انہیں ان کی دعاؤں کی قبولیت کی اطلاع دی۔

جب علیؓ کو اُشتر کی موت کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ اس کے ہاتھوں اور زبان کا بدلہ اسے مل گیا۔ آپ کو اُشتر کے بارے میں جو اطلاعات ملی تھیں وہ آپ کو ناگوار گزری تھیں۔ آپ نے اسے باکراہ مصر کا گورنر بنایا تھا۔ بہر حال جب آپ کو اس کی موت کی خبر ملی تو آپ نے لوگوں کے سامنے ان اطلاعات کی وضاحت کر دی۔ یہ بالکل صحیح روایت ہے کہ آپ نے طوعاً و کرہاً اسے مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔

یہاں تک اُشتر کے متعلق اطلاعات کا تعلق ہے تو عمر، علی، خالد بن ولید اور اُمّ ذر کی روایات سے ثابت ہے کہ وہ عثمانؓ کے مخالفین میں تھا۔ یہ روایات جماعت در جماعت آ گے پہنچی ہیں۔ اُشتر ہی وہ شخص تھا جس نے لوگوں کو عثمانؓ کے خلاف بھڑکایا تھا اور انہیں آپ کے قتل پر آمادہ کر کے بھیجا تھا۔ اس کا ذکر ہم اس سے قبل کر چکے ہیں۔

محمّد بن ابوبکر اور کنانہ بن بشر تجیبی کے مقتل کا ذکر

معاویہ نے عمرو بن عاص کو مصر کے چھوٹے چھوٹے گروہوں سے نمٹنے کے لیے بھیجا تھا۔ جب وہ مصر پہنچے تو انہوں نے محمد بن ابوبکر کو بلا کر مصر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ محمد بن ابی بکر نے اس کی اطلاع علیؓ کو دی اور ان سے امداد طلب کی۔ آپ نے انہیں لکھا کہ وہ صبر کے ساتھ عمرو بن عاص کا مقابلہ کریں، نیز کمک بھیجنے کا بھی وعدہ کیا۔

محمد بن ابوبکر جب عمرو بن عاص سے مقابلہ کے لیے نکلے تو ان کے مقدمۃ الجیش میں کنانہ بن بشر تھا جس کے ساتھ دو ہزار سوار تھے۔ اتنے ہی سوار محمد بن ابوبکر کے ساتھ تھے، عمرو بن عاص کے لشکر سے مقابلے میں کنانہ بن بشر مارا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ کنانہ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ عثمان رض کے مکان میں داخلے اور آپ کے قتل میں شرکت کی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ آپ کے قتل کے دن ہی قتل ہوا تھا مگر (ہمارے نزدیک) پہلی روایت یعنی وہ عمرو بن عاص سے مقابلہ میں مارا گیا زیادہ صحیح ہے۔

جب کنانہ بن بشر کے مارے جانے کی خبر محمد بن ابوبکر کے ساتھیوں تک پہنچی تو وہ ایک ایک کر کے ان کا ساتھ چھوڑ گئے اور جب وہ عمرو بن عاص سے مقابلہ کے لیے آگئے تو ان کے ساتھ فرد واحد بھی نہ تھا۔ یہ دیکھ کر وہ تنہا مصر کے راستے پر پڑ گئے۔ جب انہیں راستے میں ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت نظر آئی تو اس میں داخل ہو گئے۔ اُدھر عمرو بن عاص نے فسطاطِ مصر پہنچ کر معاویہ بن حدیج سکونی کو ان کی تلاش میں روانہ کیا تھا۔ معاویہ بن حدیج چلتے چلتے راہ گیروں سے پوچھتے جاتے تھے۔ کسی نے انہیں بتایا کہ وہ فلاں ویران عمارت میں گیا تھا جہاں اس نے معاویہ بن حدیج کے بتائے ہوئے حلیے کے آدمی کو بیٹھے دیکھا تھا معاویہ بن حدیج بولے: "وہی ہے وہی ہے۔" جب محمد بن ابوبکر کو اس خرابے سے نکالا گیا تو وہ شدت تشنگی سے مرنے کے قریب تھے۔

جب انہیں فسطاط کی طرف لے جایا گیا تو ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے عمرو بن عاص سے کہا: کیا تم میرے بھائی کو راستے ہی میں قتل کرا دو گے؟ انہیں یہاں آنے تو دو۔ چنانچہ جب معاویہ بن حدیج انہیں لے کر عمرو بن عاص کے پاس پہنچے تو وہ بولے:

"تم نے کنانہ بن بشر کو قتل کر دیا ہے اور میں تنہا رہ گیا ہوں، افسوس! افسوس!" جب محمد بن ابوبکر نے پینے کے لیے پانی مانگا تو معاویہ بن حدیج نے کہا: "تم لوگوں نے عثمان رض پر پانی بند کیا تھا۔ خدا کی قسم میں تجھے پیاسا قتل کروں گا تاکہ تو خدا کے ہاں جا کر حمیم پیے (اور اس کی تلخی کا مزہ چکھے)"

یہ سن کر محمد بن ابوبکر نے اسے گالی دی اور اس نے غصہ میں آکر انہیں فوراً قتل کر دیا۔ پھر انہیں گدھے کی کھال میں سی کر آگ میں جلا دیا گیا۔ جب عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے شدید گریہ وزاری کی اور ہر نماز کے بعد معاویہ بن حدیج اور عمرو بن عاص کے لیے بد دُعا کرتی رہیں۔ جب محمد بن ابوبکر کے اہل و عیال آپ کے پاس لے جائے گئے تو اس کے بعد سے آپ ایک نوالہ بھی نہ کھا سکیں حتیٰ کہ وفات پا گئیں۔

جب علی رض کو محمد بن ابوبکر کے قتل اور اس بدسلوکی کی خبر ملی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ نے ان لوگوں کو جنہوں نے ان کا ساتھ چھوڑ کر ان کی امداد سے ہاتھ اٹھایا تھا کافی ملامت کی۔

محمد بن ابوبکر عثمان رض کے مخالفین میں سے تھے حتیٰ کہ انہوں نے آپ کے مکان میں داخل ہو کر آپ کی داڑھی پکڑی تھی مگر جب آپ نے خدا کی قسم دی تھی تو شرما کر اور آپ کو چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے۔ یہ محمد بن ابوبکر ہی تھے جو قبتہ العائشہ اور خود عائشہ رض کو بُرے الفاظ کے ساتھ یاد کرتے تھے جس کا نتیجہ انہیں دنیا میں یہ ملا کہ قتل کر کے آگ میں جلائے گئے

اور ہمدا ن کے ہاں بھی (غالباً) ان کے معاندین کی تعداد زیادہ ہو گی۔

مقتل طلحہؓ و زبیرؓ کا ذکر

عثمان رضؓ کے قتل کا واقعہ عائشہ رضؓ کو حد سے زیادہ گراں گزرا اور جو دوسرے واقعات اس سلسلے میں سامنے آئے انہوں نے ان کو شک میں ڈال دیا۔ اس کے علاوہ جن لوگوں نے عثمان رضؓ کا محاصرہ کیا تھا جب وہ علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں جا ملے تو یہ بات انہیں اور زیادہ ناگوار گزری۔ چنانچہ آپ مکہ کے ارادے سے نکلیں مگر راستے میں انہیں طلحہ مل گئے۔ پھر وہ اور کچھ دوسرے لوگ مل کر عثمان رضؓ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرتے ہوئے بصرے کی طرف بڑھے۔ آپ کے ساتھ اور لوگ بھی جو عثمان رضؓ کے خون کا قصاص چاہتے تھے شامل ہوتے گئے۔ جب علی رضؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے عمار کو کوفہ روانہ کیا تاکہ وہاں لوگوں کو جنگ کے لیے آمادہ کریں۔ اس کے بعد علی رضؓ اپنے لشکر کے ساتھ بصرے کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب علی رضؓ اور ان کا لشکر اور طلحہؓ و زبیرؓ (اور ان دونوں کا لشکر)[1] مقابل میں آئے اور عائشہ رضؓ ایک اونٹ پر مسلح ہودج میں سوار ہوئیں تو شور و غوغائے جنگ کے ساتھ دونوں طرف کشتوں کے پشتے لگنے لگے۔ اسی اثنا میں جب طلحہؓ کے ٹخنے میں ایک پوشیدہ[2] تیر آکر لگا تو ٹخنہ چیر گیا اور وہ پکارے: "ٹھہرو، ٹھہرو! اللہ کے بندو! میری طرف آؤ!" یہ دیکھ کر قعقاع نے ان سے کہا: "آپ زخمی ہیں اور بیمار بھی۔ لہٰذا جنگ سے علیحدہ ہو کر خیموں میں چلے جائیے۔" چنانچہ آپ وہاں چلے گئے اور رو رو کر کہنے لگے: "اے اللہ! اگر عثمانؓ کے قتل میں میری شرکت کا شائبہ بھی ہو تو مجھے اتنی سزا دے کہ اس کے بعد، تو مجھ سے راضی ہو جائے۔" اس کے بعد جب آپ کے زخم سے مسلسل خون بہنے لگا تو انہوں نے اپنے غلام سے کہا: "مجھے لے جا کر کسی مکان میں ٹھہرا دو۔" چنانچہ آپ کو بصرے کے ایک خالی مکان میں لے جا کر ٹھہرایا گیا اور وہیں آپ نے وفات پائی۔

جب طلحہؓ نے وفات پائی تو انہیں بنی سعد میں دفن کیا گیا۔ وفات سے قبل آپ نے فرمایا: "میرے قبیلے کا کوئی شیخ میرے خون کا ضیاع برداشت نہیں کرے گا۔" کہا جاتا ہے کہ آپ کے ٹخنے میں مروان بن حکم نے تیر مارا تھا[3]۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تیر کسی اور نے مارا تھا۔

ابن سعد (صاحب طبقات) کہتے ہیں[4] کہ اسماعیل بن ابی خالد نے حکیم ابن جابر احمصی سے جو کچھ سن کر مجھے سنایا وہ یہ ہے:

---

[1] عبارت سیاق کی بناء پر اضافہ (مرتب)

[2] یعنی یہ پتہ نہ چلا کہ تیر چلانے والا کون تھا۔ دیکھیے نسخۂ مطبوعہ ۱: ۳۱۸۴ اور ۳۲۱۰ (مرتب)

[3] اس روایت کو نسخہ مطبوعہ ۱: ۳۱۸۶ اور طبقات ۳/ ۱: ۵۹ میں دیکھیے (مرتب)

[4] طبقات میں طلحہ رضؓ کا قول ۳/ ۱: ۵۲ اور صفحات مابعد میں دیکھیے (مرتب)

طلحہ بن عبید اللہ نے جنگِ جمل کے روز[1] کہا "میں نے عثمانؓ کے معاملے میں غفلت برتی لہٰذا یہی بہتر ہے کہ ہمارا خون آج ان کے خون میں مل جائے۔ اے اللہ! اگر مجھ سے عثمانؓ کے معاملہ میں کوئی لغزش ہوئی ہو تو مجھے اس کی سزا دے کر مجھ سے راضی ہو جا۔"

قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ جنگِ جمل کے دن طلحہؓ کے ٹخنے[2] میں تیر مروان بن حکم نے مارا تھا اور خون کا سیلان برابر جاری رہا۔ اس وقت طلحہؓ نے کہا تھا "خدا کی قسم اس کے بعد ان کا تیر ہم تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہ تیر بھی (سمجھو) اللہ کی طرف سے تھا۔ اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ وفات کے بعد آپ کو شط الکلا میں دفن کیا گیا۔ (وفات سے قبل) جب انہوں نے اپنے اہل خاندان میں سے کچھ لوگوں کو دیکھا تو فرمایا: "یہ پانی پایاب نہیں جس سے تم مجھے نکال سکو، میں تو بالکل غرق ہو چکا ہوں۔" اس جملے کو آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔ پھر انہیں ان کی تازہ قبر سے جب نکالا گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی لاش جیسے چھلا ہوا انڈا ہو اور ان کی کھال اور داڑھی کو مٹی کھا گئی ہو۔ بہر حال ان کی لاش کو کنارِ آب سے نکال کر اس مکان میں دفن کیا گیا جو آلِ ابی بکرہ سے اسی لیے خریدا گیا تھا۔

قتادہ سے مروی ہے کہ جب طلحہ کے تیر لگا تو انہوں نے (گھوڑے کی)[3] گردن میں ہاتھ ڈال دیئے[4] اور وہ انہیں لے کر (میدانِ جنگ سے) بھاگ نکلا۔ پھر بنو تمیم میں ان کی وفات ہو گئی۔ مرتے وقت انہوں نے فرمایا: "اے اللہ! مجھ بوڑھے کا خون ضائع نہ جانے دینا۔"

نافع کہتے ہیں کہ (جنگِ جمل کے روز) طلحہ اور مروان گروہ در گروہ جنگ میں شریک تھے۔ مروان نے ان کی زرہ میں ایک خالی جگہ (شگاف) دیکھ کر تیر مارا اور انہیں مار ڈالا۔ قتل کے دن ان کی عمر چوہتر سال تھی۔ ایک اور روایت میں بہتر سال[6]) کا کہا گیا ہے۔

جہاں تک زبیرؓ[5] کا معاملہ ہے تو وہ بھی اس روز جنگ میں شریک تھے۔ عمار بن یاسرؓ انہیں اپنے نیزے کی زد پر لے کر آگے بڑھے تو وہ وار بچا کر ان سے بولے "اے ابوالیقظان! کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟" عمار نے جواب دیا: "نہیں ابو عبداللہ![7]" یہ سن کر زبیرؓ نے بھی ہاتھ روک لیا۔ انہیں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا۔ آپ نے

---

[1] طبقات: ۱۵۸ (حوالہ از مرتب)

[2] متن کتاب میں 'اعنق' کی جگہ 'اعنتق' مرقوم ہے (مرتب)

[3] ابن سعد سے اضافہ (مرتب)

[4] ابن سعد سے اضافہ (مرتب)

[5] طبقات میں ذکر زبیر، (ص ۷۰) دیکھیے (مرتب) [6] ط ۱/۳: ۱۹۰ (حوالہ از مرتب)

ارشاد فرمایا تھا: "عمار ہزاروں باغیوں کو قتل کریں گے۔" اگر زبیرؓ عمار کو قتل کر دیتے تو ارشاد نبی کیسے درست ثابت ہوتا۔

جب علیؓ کے مقابلے میں انہیں شکست ہوگئی تو زبیرؓ میدان چھوڑ کر وادی سبا کی طرف چلے گئے۔ انہوں نے اس کے بعد میدانِ جنگ سے اس لیے منہ موڑا تھا کہ علیؓ کہیں انہیں اپنے خلاف پاداشِ جنگ میں قتل نہ کرا دیں۔ وہاں سے وہ احنف کے لشکر میں چلے گئے۔ احنف نے ان سے پوچھا[1]: "کیا خبر لائے ہو؟" احنف کے سوال کا جواب زبیرؓ کے بجائے عمرو بن جرموز نے دیا[2]: "میں بتاتا ہوں، میں ان کے پیچھے پیچھے لگا چلا آیا ہوں۔" یہ کہہ کر عمرو بن جرموز زبیرؓ کی طرف بڑھا اور جب وہ ان کے سر ہی پہ آ چڑھا تو وہ بولے: "تو کیا چاہتا ہے؟" اس نے کہا: "میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔" اسی وقت آپ کا غلام بولا: "یہ دشمن ہے، اس سے خبردار رہیے۔" اتنے میں اذان کی آواز آئی۔ عمرو بن جرموز بولا: "نماز!" آپ نے بھی کہا: "نماز!" یہ کہہ کر آپ نماز کے لیے گھوڑے سے اُترنے لگے مگر اسی وقت عمرو بن جرموز نے آپ پر تلوار سے حملہ کر دیا جو زرہ کو چیر کر آپ کے جسم میں پیر گئی اور آپ نے اسی وقت دم توڑ دیا۔ ابن جرموز نے آپ کا گھوڑا ہتھیار اور دوسرا سامان بھی ہتھیا لیا۔ آپ کے غلام نے آپ کو وادی سباع میں دفن کیا اور لوگوں کو اس کی اطلاع دیتے وہاں سے چلا گیا۔

زبیرؓ کو قتل کر کے ابن جرموز علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دربان سے اندر جانے کی اجازت ان الفاظ میں منگوائی: "زبیر کے قاتل کے لیے اجازت طلب کرو۔" علیؓ نے جب یہ سُنا تو فرمایا: "زبیرؓ کے قاتل کو اندر آنے کی اجازت اور دوزخ کی بشارت دو۔" جب اس نے زبیرؓ کی تلوار علیؓ کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا: "کیا تو اس تلوار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے وہ کرب جو اس (زبیرؓ کے قتل کے) صدمہ سے طاری ہو گیا ہے دُور کرنا چاہتا ہے؟ (تو یہ تلوار پیش کر کے) جو داغ گناہ تیرے چہرے پر لگا ہے کبھی نہ مٹا سکے گا۔"

ہم نے یہاں طلحہؓ و زبیرؓ کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ وہ عثمانؓ کے محاصرے کے دوران وہاں موجود تھے۔

کہا جاتا ہے کہ عثمانؓ کے قتل کے روز طلحہؓ زرہ پہن کر آئے تھے۔ جب آپ دریچے کے ذریعہ لوگوں سے مخاطب ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا تھا: "اے لوگو! کیا تم میں طلحہؓ ہیں؟" اور جب طلحہؓ نے اثبات میں جواب دیا تھا تو آپ نے انہیں خدا کی قسم دے کر کچھ باتیں پوچھی تھیں۔ چنانچہ طلحہؓ اسی وقت وہاں سے چلے گئے تھے اور ان کے ساتھ زبیرؓ بھی۔ ان دونوں میں سے کسی نے عثمانؓ کو قتل ہوتے نہیں دیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ طلحہؓ نے مرتے وقت کہا تھا: "اے اللہ عثمانؓ کا بدلہ مجھ سے لے لے تاکہ (اس کے بعد) تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ دونوں ان دس لوگوں

---

[1] نسخہ مطبوعہ میں سیف کی روایت (۱: ۳۲۱۸) یہی ہے جو ابن سعد کی روایت سے مختلف ہے (مرتب)

[2] متن کتاب اور نسخہ مطبوعہ میں یہی نام درج ہے مگر ابن سعد نے عُمیر لکھا ہے (مرتب)

میں ہیں جن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔

زبیرؓ جب غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اس وقت آپ کی عمر انتیس سال تھی اور جب آپ قتل کیے گئے اس وقت چوہتر سال[1] آپ کی قبر پر علیؓ اور ان کے اصحاب نے گریہ کیا۔

قبیصہ بن عقبہ سفیان، جعفر بن محمد اور ان کے والد کے حوالے سے کہتے ہیں کہ موخر الذکر نے بیان کیا[2]: علیؓ نے (ایک روز) ارشاد فرمایا: کاش میں طلحہؓ یا زبیرؓ یا اُن لوگوں میں ہوتا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور ہم نے ان لوگوں کے دلوں سے کھوٹ دُور کر دی ہے
(اب وہ) بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے مقابل تخت پر
بیٹھے ہیں" (۱۵: ۴۷)

جریر بن خطفی نے زبیرؓ کا مرثیہ بھی کہا[2] اور کچھ دردناک شعر مرثیہ کے طور پر خود ان کی بیوی عاتکہ بنت زید نے بھی کہے[3]

عمّار بن یاسرؓ کے قتل کا بیان

جنگِ صفین نے جب عمار بن یاسرؓ اپنی صفوں سے نکل کر افواج مخالف کی صفوں[1] کی طرف بڑھے تو اپنے حربے کو ہلا ہلا کر اور جوشِ شجاعت میں لہرا لہرا کر کہہ رہے تھے: "جنت تیغوں کے سائے میں ہے اور موت نیزوں کے اطراف میں۔ جنّت کے دروازے کھُل گئے ہیں۔ حوُروں کو سجایا جا رہا ہے، آج میں محمد صلعم کے احبّا اور ان کے اصحاب سے ملوں گا۔" یہ کہہ کر آگے بڑھے، شجاعت کے (خوب خوب) جوہر دکھائے اور پھر قتل ہو گئے۔ آپ کہتے تھے: "اگر ہم لڑے تو (سمجھ لو) ہجرت کا ساز و سامان (اعزانما) ہمارے ساتھ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر۔"

کہا جاتا ہے کہ انہیں ابو الغاریہ المزنی نے قتل کیا اور ان کا سر ابن حوی سکسکی نے کاٹا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ پر حملہ مروان نے کیا۔ ان کے ٹخنے پر تلوار ماری اور اس کے بعد وہ قتل کر دیے گئے۔ قتل کے روز آپ کی عمر اسّی سال سے متجاوز تھی۔

حذیفہ ابن عمر کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر سے ارشاد فرمایا تھا: "تمہیں باغیوں کا ایک گروہ قتل کرے گا، وہی باغی جو امام کے خلاف خروج کریں گے۔ ان کی تاویل شرع میں رخنہ انداز ہوگی۔ امام کے لیے واجب ہے

---

[1] طبقات: ص ۸۰ (حوالہ از مرتب)

[2] ملاحظہ ہو ابیات التاینۃ، طبقات: ص ۷۹ (مرتّب)

[3] ملاحظہ ہو طبقات: ص ۷۹ (مرتّب)

کہ وہ مظلوموں سے ظلم کا ازالہ کرے اور جو شکوک ہوں انہیں صاف کرے۔"

ابن عقیل کتاب الارشاد میں بیان کرتے ہیں کہ باغی وہی تھے جو عثمان رضؓ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے۔ ابن عقیل نے یہ قول امام احمدؒ سے لیا ہے جنہوں نے اپنے قول کے ساتھ کلام الٰہی سے آیات ذیل بھی نقل کی ہیں:

(۱) کہنے لگے اے ابا ہمیں اور کیا چاہیے؟" (۱۲: ۶۵) یعنی ہم اور کچھ نہیں مانگتے۔ اور حالتِ قتال میں مومنین سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد (۲) اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔" (۴۹: ۹) اور آخر میں یہ قول باری تعالیٰ: (۳) مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔" (۴۹: ۱۰)۔

معاویہ اور ان کے اصحاب اور طلحہؓ و زبیرؓ و عائشہ رضؓ بھی انہیں میں تھے جو عثمانؓ مظلوم کے خون کا قصاص چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے علی رضؓ سے کہا کہ عثمان رضؓ کے قاتل کو (گرفتار کر کے) ہمارے سپرد کیجیے۔ اور چونکہ قاتل کی معاونت ایک پوری جماعت کر رہی تھی تو وہ کسی فرد واحد کو کس طرح پکڑ لیتے۔ چنانچہ وہ ایسا نہیں کر سکے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ (علی رضؓ) کا اعتقاد یہ ہو کہ ایک شخص کے قتل کے جرم میں ایک جماعت کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس سلسلے میں یہ روایت پیش کی جائے کہ آپ نے عبداللہ بن عنیف کے قتل کی سزا میں اہل نہروان کو قتل کیا تھا تو یہ مسئلہ علماء کے نزدیک اختلافی ہے۔

یہاں ہم نے عمارؓ کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ وہ عثمان رضؓ سے منحرف ہو کر ان کے مخالفین سے مل گئے تھے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں[1]۔

جاحظ کا بیان ہے کہ عمارؓ نے مسجد نبوی کے وسط میں کھڑے ہو کر کہا[2]: ہم نے عثمان رضؓ کو کافر کی حیثیت سے قتل کیا ہے اور وہ بھی عمار ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو اس سے روکا تھا کہ وہ عثمان رضؓ کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں یا ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ چنانچہ آپ کی لاش تین روز تک ایک مزبلہ پر بغیر تجہیز و تکفین کے پڑی رہی۔ بعد میں اسے ابن زبیر رضؓ نے خفیہ طور پر "حشِ کوکب" میں دفن کر دیا۔ محمد بن ابی بکر بنی تمیم میں عمار بن یاسر کی اعانت کر رہے تھے۔

عمرو بن الحمق خزاعی کا ذکرِ مقتل

عمرو بن الحمق خزاعی حجر بن عدی الکندی کے مصاحبین میں سے تھا اور حجر بن عدی عثمان اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے معائب بیان کیا کرتا تھا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ باہمی جھگڑے آلِ علی رضؓ کے ہاتھوں ختم ہوں۔ زیاد بن ابی سفیان ایک روز جمعہ کی نماز سے قبل خطبہ دے رہا تھا[3]۔

---

[1] ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۳۵ (مرتب)

[2] قلمی متن میں 'فقال' کی جگہ 'فیقول' مرقوم ہے (مرتب)

[3] یہ روایت طبع ثانی کے صفحات ۱۱۵ تا ۱۱۶ میں دیکھیے (مرتب)

اس نے خطبہ اتنا طویل کیا کہ نماز کا وقت نکلنے لگا۔ حجرؓ نے اس خیال سے کہ نماز ہی کہیں قضا نہ ہو جائے اسی کے ہاتھ کی چھڑی لے کر اس سے زیاد کو خوب پیٹا اور نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر دوسرے نمازی بھی اس کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جب حجر نے نماز پڑھانی شروع کی تو زیاد بھی منبر سے اُتر کر اس کے پیچھے نماز میں شریک ہو گیا مگر (بعد میں) اس کی اطلاع معاویہ کو دی تو انہوں نے جواب میں لکھا:

"اگر تم اسے میرے پاس بھیج دو تو میں اسے لوہے کے شکنجے میں کس دوں" چنانچہ زیاد نے حجرؓ کو معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ معاویہ کے سامنے پہنچا تو بولا: "السلام علیکم یا امیرالمومنین!" معاویہ بولے: کیا میں امیرالمومنین ہوں؟ تیرے بڑھانے سے میری عزت بڑھ سکتی ہے نہ گھٹانے سے گھٹ سکتی ہے۔" یہ کہہ کر انہوں نے حجرؓ کی گردن مروا دی۔ یہ قتل ایک سیاسی قتل تھا۔ اس میں امام (امیرالمومنین) کا فتوے شامل نہیں تھا۔ امام (امیر) کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی رعایا میں سے کسی کو دوسروں کی عبرت و اصلاح کے لیے قتل کرا دے۔

جب زیاد نے حجرؓ بن عدی کا کانٹا نکال دیا[1] تو اس کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں طلب کیا۔ عمرو بن الحمق اس موقع پر مدینے سے نکل کر موصل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ رفاعہ بن شدّاد بھی تھا۔ وہ چھپتے چھپاتے موصل تک پہنچ گئے۔ مگر ان کی وہاں آمد کی اطلاع کسی نہ کسی طرح موصل کے عامل عبدالرحمٰن بن عثمان ثقفی کو بھی مل گئی۔ عبدالرحمٰن ابن ام الحکم کے نام سے مشہور ہے جو معاویہ کی بہن تھی۔ اس طرح وہ معاویہ کا بھانجہ ہوا۔ اس نے عمرو بن الحمق اور رفاعہ بن شدّاد دونوں کو بلا بھیجا۔ عمرو ان دنوں مرض استسقا میں مبتلا تھا اور کہیں آنا جانا تو کجا نشست و برخاست سے بھی معذور تھا۔ مگر عبدالرحمٰن (اسے بہانہ سمجھ کر) گھوڑے پر سوار ہوا اور اس سے لڑنے چلا۔ عمرو نے کہلوایا کہ میری مخاصمت اور مجھ سے جنگ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی مگر عبدالرحمٰن کے حکم پر اسے کسی سواری میں ڈال کر اس کے پاس لے جایا گیا۔ لوگ تو اسے نہ پہچان سکے مگر عبدالرحمٰن نے فوراً پہچان کر اسے قید کر دیا اور اس کے بارے میں معاویہ کو لکھا۔ معاویہ نے جواب دیا: "اسے کوڑے لگا کر ان طعنوں کا انتقام لیا جائے جو اس نے عثمانؓ کو دیے تھے۔" اس حکم کی تعمیل کی گئی مگر عمرو نے ایک یا دو ہی کوڑوں میں دم توڑ دیا اور یوں اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ اس کی قبر موصل میں ہے۔ موت کے وقت اس کی عمر اکیاون سال تھی۔

عمیر بن ضابی اور کمیل بن زیاد کا قتل

جب عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف ثقفی کو سن ۷۵ھ میں عراق کا گورنر مقرر کیا تو موخرالذکر اس وقت مدینے میں تھا۔ عبدالملک نے اسے فوراً عراق پہنچنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ ۱۲ سوار اپنے ساتھ لے کر کوفہ پہنچا۔ وہ پہلے مسجد میں گیا، لوگوں کو اپنے گورنر

---

[1] عمرو بن الحمق کے قتل کی تفصیل ابن اثیر طبع ۳ ص ۱۸۷ میں دیکھیے (مرتب)

مقرر ہونے کی اطلاع دی۔ پھر منبر سے اتر کر اپنے مکان میں چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے کوفہ کے مشہور لوگوں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ وہ مہلب بن ابی صُفرہ سے جا ملیں۔ مہلب اس وقت خوارج سے جنگ میں مصروف تھا۔ حجاج نے حکم دیا کہ جب تک یہ جنگ ختم نہ ہو، دن ہو یا رات پُل کے دروازے نہ کھولے جائیں۔ یہ سُن کر عمیر بن ضابی حنظلی نے کھڑے ہو کر کہا: میں اس سلسلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں" پھر بولا: "میں ایک بوڑھا آدمی ہوں اور (آج کل) بیمار بھی ہوں۔ میرا بیٹا آج ہی رات کو (میری تیمار داری کے لیے) آنے والا ہے۔" حجاج نے پوچھا: "تو کون ہے؟" اس نے کہا: "میں عمیر بن ضابی ہوں" حجاج نے کہا: "کیا تو نے کل مسجد میں ہمارا اعلان نہیں سُنا تھا۔؟" عمیر بولا: "جی ہاں سُنا تھا۔" اس پر حجاج بولا: "کیا تو عثمان بن عفانؓ کے خلاف بغاوت میں شریک نہیں تھا؟" عمیر نے جواب دیا: "جی ہاں تھا۔" یہ سُن کر حجاج نے کہا:

"اے اللہ کے دشمن! کیا تو سمجھتا ہے کہ اتنے عرصہ بعد عثمانؓ کا بدلہ کون لے گا؟ کیا تو نے ان کے خلاف فلاں فلاں باتیں نہیں کہی تھیں؟" جب عُمیر نے اثبات میں جواب دیا تو حجاج نے پوچھا: "تجھے ان باتوں پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟" عمیر نے جواب دیا: "انہوں نے میرے باپ کو قید کر دیا تھا اور وہ قید ہی میں مرگیا۔" حجاج نے کہا: "ہمارے لیے تیرا بیٹا تجھ سے بہتر رہے گا۔" یہ کہہ کر حجاج نے عمیر بن ضابی کی گردن مروادی اور اس کا اثاث البیت لٹوا لیا۔

وہ عمیر بن ضابی ہی تھا جو عثمان پر تلوار لے کر جھپٹا تھا اور آپ کی پسلیاں کاٹ ڈالی تھیں۔ اس کے بعد وہ آپ سے یوں مخاطب ہوا تھا: "تو نے میرے باپ کو قید کیا تھا اور وہ تیری قید میں مرگیا تھا!"

حجاج نے عمیر کی گردن مروانے سے پہلے اس سے پوچھا تھا: "تیرے علاوہ یہاں کوئی اور بھی ہے؟" عمیر نے جواب دیا تھا: "ہاں، کمیل بن زیاد ہے[1]۔" حجاج نے یہ سُن کر (عمیر کو قتل کرانے کے بعد) کمیل بن زیاد کو طلب کیا تھا۔ پھر اس کے سامنے کھجور کی لمبی چھال لے کر اسے رسی کی طرح بٹا تھا۔ اس کے بعد اس سے پوچھا تھا: "تجھے معلوم ہے کہ تو نے عثمانؓ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ کیا اب تو اس کی سزا سے بچ سکتا ہے؟" کمیل بن زیاد نے حجاج کو جواب دیا تھا: "زیادہ سے زیادہ تو مجھے قتل کر سکتا ہے لیکن اگر تو مجھے معاف کر دے تو میری جان بچ سکتی ہے۔" حجاج اسے معاف تو کیا کرتا اس نے عمیر کی طرح اس کی بھی گردن اڑا دی۔

عمیر بن ضابی اور کمیل بن زیاد کوفہ سے نکل کر باغیوں میں شریک ہونے مدینے آئے تھے مگر مدینے کے قریب پہنچ کر عمیر کمیل سے الگ ہو گیا تھا۔ جب کمیل عثمان رضؓ کے سامنے پہنچا تو آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور بولا: "امیر المومنین! کیا آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا؟" آپ نے پوچھا: "کیا تو کسی بُرے ارادے سے یہاں آیا ہے؟

---

[1] ملاحظہ ہو فقرہ (۳۸) (مرتّب)

اور کیا تو اپنے شریک کار کے ساتھ نہیں تھا؟" کمیل بولا: "نہیں" اور اس کے ساتھ اس نے خدا کی قسم بھی کھائی - لوگ کمیل کی طرف بڑھے اور آپ سے دریافت کیا: "یا امیر المومنین! ہم تفتیش کریں اور اس سے کچھ پوچھیں؟" آپ نے فرمایا: "نہیں، اللہ نے سب کو عافیت سے نوازا ہے - دوسرے یہ اس کے سوا جو اس نے اپنی زبان سے کہا ہے اور کوئی خبر یا اطلاع نہیں چاہتا -" پھر کمیل سے مخاطب ہو کر فرمایا: "جو کچھ تو نے کہا اگر وہ سچ ہے تو خیر ورنہ اس کے علاوہ جو تیرا ارادہ ہو مجھے اس کی فکر نہیں -" پھر فرمایا - "اگر تو سچا ہے تو خدا تجھے اس کا اجر دے گا اور اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو تجھ سے خدا نمٹے گا -" پھر آپ نے اسے اپنے سامنے بٹھا کر پوچھا: "کمیل! کیا تیرے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟" "میں نے اسے چھوڑ دیا ہے -"

مُنتشیر اپنے بھائی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ بخدا نہ ہم نے سُنا نہ ہمیں معلوم ہے کہ عثمان رض سے لڑنے کون کون آیا تھا - ہم تو بس اتنا ہی جانتے ہیں کہ آپ قتل کر دیے گئے -

عثمانؓ پر چڑھائی کرنے والی جماعت کا قتل

جب عائشہ، زبیر، اور طلحہ رضی اللہ عنہا خون عثمانؓ کا مطالبہ کرتے ہوئے بصرے کی طرف بڑھے تو وہاں اہل بصرہ کے ساتھ گرد و نواح کے قبائل بھی جمع تھے - ان میں حکیم بن جبلہ اور اس کے پیچھے کچھ لوگ تھے نیز عبد القیس اور کچھ ربیعہ والے تھے - جب یہ لوگ غلے کے گودام کے قریب پہنچے تو عائشہ رض نے فرمایا: "جو تم سے لڑے اس سے لڑنا اس کے سوا کسی سے نہیں (بلکہ) منادی کرا دو کہ ہم قاتلین عثمان رض سے بدلہ لینے آئے ہیں، ہمیں کسی اور سے کوئی غرض نہیں - اس کے علاوہ ہم جنگ کی ابتدا بھی نہیں کریں گے -" بہر حال جب دونوں طرف کے لوگ صف بستہ ہوئے تو طلحہ رض کے مقابلہ میں حکیم بن جبلہ تھا، زبیر رض کے مقابلہ میں ذریح، عبد الرحمٰن بن عتاب کے مقابل ابن المحرّش اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کے مقابل حرقوص بن زہیر تھا - جنگ بڑی شدید تھی - ایک شخص نے بڑھ کر حکیم کا پاؤں ٹخنے سے کاٹ ڈالا - وہ اپنا پائے بریدہ لے کر ایک طرف بھاگنے لگا تو کسی نے پوچھا: "حکیم! کیا ہوا؟" اس نے کہا: "مجھے مار ڈالا" اس شخص نے دریافت کیا: "تجھے کس نے مار ڈالا؟" مگر وہ جواب دیے بغیر اپنا پائے بریدہ لے کر دور چلا گیا - مگر کسی نے خون کے قطرات سے اندازہ لگا کر اس کا تعاقب کیا اور پھر اسے پکڑ کر قتل کر دیا - جہاں تک معلوم ہو سکا حکیم مرنے سے پہلے اپنے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا - بہر حال اس نے اپنے کرتوت کا مزہ چکھ لیا -

اس روز ضریح اور اس کے ساتھی، ابن المحرّش اور اس کے ساتھ والے سب قتل کر دیے گئے مگر ابن زہیر اپنے کچھ ساتھیوں سمیت بھاگ نکلا - طلحہؓ و زبیرؓ نے بصرے میں منادی کرائی کہ ان کے قبیلوں کے جو لوگ ہوں انہیں گرفتار

لہ متن میں 'قات' کی جگہ 'قاتل' مرقوم ہے (مرتب)

کرکے لایا جائے۔ چنانچہ وہ لوگ کتوں کی طرح باندھ کر لائے گئے اور سب کے سب قتل کر دیے گئے سوائے قبیلہ بنی سعد کے لوگوں کے۔ حرقوص بن زُہیر بنی سعد میں سے تھا مگر اس کے قبیلے والوں نے اسے جنگ سے منع کیا تھا۔

حرقُوص بن زُہیر کے قتل کا واقعہ

حرقوص بن زُہیر کو مذکورہ بالا جنگ کے بعد قتل کیا گیا[1]۔ وہ بنی سعد میں سے تھا جنہوں نے اسے جنگ میں شرکت سے منع کیا تھا۔ مذکورہ بالا جنگ سے بھاگ کر وہ نہروان میں خوارج سے جاملا جن سے علی رضؓ جنگ کر رہے تھے۔ وہاں اسے پکڑ کر ربیعہ بن کنانی کے لشکر میں لے جایا گیا اور قتل کر دیا گیا۔ ربیعہ اصحاب علی میں سے تھا۔ بہر حال وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا اور بہر طور نقصان میں رہا۔

جن لوگوں نے عثمانؓ کو قتل کیا تھا یا قتل میں اعانت کی تھی ان میں سے ایک بھی ہلاک ہوئے بغیر نہ بچ سکا۔ باغیوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔

شہادت عثمانؓ کی شان

اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ عثمان رضؓ کی شہادت ایک عظیم الشان شہادت ہے آپکی شہادت سے مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی بنیاد پڑی، مثلاً علیؓ اور معاویہ کی باہمی جنگ یا طلحہ، زبیر اور عائشہ رضؓ کی اہل بصرہ سے جنگ وغیرہ۔

ملحد، رافضی یا دوسرے منکرین حق جو یہ کہتے ہیں کہ قتل عثمانؓ میں رضائے الٰہی شامل تھی اور مختلف باتوں میں ان پر الزام لگاتے ہیں وہ سراسر غلطی ہے۔ اس کی طرف توجہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے البتہ ان کے فضائل میں ہمیں جو معلوم تھا بیان کیا گیا۔

مذمّت قتل عثمان میں روایات

ابوبکر محمد بن حسین آجری اپنی (مشہور) تصنیف کتاب الشریعۃ (میں اسناد کے ساتھ ابن عون، ولید ابی بشر، جُندب اور حذیفہ بن یمانؓ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ موخر الذکر کے پاس لوگ عثمان رضؓ کے قتل کی خبر لے کر آئے اور ان سے پوچھا گیا: "وہ اب کہاں ہیں؟" انہوں نے جواب دیا: "جنت میں" حذیفہ بن یمانؓ سے جب دریافت کیا گیا: "اور آپ کے قاتل"؟ تو انہوں نے فرمایا: "خدا کی قسم دوزخ میں!"

یہ روایت بھی محمد بن حسین آجری کی ہے۔ وہ اپنی اسناد کے ساتھ زیاد بن ابی ملیح، ان کے والد اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا: "اگر لوگ قتل عثمانؓ پر متفق ہوتے تو ان پر اس طرح پتھر برستے جس طرح قوم لوطؑ پر برسے تھے۔"

---

[1] اس کے قتل کی تفصیلات ط ۱/ ۲۳۸۲ میں دیکھیے (مرتب)

ابن مبارک ابن لہیعہ اور یزید بن ابی حبیب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ابن حبیب نے کہا: "جب مجھے یہ خبر ملی کہ قاتلین عثمانؓ سے آپ کے قتل کا جرم حالت دیوانگی میں سرزد ہوا تو میں نے (طنزاً) کہا کہ ان کی دیوانگی (واقعی) بڑی قلیل مدت کی تھی اور (شاید) اسی دیوانگی نے اتنے بڑے جرم کو ان کے لیے آسان بنا دیا تھا!"

سلیمان بن یسار اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جہجاہ غفاری نے عثمان رضؓ کی چھڑی کو اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا تو ان کے گھٹنے میں خارش پیدا ہو گئی۔

نافع سے یہ بھی مروی ہے کہ جہجاہ نے کسی شخص سے بیان کیا کہ اسے کسی جگہ عثمان رضؓ کا عصا مل گیا تھا اور اس نے اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا تھا جس کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ اسی وقت اس کے گھٹنے میں (سخت) خارش پیدا ہو گئی تھی اور وہ اپنے خارش زدہ گھٹنے کے ساتھ وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔

اعمش ابی اسحٰق اور زید بن تبیع کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ جب کچھ لوگ عثمان رضؓ کا کفن لیے جا رہے تھے تو انہیں راستے میں حذیفہ بن یمان رضؓ ملے۔ انہوں نے فرمایا: "جن لوگوں نے زمین پر ظلِ الٰہی کو ذلیل کیا وہ خدا کے روبرو ہونے سے پہلے ذلیل ہوں گے۔"

جوزجانی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ عثمان رضؓ کو محمد نام کے لوگوں نے قتل کیا۔ ان کے نام یہ ہیں: "محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی حُذیفہ، محمد بن عمرو بن حزم، محمد بن عمار اور محمد بن حبیب بن نہشل۔ اور اس قتل کا معاون کنانہ بن بشر تجیبی تھا۔"

محمد بن حسین آجری اپنی اسناد کے ساتھ ابی زبیر اور جابر بن عبداللہ کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث بیان کرتے ہیں:

ایک روز آپؐ ایک شخص کے جنازے کی نماز پڑھانے تشریف لائے مگر نماز نہیں پڑھائی تو کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلعم) اس شخص کے علاوہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی شخص کے جنازے کی نماز ترک فرمائی ہو۔ آخر اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟" آپؐ نے ارشاد فرمایا: "یہ شخص عثمان رضؓ سے بغض رکھتا تھا اور اللہ اب اُس سے بغض رکھتا ہے۔"

محمد بن حسین کہتے ہیں کہ جو شخص عثمان رضؓ کو بُرا کہتا ہے وہ انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت کی بشارت دی ہے اور ان کے قتل کا رتبہ رتبۂ شہادت ہے۔

علی ابن ابی طالب، عبدالرحمٰن بن عوف اور دوسرے صحابہ کی ایک پوری جماعت کے متعلق مروی ہے (جو احادیث میں شامل نہیں ہے) کہ ان کے نزدیک عثمان رضؓ کچھ ذلیل و رسوا منافقین کی جماعت کے علی الرغم اہل جنت میں سے ہیں اور یہ منافقین دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہیں اور آخرت میں بھی ذلیل و رسوا ہوں گے۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ (عثمان رضؓ) کے ساتھ پچاس ساٹھ سال بسر کیے لیکن اس طویل مدت کے دوران ان

سے بھلائی کے سوا کوئی بری بات ظہور پذیر ہوتے نہیں دیکھی۔

اگر یہ کہا جائے کہ قتل عثمان رضؓ قتلِ عمر رضؓ سے عظیم تر کیسے ہو سکتا ہے جب کہ آخر الذکر اول الذکر سے مرتبہ میں عظیم تر تھے۔ اسی طرح قتلِ حسین رضؓ قتلِ علی رضؓ سے عظیم تر کیسے ہو سکتا ہے جب کہ علی رضؓ اپنے بیٹے حسین رضؓ سے عظیم تر ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ عمر رضؓ ایک شخص کے ہاتھوں دھوکے سے قتل ہوئے اور خود بقول عمر رضؓ وہ کافر تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ جب آپ نے ابن عباس رضؓ سے دریافت کیا کہ ان کا قاتل کون ہے اور انہیں بتایا گیا کہ ان کا قاتل مغیرہ کا غلام ہے تو انہوں نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا قاتل وہ نہیں ہے جو اسلام کا مدعی ہو۔ جب کہ عثمان رضؓ کو خود مسلمانوں کی ایک جماعت نے علی الاعلان قتل کیا اور قتل سے پہلے ان کا محاصرہ کیا گیا جو چالیس دن بلکہ بعض روایات کے مطابق اس سے بھی زیادہ مدت تک جاری رہا، انہیں بھوکا پیاسا رکھا گیا جو ظلم کی انتہا ہے۔ اسی طرح علی رضؓ کی شہادت بھی دھوکے سے ہوئی۔ ان کا قاتل ابن ملجم خوارج میں سے تھا اور اس کا کفر ثابت ہے جب کہ حسین رضؓ کو (میدان کربلا میں) تین دن تک بھوکا پیاسا رکھ کر شہید کیا گیا جو حرص و ہوس، رشک و حسد اور خالص عصبیت کا نتیجہ تھا۔ ان پر جو مظالم کیے گئے ان کا کہیں جواب نہیں ملتا بلکہ ان کے صغیر سن بچوں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ تب ہی تو یزید نے جب اسے حسین رضؓ کے قتل کی خبر پہنچی تو اس نے عبید اللہ بن زیاد پر لعنت بھیجی۔ ان دلائل کی روشنی میں قتل عثمان رضؓ قتلِ عمر رضؓ سے عظیم تر اور قتلِ حسین رضؓ قتلِ علی رضؓ سے عظیم تر مانا جاتا ہے۔

عثمان رضؓ کی عظمت و حرمت رسول اللہ صلعم کی نظر میں

ابن عباس رضؓ نبی کریم صلعم کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "مجھے اس شخص سے حیا آتی ہے جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اور فرشتے عثمان بن عفان رضؓ سے حیا کرتے ہیں (حدیث)

آجری اپنی اسناد کے ساتھ عطا، سلیمان ابن یسار اور ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن کے حوالے سے عائشہ رضؓ کی یہ روایت بیان کرتے ہیں۔ عائشہ رضؓ فرماتی ہیں: (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام سے پنڈلیاں کھولے ہوئے بیٹھے تھے۔ کہ ابو بکر رضؓ نے حاضری کی اجازت طلب کی۔ آپ صلعم نے انہیں اجازت دی اور (جب وہ اندر آئے تو) ان سے اسی حالت میں گفتگو کرتے رہے۔ ان کے جانے کے بعد عمر رضؓ نے حاضری کی اجازت طلب کی تو انہیں اجازت دینے کے بعد بھی آپ صلعم ان سے اسی حالت میں باتیں کرتے رہے مگر جب عثمان رضؓ آئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے، لباس درست کیا اور پنڈلیاں بھی ڈھانپ لیں۔ میں نے عثمان رضؓ کے جانے کے بعد رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ جب پہلے دو حضرات آئے تو آپ نہ اٹھ کر بیٹھے نہ لباس درست کیا مگر عثمان رضؓ کے آنے پر آپ صلعم نے ایسا کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلعم نے فرمایا: "میں اس شخص سے شرماتا ہوں جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔" اس حدیث کی صحت پر جملہ محدثین متفق ہیں۔

محمد بن حسین رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بغیر حوالہ براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: آپ نے فرمایا: میری اُمت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر، دینی معاملات میں سب سے زیادہ قوی عمر، حیا میں سب سے زیادہ پختہ وصادق عثمان اور سب سے بڑے منصف علی بن ابی طالب ہیں" (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

اعرج بن ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت میں ہر نبی کا ایک رفیق ہوگا وہاں میرے رفیق عثمان بن عفان ہوں گے۔"

عطا جابر کے حوالے سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ سے ارشاد فرمایا: "تم دنیا اور آخرت میں میرے ولی ہو۔"

عبداللہ بن شقیق اور عبداللہ بن حوالہ کہتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا: "تم لوگ (ایک دن) کثرت کے ساتھ ایک شخص کی بیعت کروگے جو پھول دار ریشمی چادر اوڑھے ہوئے ہوگا اور وہ شخص اہل جنت سے ہے۔"

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد عبداللہ بن شقیق اور عبداللہ بن حوالہ کہتے ہیں: "ہم (واقعی ایک روز) کثرت سے عثمانؓ کے سامنے جمع ہو رہے تھے۔ اس روز مجلس شوریٰ میں آپ کے انتخاب برائے خلافت کے بعد آپ کی بیعت کی جارہی تھی اور آپ اس وقت پھول دار ریشمی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔

قیامت میں عثمانؓ کی شفاعت

ابوبکر آجری اپنی اسناد کے ساتھ عبدالرحمٰن بن میسرہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: "ابن میسرہ نے ابوامامہ باہلی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سُنی، آپ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کے ایک شخص کی شفاعت پر ایک آدمی آج کے زندہ لوگوں ربیعہ و مضر میں سے ایک کی شفاعت کی طرح جنت میں داخل ہوگا جس شخص کی شفاعت کی بنا پر وہ آدمی جنت میں داخل ہوگا وہ عثمانؓ بن عفان ہوں گے۔

یہ حدیث بھی آجری سے بحوالہٗ ابوجعفر و حسنؓ منقول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عثمانؓ (بھی) ربیعہ و مضر کی طرح قیامت میں شفاعت کریں گے۔"

اوزاعی حسّان بن عطیہؒ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے عثمان! تم نے جو کچھ مقدم و موخر کیا ہو، جو کچھ بھید سمجھ کر اپنے تک محدود رکھا ہو یا اس کا اعلان کیا ہو، کسی چیز کو .... پوشیدہ رکھا ہو یا ظاہر کیا ہو یا قیامت تک جو بھی تمہارا عمل ہو (اس کے باوجود) اللہ نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔"

عثمانؓ کی سخاوت اور آپ کا کرم

آجری اپنی مشہور (تصنیف) 'کتاب الشریعۃ' میں اپنی اسناد کے ساتھ میمون بن مہران اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان

کرتے ہیں :-

ایک بار ابوبکر صدیق رضؓ کے زمانے میں قطعاً بارش نہیں ہوئی تو سخت قحط پڑ گیا۔ لوگ جمع ہو کر ابوبکر رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آسمان سے بارش نہیں ہوتی ، زمین سے کچھ اُگتا نہیں ، لوگ سخت مصیبت میں مبتلا ہیں ۔" آپ نے فرمایا: "جاؤ ، صبر کرو ، اللہ ہی تمہاری اس مصیبت کو دُور کرے گا ، ہم اور تم کیا کر سکتے ہیں ؟" اسی اثنا میں عثمانؓ کا تجارتی مال شام سے آگیا۔ اس میں غلّہ تھا اور بعض روایات کے مطابق کھانے کی چیزیں بھی تھیں۔ لوگ جمع ہو کر ان کے دروازے پر گئے اور دستک دی تو آپ نے باہر نکل کر بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ لوگوں سے پوچھا:

"آپ لوگ کیا چاہتے ہیں ؟" لوگ بولے : "آپ کا جو سامان شام سے آیا ہے سُنا ہے اس میں کھانا بھی ہے ہم اسے خریدنا چاہتے ہیں تاکہ مساکین میں تقسیم کر سکیں چونکہ نہ آج کل بارش ہو رہی ہے نہ زمین سے کچھ پیدا ہو رہا ہے۔ غریب لوگ سخت مصیبت میں مبتلا ہیں ۔"

آپ نے فرمایا : "اندر آجاؤ اور شوق سے خرید لو مگر یہ مالِ تجارت ہے بتاؤ دس کے کتنے دیتے ہو ؟" تاجر بولے : "شام کی خریداری کے حساب سے دس کے بارہ" آپ نے فرمایا: "کچھ اور بڑھو!" تاجر بولے : "دس کے چودہ" آپ نے فرمایا: "کچھ اور بڑھو!" وہ بولے : "دس کے پندرہ ۔" آپ نے کہا : "ابھی اور بڑھو!" یہ سُن کر تاجر بولے : "یا ابا عمرو! ہمارے علاوہ مدینے میں اور بھی تاجر ہیں ، ممکن ہے وہ اس سے بڑھ کر بولی لگا سکیں ۔" آپ نے فرمایا : "ہاں اس سے زیادہ خدائے عزوجل دیتا ہے ، وہ ایک درہم کے دس درہم دیتا ہے ، بولو کیا تم اس سے زیادہ دے سکتے ہو؟" تاجر بولے : "نہیں بخدا ہم اتنا کیسے دے سکتے ہیں!" یہ سُن کر آپ نے فرمایا : "تو سنو یہ مال میں اللہ ہی کے ہاتھ فروخت کروں گا ۔" یہ کہہ کر آپ نے فقرا و مساکین کو بلایا اور کھانے پینے کا سارا سامان ان میں خدا کے نام پر مفت تقسیم کر دیا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "اسی رات کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ۔ آپؐ ایک ابلق گھوڑے پر سوار تھے اور لباس نور میں ملبوس تھے مگر اس وقت عجلت میں معلوم ہوتے تھے ۔ میں نے عرض کیا : "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو آپؐ کی زیارت اور آپؐ کی زبان مبارک سے کچھ کلمات سننے کا مشتاق تھا مگر آپ تو اس وقت بڑی عجلت میں معلوم ہوتے ہیں ۔" آپؐ نے ارشاد فرمایا : "اے ابن عباس! آج عثمانؓ نے اللہ کے نام پر صدقہ دیا ہے ، اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما کر جنّت میں ایک عروس (حور) سے ان کی شادی کر دی ہے۔ آج ہم اسی تقریب میں مدعو ہیں ۔"

خاتمہ کتاب

اللہ رب العالمین کا دلاکھ لاکھ شکر ہے ۔ افضل کائنات محمد ، آپ کی آل ، آپ کے اصحاب ، آپ کی ازواجِ مطہرات ، آپ کی ذرّیات اور آپ کے جملہ متبعین پر دائمی اور زیادہ سے زیادہ صلوٰۃ وسلام۔

آج روز دوشنبہ پندرہ ذی قعدہ ۶۹۹ھ کو یہ فقیر محمدّ بن یحییٰ بن ابو بکر اللہ تعالیٰ اس کی، اس کے والدین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔ اس کتاب کے مواد (لوازمہ) کی فراہمی اور اس کی تالیف سے فارغ ہوا۔

وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمدّ النبی وآلہٖ وسلّم

(تمام شد)

علیٰ ہامشِ السیرۃ

نقوشِ سیرت

مصنّف

ڈاکٹر طٰہٰ حسین

مترجم

پروفیسر حافظ سیّد رشید احمد ارشد

سابق صدر شعبۂ عربی جامعہ کراچی

نفیس اکیڈمی

اسٹریچن روڈ۔ کراچی ۱

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

تاریخ اور سیاست کی روشنی میں

مصر کے مشہور نقّاد اور نامور محقّق

ڈاکٹر طٰہٰ حسین

کے قلم سے

اردو ترجمہ

علّامہ عبدالحمید نعمانی

—— • ——

نفیس اکیڈمی

اسٹریچن روڈ - کراچی ۱